

کُلِّیاتِ اِیْمَان

شیر محمد خاں اِیْمَان کے کُلِّیات کی تدوین



:- مُرْتَبَہ :-

سیدہ ہاشمی مجیب

ترمیم و اضافہ

ڈاکٹر محمد علی اختر

Acc - No .

352

جلہ حقوق بحق سیدہ ہاشمی محفوظ

اشاعت : ۱۹۸۷ء

طباعت : خورشید پریس چھتہ بازار رحیم آباد - ۲

کتابت : محمد اقبال

قیمت : مجلد پچاس روپے غیر مجلد چالیس روپے

ناشر : سیدہ ہاشمی مجیب

تقسیم کار : الیاس ٹریڈرس شاہ علی بندہ روڈ رحیم آباد - ۲



291.352

11/11/87

Acc. No.

352



میری پیاری بہن صفیہ کے نام
 جو اپنی تمام تر محرومیوں اور مجبوریوں کے باوجود صبر و شکر کا
 پتھر بنی سب کے لیے فکر مند رہتی ہیں
 سیدہ ہاشمی

۵ فہرست

تعارف : پروفیسر غلام عمر خاں ۷

پیش لفظ : پروفیسر یوسف سرمست ۱۰

ارتانات :

(۲) ڈاکٹر مرزا اکبر علی بیگ ۱۳

(۱) ڈاکٹر محمد انصار اللہ نظر ۱۲

حرف آغاز : سیّدہ ہاشمی ۱۵

مقدمہ کلیات ایمان

سیاسی، سماجی اور ادبی پس منظر ۱۷

حالات زندگی ۶۹

نام اور تخلص - ایمان کے والد

تعلیم و تربیت - تاریخ گوئی

مسنوفات - ایمان تذکرہ نگاروں کی نظر میں

ایمان کے ہم عصر شعرا اور تلامذہ ۴۱

شاہ تجلی - اسد علی خاں تنہا - حسین علی خاں ایما

احسان الدین بیان - میر قمر الدین منت

محمد صدیق قیس - ماہ نقابانی چمن دا

شیخ حفیظ دہلوی

ایمان کی شاعری کا تنقیدی جائزہ ۵۲

غزل گوئی - قصیدہ نگاری

مشنوی نگاری - رباعی نگاری

متفرقات ۱۰۲

نامہ منظوم - ثلث - سدس - خمس و غیرہ

ایمان کی دیگر قوانین ۱۰۸

گلدستہ گفتار - سردار نامہ - شطرنج

رسالہ عروض و قافیہ - فن علم زبان

دیوان ایمان کے قلمی نسخے ۱۱۱

کلیات ایمان (متن)

غزلیں ۱۲۱

قصائد ۳۳۳

مثنویاں ۳۷۹

نامہ منظوم ۴۰۸

رباعیاں ۴۱۳

ثلث ۴۲۵

سدسات ۴۲۶

خمسات ۴۳۴

قطعات ۴۵۰

متفرق اشعار ۴۵۱

ضمیمہ ۴۵۲

ضمیمہ نمبر پہلے مصرعوں کا اشاریہ ۴۶۰

ضمیمہ نمبر ۴۸۱

تغنیات ۴۸۳

تصحیحات ۴۸۶

تعارف

شیر محمد خان ایمان اٹھارویں صدی عیسوی کے نصف دوم میں حیدرآباد کے استارخان تھے ۱۷۷۱ء میں آصف جاہ ثانی نظام علی خاں کے عہد میں، سلطنت آصفیہ کا دارالحکومت اورنگ آباد سے، قطب شاہوں کے تاج پختی پانہ تخت، حیدرآباد کو منتقل ہوا تھا۔ اسطرح جاہ سلطنت کے وزیر اعلیٰ تھے، جن کے تدبیر و فراست، علم دوستی اور ادب نوازی، اور داد و دہش کی داستانیں، حیدرآباد کی تاریخ کا جز بن چکی ہیں۔ ایمان کو اسطرح جاہ کی سرپرستی حاصل تھی۔ ایمان اپنے زمانے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ آدمی تھے۔ وقائع نگاری کی خدمت پر مامور تھے، اور اپنی تہذیب و شائستگی اور مجلسی رکھ رکھاؤ کی وجہ سے احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دہلی میں مغلیہ حکومت تیزی سے زوال کی مراحل طے کر رہی تھی۔ دہلی پر پے درپے تباہیاں نازل ہو رہی تھیں۔ سودا، میرٹھن اور میراس اجڑے دیار کو خیر باد کہہ کر لکھنؤ میں آجیسے تھے۔ لسانی اعتبار سے وہ دور ختم ہو چکا تھا جبکہ شعراے دہلی، دکنی اردو کو بحیاری زبان تسلیم

کرتے تھے، اور اسی میں شعر کہتے تھے۔ مرزا مظہر کی تحریک کے زیر اثر، دہلی کی بولی، معیاری اردو قرار پانے لگی تھی، اور اہل دکن نے بھی سدرتجلی طرز، دہلی کی زبان کو معیار کے طور پر قبول کر لیا تھا۔ ایمان، دہلی کی معیاری اردو میں شعر کہنے والے، اولین شعراء حیدرآباد میں شمار ہوتے ہیں۔ اپنے زمانے میں وہ استاد وقت سمجھے جاتے تھے۔ ان کی شخصیت اور شاعرانہ مرتبہ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حیدرآباد میں مشاعروں کا اس وقت تک آغاز نہ ہوتا، جب تک کہ ایمان، شریف نہ لے آتے۔ مشہور ریختی گوشا، قیس، ماہ نقابا، چن، اور ملک الشعراء شیخ حفیظ دہلوی، ایمان کے شاگردوں میں شامل تھے۔

ایمان کے فحیم دیوان میں ایسے اشعار خاصی تعداد میں مل جاتے ہیں، جن میں زبان و بیان کی سادگی، احساس کی تازگی اور جذبہ کی حرارت ملتی ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہے گویا ایمان، حسرت اور بگر کے پیش رو ہیں۔ لیکن ان کا عام رنگ سخن کچھ مختلف ہے۔ مشکل زمینوں میں شعر کہنا اور روائے اشعار لکھنا، زبان و بیان پر قدرت کا اظہار، معنی آفرینی، اور احساس کے مقابلے میں الفاظ پر زور، وہ خصوصیات ہیں جو بحیثیت مجموعی ان کے اسلوب میں نمایاں ہیں۔ یہی اسلوب کہ کو شاہ نعیر اور ناسخ کا امتیازی رنگ قرار پایا۔

دیوان ایمان کے متعدد نسخے حیدرآباد کے کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ لیکن یہ دیوان تا تک منظر عام پر نہیں آیا تھا۔ عرصہ پہلے ایک مختصر انتخاب ایمان سخن کے نام سے شائع تھا۔ بارہ چودہ سال قبل شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی کی ایک طالبہ سیدہ ہاشمی نے "کلیات ایمان" کی تہذیب کا موضوع، اپنے ام۔ فنل کے مقالے کے لیے انتخاب کیا تھا۔ انہوں نے بڑی محنت سے دیوان ایمان کے مختلف مخطوطوں کا مطالعہ کیا، کلیات ایمان کی تدوین کی، اور مقدمہ لکھا۔ لیکن اپنا مقالہ داخل کرتے کے بعد وہ اپنے رفیق حیات کے ساتھ باہر چلی گئیں۔ پھر فیلیپی ملکوں کی تیل کی دولت نے، ہاشمی صاحبہ کو یونیورسٹی کی ڈگریوں سے بے نیاز کر دیا۔ لیکن اپنے کام کے

سلسلے میں جرمشت انہوں نے اٹھائی تھی، اسے ٹھکانے لگانے کا خیال شاید ان کے ذہن میں موجود تھا۔ سیدہ ہاشمی ام۔ اے میں، ڈاکٹر محمد علی آثر اور مسز راحت آثر کی ہم جماعت تھیں۔ انہوں نے ایک اچھا کام یہ کیا کہ ضروری ترمیم و اضافہ کے ساتھ اس مقالے کی اشاعت کی ذمہ داری آثر صاحب کو سونپ دی۔ آثر ایک آزمودہ محقق ہیں۔ ان کی متعدد تحقیقی تعانیف منظر عام پر آچکی ہیں، اور پسندیدگی اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جا رہی ہیں۔ ڈاکٹر آثر نے عادت کے مطابق، بڑی توجہ اور لگن کے ساتھ اس مقالے کی نظر ثانی کی، ضروری ترمیم اور اضافے کیے، اور اٹھارویں صدی کے اس ممتاز شاعر کے متن کی تدوین کا حق ادا کیا، اور اب یہ مقالہ ایک موقع تحقیقی کوشش کی حیثیت سے منظر عام پر آ رہا ہے

کلیات ایمان کی اشاعت، اٹھارویں صدی میں، حیدرآباد کے شعر و ادب کی تاریخ میں ایک اہم اضافہ ہے۔ میں کلیات ایمان کی اشاعت پر سیدہ ہاشمی صاحبہ اور ڈاکٹر محمد علی آثر دونوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔

پروفیسر غلام عمر خاں

سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی

و آندھرا پردیش اوپن یونیورسٹی

سمن زار۔ اکبر باغ

حیدرآباد ۳۶ ... ۵

۱۹۸۷ء دسمبر



پیش لفظ

اُردو کی تاریخ میں دکنی ادب کی تحقیق کی وجہ سے تین سو سال کا اضافہ ہوا۔ دکن میں اُردو ادب کا اتنا اور ایسا سرمایہ موجود ہے کہ اچھا سا لہا سال تک اس پر تحقیق ہو سکتی ہے۔ اس تحقیق سے اردو ادب کا دامن اور وسیع ہو سکتا ہے اُردو کے محققین مسلسل اس پر کام کر رہے ہیں اور ادبی اور شعری کارناموں کو منظرِ عام پر لا رہے ہیں۔ ان کی یہ تحقیق کدوکاوش ادب کے کسی نہ کسی تاریک گوشہ کو منور کرتی ہے۔ شیر محمد خان ایان بھی دکن کے ایسے شاعر تھے جن کے شعری کارنامے بڑی حد تک پردہِ خفا میں تھے۔ حالانکہ وہ ہم آہنگی کے شاعر تھے اور میر و سودا کے ہم عصر تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے کلیات کی ترتیب و تدوین اب تک نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ کیفیت و کسیت کے لحاظ سے ان کے شعری کارنامے اردو ادب میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سیّد ہاشمی قابل مبارک باد ہیں جنہوں نے ایان کے کلیات کو مرتب کیا ہے۔

سیّد ہاشمی کا یہ تحقیقی کام قابلِ قدر ہے۔ اس کی اشاعت کی ضرورت تھی۔ ڈاکٹر محمد علی اترنے ترسیم اور اضلع کے ساتھ اس تحقیقی کام کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے جو لائقِ تحسین اسباب کی جہاں بڑی ضرورت ہے کہ معیاری تحقیقی کاموں کو زیرِ طباعت سے آراستہ کیا جائے ورنہ

ہوتا یہ ہے کہ ایک مخطوطے پر تحقیق کام اگر شروع ہو تو دوسرے مخطوطے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور غیر مطبوعہ ادبی خزانہ میں دفن ہو کر رہ جاتا ہے۔ میرے خیال میں مختلف ادارے جیسے انڈیا کا ڈیمینا اس بات کی بھی کوشش کریں کہ جو تحقیقی مقالے قابل اشاعت ہیں اور مدت سے مختلف جامعات پر پڑے ہوئے ہیں، نئے مقالوں کے ساتھ ساتھ ایسے قدیم تحقیقی مقالات کی اشاعت کا بندوبست ایمان کے کلیات کی اشاعت کا اہتمام کر کے ڈاکٹر محمد علی اٹرنے نہ صرف سیدہ ہاشمی کی تحقیقی کدو کاوش کو ضائع ہونے سے بچایا ہے بلکہ دکنی ادب کے ایک اہم شاعر کے شعری کارنامے کو تمام و کمال سامنے لانے کی ایسی کوشش کی ہے جو ادبی دنیا میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ میں سیدہ ہاشمی کو ایک بار پھر مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے ایک ایسے موضوع پر کام کیا ہے جو اردو ادب میں ایک اہم اضافے کا موجب ہو سکا۔

پروفیسر یوسف سرمست

صدر شعبہ اُردو عثمانیہ یونیورسٹی

حیدرآباد

بنجرا ہل

حیدرآباد

۵ دسمبر ۱۹۸۷ء



ارتسامات

۱۔ داکٹر محمد انصار اللہ نظر، ریڈر شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

کوئی شاخ سرسبز اسی وقت تک ہو سکتی ہے، جب تک اس کا تعلق جڑ سے قائم ہے۔ جڑ سے الگ ہونے کے بعد نہ وہ شاخ داب رہ سکتی ہے اور نہ اس میں نمو ممکن ہے۔ زبانوں کی کرتی، وسعت اور فروغ کا انحصار بھی باقی کے سرلیے پر ہے۔ اس سرلیے کو نظر انداز کر دینا بڑی محرومی کی بات ہے لیکن باقی کو غص یا د کرتے رہنا ہرگز کافی نہیں ہے۔ زندہ قومیں اپنے اسلاف کے کارناموں کی نہ صرف حفاظت کرتی ہیں بلکہ ان عوامل اور محرکات کا بھی جائزہ لیتی ہیں جو ان کارناموں کے وجود میں لاسے جانے کا باعث ہوئے تھے، ان کو اپنے حال پر منطبق کر کے خامیوں اور خوبیوں کو معلوم کرتی ہیں اور پھر ایسے علم کی کوشش میں اپنے مستقبل کی تعمیر کرتی ہیں۔

مولوی عبدالحق اور ان کے ہم عصروں نے علم و ادب سے دلچسپی کی کہ روایتِ قیام کی تھی، خوشی کی بات ہے کہ حیدرآباد کی نئی نسل نے اس کو جاری رکھا ہے بلکہ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اس شوق نے مسابقت کے جذبے کی صورت اختیار کر لی ہے۔

اردو ادب کے مورخین عام طور سے جنوبی ہند کے شاعروں کے ذکر کو ولی اور سراج پر ختم کر دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سودا، اور میر، بلکہ ذوق اور غالب کے وقت میں بھی حیدرآباد میں ایسے باکال موجود تھے جن کا علمی مرتبہ شمالی ہند کے بعض شاعروں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ان کی علمی فتوحات کو منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ خاص حیدرآباد والوں نے شمال سے وہاں پہنچنے والے صاحب کالوں سے اثرات کس طور پر قبول کیے تھے۔

سیدہ ہاشمی جامعہ عثمانیہ کی فدرغ التحصیل ہیں انہوں نے ڈاکٹر حامیہ شکاری، ڈاکٹر حفیظ قتیل، پروفیسر غلام غفران، پروفیسر رفیعہ سلطانہ، پروفیسر منعمی تبسم وغیرہ استادوں سے فیض پایا ہے اور نتیجہ کے طور پر ادبیاتِ قدیم سے عمدہ شغف پیدا کیا ہے۔ انہوں نے ایم۔ فل کی ڈگری کے لیے اپنا تحقیقی مقالہ ”کلیاتِ ابان کی تنقیدی تدوین“ کے نام سے مرتب کیا تھا، اب ضروری حذف

اور اضافے کے بعد کتابی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔

شیر محمد خان ایمان کا شمار اپنے وقت کے استادوں میں ہوتا تھا وہ تیسرا و جرات کا معاصر تھا البتہ اس کا امتیاز یہ تھا کہ اس نے شاعری کی تقریباً سبھا مروجہ اصناف میں طبع آزمائی کی تھی بلکہ خیال کیا گیا ہے کہ نثر میں بھی کچھ لکھا ہو۔ اسکا کلیات یقیناً اس لایق تھا کہ اس کی طرف توجہ کی جاتی۔

ڈاکٹر محمد علی اثر عثمانیہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں ریڈر ہیں۔ دکنیات سے انہیں غیر معمولی دلچسپی ہے۔ اب تک ان کی دس کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان میں ”دکنی غزل“ ”بلستان گوگندہ“ ”دکنی دکنیات“ اور غوغا ہی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

سیدہ ہاشمی صاحبہ نے ”کلیات ایمان“ کا جو متن تیار کیا تھا اس میں ترقی اور اصلاح کی گنجائش تھی یہ سیدہ ہاشمی کی خوبی ہے کہ انہوں نے اس کو محسوس کیا اور ڈاکٹر محمد علی اثر کو اس پر نظر ثانی کے لیے آمادہ کر دیا۔ ڈاکٹر اثر نے بعض نئے محتوطات کا پتا لگایا اور ان کی مدد سے نہ صرف متن کو بہتر طور پر درست کرنے کی کوشش کی بلکہ مقدمہ میں بھی قابل لحاظ ترمیم اضافے کیے۔

”کلیات ایمان“ کا شائع کیا جانا ایک مفید کام ہے اور اس کے لیے سیدہ ہاشمی اور ڈاکٹر اثر دونوں مبارکباد کے مستحق ہیں۔



ڈاکٹر مرزا اکبر علی بیگ - ریڈر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی - حیدرآباد

شیر محمد خان ایمان تیسرا و جرات کے معاصر حیدرآبادی شاعر ہیں۔ وہ محمد عاقل خاں کے بیٹے تھے جو سرکار نظام کے ملازم تھے۔ ایمان اپنی قادر الکلامی اور شاعرانہ فن کاری کی وجہ سے اپنے عہد کے تداور شعرا میں شمار ہوتے تھے۔ ایمان نے دکنی روزمرہ اور محاورہ کو ترک کر کے دلی کی معیاری اردو زبان میں

شعر گوئی کی بنیاد ملی۔ ان کی شہرت صرف حیدرآباد ہی میں نہیں تھی بلکہ ان کی شاعری کے چہرے شمال ہند میں بھی ہونے لگے تھے۔ ایمان کو شعر گوئی کے علاوہ تاریخ گوئی اور وقائع نگاری میں بڑی مہارت تھی۔ اس دور کے تمام شعرا اور امرا ایمان کی عظمت کو تسلیم کرتے تھے اور استاد دی کے قائل تھے۔ اس زمانے کے مشاعروں کا تصور ایمان کی موجودگی کے بغیر ناممکن تھا۔

ایمان کے ہم عصر شعرا میں مرزا علی لطف دہلوی بھی تھے ایمان لطف کی حیدرآباد میں آمد پر ملاقات کے لئے آئے تھے۔ عبدالجبار ملکا پوری لکھتے ہیں: ”بندکان عالی آصف جاہ ثانی کے زمانے میں حیدرآباد دکن آئے شہر میں آپ کی (لطف) شہرت ہوئی اس وقت کے شعرا مثلاً شیر محمد خان ایمان آپ سے (لطف) ملنے کو آتے آپ (لطف) نہایت خوش اخلاقی سے ملے اور اپنا کلام سنایا سب خوش ہوئے“

(محبوب الزمن حصہ دوم حیدرآباد دکن ۱۸۱۱ء تا ۱۸۲۱ء)

ایمان شاہ تجلی علی تجلی کے شاگرد تھے۔ لطف کے معاصر شعرا ایمان کا بہت احترام کرتے تھے ایمان کے شاگردوں کا علم نہایت وسیع تھا۔ ماہ نقابا لئی چندا، محمد صدیق قلیس اور شیخ حنیف دہلوی ان کے اہم تلامذہ ہیں ان میں شمار ہوتے ہیں۔ ایمان ایک قادر الکلام اور خوش گوشاعر تھے۔ ان کے ضخیم کلیات میں غزل، قصیدہ اور مثنوی جیسی مقبول اصناف سخن کے علاوہ مثلث، رباعی، قطع، خمیس اور سدس بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ بحیثیت مجموعی وہ ایک غزل گوشاعر تھے لیکن قصیدہ نگاری میں، رباعی گوئی اور مثنوی نگاری میں بھی انہوں نے شاعرانہ فن کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ ”کلیات ایمان“ کے مخطوطے مختلف کتب خانوں میں کسمپرسی کے عالم میں بکھرے پڑے تھے۔ ”دیوان ایمان“ کو مرتب و مدون کرنے کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دور افتادہ سیدہ ہاشمی صاحبہ نے ”دیوان ایمان“ کی تدوین کے موقع پر ۱۹۷۷ء میں ایس۔ نل کا مقالہ تجرہ کر لیا تھا جسے اب میرے رفیق کاریر ادم ڈاکٹر محمد علی اثر صاحب ریڈر اردو پٹی۔ جی کالج عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد کے ترمیم و اضافے کے ساتھ کتابی صورت میں منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ میں سیدہ ہاشمی صاحبہ کو ان کی پہلی تصنیف کی اشاعت پر مبارکباد دیتا ہوں۔

ڈاکٹر مرزا ابر علی بیگ

ریڈر اردو، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد

حیدر گڑھ - حیدرآباد

المرقوم ۵ دسمبر ۱۹۸۷ء

حرفِ آغاز

استاد الشعراء شاعر محمد خاں ایمان بارہویں صدی ہجری کے مشہور شاعر ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی شخصیت اور فن پر ہنوز کوئی خاطر خواہ تحقیقی کام نہیں ہوا۔ مولوی سید محمد مہر م نے ”ایمان سخن“ کے نام سے ایک کتابچہ ۱۳۲۷ھ میں ادارہ ادبیات اردو سے شائع کیا تھا، جس میں ایمان کا کچھ منتخب کلام بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ مجملہ مکتبہ میں عمر یافعی صاحب نے ایمان کا کچھ کلام شائع کیا تھا مگر ایمان جیسے قد آور شاعر پر یہ تحقیقی کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لیے راقم نے اپنے ایم نفل کے تحقیقی مقالہ کے لیے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ یوں بھی مخطوطات کا تقابلی مطالعہ کر کے کسی قدیم شاعر کے کلام کو صحت مندانہ انداز میں مرتب کرنا ایک ایم۔ نفل کے طالب علم کے لیے جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔ اس سلسلہ میں راقم کو اپنی کوتاہیوں کا دلین طرح احساس ہے۔ ”دیوان ایمان“ کے مختلف مخطوطات کے کاتبوں کی انتہائی بے پرواہی اور سہل انگاری نے ایمان کے کلام کو مرتب و مدون کرنے والوں کے لیے مزید رکبانیں پیدا کر دیں۔ شاید اسی لیے ایمان جیسے دیوانست شاعر کی حیات، شخصیت اور شاعری کے موضوع پر کوئی تحقیقی کام ہوا ہے اور نہ ”دیوان ایمان“ کو مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تدوین متن کے قطع نظر ”کلیات ایمان“ کے مقدمہ کو بائچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں اس سیاسی، سماجی اور ادبی پس منظر پر روشنی ڈالی گئی ہے جس میں ایمان کی شاعری نے نشوونما پائی۔ دوسرے باب ایمان کے حالات زندگی سے متعلق ہے۔ تیسرے باب میں ایمان کے ہم عصر شعرا اور نژاد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ چوتھے باب ایمان کے فکر و فن سے متعلق ہے۔ اس باب میں ایمان کی غزل گوئی، قصیدہ نگاری، رباعی گوئی اور مثنوی نگاری کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ایمان کی دیگر تصانیف پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ پانچویں باب میں ”دیوان ایمان“ کے قلمی نسخوں کی ترمیم کی گئی ہے۔

میں اثر جہانی (ڈاکٹر محمد علی اختر) ریڈر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ کی بطور خاص نمونہ ہوں جنہوں نے نہ صرف اس کتاب کے تمام ابواب پر نظر ثانی کی ایمان کی دو دین سے زاید ایسی منطوقہ دیبانت کس جو میرے مقابلہ میں شامل نہیں تھیں بلکہ ایمان کی دیگر تصانیف ایمان کی رباعی نگاری اور دیوان کے قلمی نسخے کے عنوان سے تین نئے ابواب تحریر کر کے اس کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا۔

میں استاد محترم پروفیسر غلام غم خاں صاحب سابق صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی و آندھرا پردیش اوپن یونیورسٹی کی منت گذار ہوں جنہوں نے اپنی کوتاہیوں علمی معروفات کے باوجود اس کتاب کا تعارف لکھنے کی زحمت گوارا کی۔

پروفیسر یوسف سرمست صاحب صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی نے ازراہ عنایت اس کتاب کا پیش لفظ تحریر فرمایا ہے جس کے لیے میں موصوف کی تہ دل سے شکر گزار ہوں۔

میں ڈاکٹر جمیل جالبی مدرسین مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ڈاکٹر محمد انوار اللہ نظر ریڈر شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ڈاکٹر مزار علی بیگ ریڈر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ کی بھی سپاس گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے بارے میں اپنے تاثرات قلمبند کیے ہیں۔

ڈاکٹر سید حمید شطاری صاحب اور ڈاکٹر حفیظ قیصل صاحب نے مقالہ کی ترتیب و تدوین میں میری رہنمائی فرمائی تھی۔ اردو کے یہ دونوں خدمت گذار اب ہمارے درمیان سے اٹھ چکے ہیں، اپنے مرحوم اساتذہ کی مغفرت کے لیے دست برد دعا ہوں۔

ڈاکٹر رحمت علی صاحب (کتب خانہ سالار جنگ) جناب وقار خلیل صاحب، خواجہ محمد سرور صاحب (ادارہ ادبیات اردو) اور جناب کرامت علی صاحب (اورینٹل بکسٹریٹ لائبریری) نے دیوان ایمان کے قلمی نسخوں سے استفادہ کرنے میں میرے ساتھ تعاون کیا ہے۔ جس کیلئے میں ان محفرت کی نمونہ ہوں۔

اثر جہانی کے عربی شاعر و جناب سید عباس متقی اور محمد نسیم الدین نسیم بھی شکر یہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ اور کتب و طباعت کے مختلف مراحل میں تعاون کیا۔

سیاسی سماجی اور ادبی پس منظر

سلطنت آصفیہ کا قیام ایسے دور میں عمل میں آیا جب کہ ہندوستان سیاسی اور تمدنی اعتبار سے انتشار کا شکار تھا۔ اورنگ زیب کے انتقال کے وقت سلطنت اتنی وسیع ہو چکی تھی کہ اسکا انتظام اورنگ زیب کے کمزور جانشینوں سے ممکن نہ تھا۔ اورنگ زیب کے بعد جو سیاسی بھونچال ہندوستان میں آیا اس میں مرہٹہ - راجپوت - جاٹ - سکھ اور دہلی سلطنت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ملک کے مختلف حصوں میں اپنا اپنا اقتدار قائم کرنے میں نہلک تھے۔ مختلف طاقتیں جو عہد اورنگ زیب کے بعد سے سلطنت مغلیہ کی بیخ کنی میں مصروف تھیں ان میں مرہٹوں کا زیادہ حصہ تھا۔ فرخ سیر کے زمانے میں دکن پر ان کا اچھا خاصہ اقتدار قائم ہو گیا بادشاہ نے ردیوں کی فکر کی تو سید برادران نے ساتھ نہ دیا۔ فرخ سیر کے بعد کئی شہزادے تخت پر بیٹھے لیکن ان کی حکومت برائے نام تھی حقیقت میں کوئی بادشاہ نہ تھا۔ بالآخر محمد شاہ تخت نشین ہوا۔ مگر یہ بھی اورنگ زیب کے بعد کے دوسرے بادشاہوں کی طرح آرام طلب، امور سلطنت سے لاپرواہ اور عیش و عشرت کا رسیا تھا۔ اس کے بھی خواہوں نے انتظام سلطنت کو درست کرنے کی بہت کوشش کی مگر آپس کے اختلافات نے وزیروں کو متفق نہ ہونے دیا۔

فرخ سیر کے زمانے میں نظام الملک آصفیہ اول دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے

کچھ عرصے کے بعد محمد شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے آصفیہ کو مستقل اور سرحد آباد پر منتقل کر دیا اور دکن کی صوبہ داری پر حسین علیخان کو مقرر کیا گیا۔ اس وقت مغلیہ سلطنت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ بادشاہ چند امیروں کے ہاتھوں کٹ پتی بنے ہوئے تھے۔ اُسے دن کی بد انتظامی سے تنگ آکر نظام الملک مستغنی ہو جانا چاہتے تھے مگر چھٹا نے نظام الملک کو دکن سے طلب کر کے قلمدان وزارت ان کے سپرد کیا۔ اس اثنا میں نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مغلیہ سلطنت کی حالت مزید ابتر ہو گئی تھی۔ نظام الملک نے سلطنت کی بگڑی ہوئی حالت کو بہتر بنانے کی بہت کوشش کی لیکن محمد شاہ کو لوگوں نے اُن سے بد دل کر دیا تھا۔ نظام الملک کو ان باتوں کا علم تھا۔ اس لیے وہ بادشاہ سے اجازت لے کر دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ بادشاہ کو ان کے جانے سے کچھ شک پیدا ہوا۔ اس لئے حفیہ طور پر مسیہر آباد کے صوبہ دار مبارز خان کو حکم بھیجا کہ نظام الملک آصفیہ کو صوبہ دار دکن کے عہدہ سے معزول کر کے خود صوبہ دار بن جائے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔ جب آصفیہ پہنچے تو شکر کہڑے مقام پر اسکے یہ سالار نظام علیخان سے مقابلہ ہوا۔ آصفیہ نے نفع پائی اور بادشاہ سے قطع تعلق کر کے ایک آزاد اور خود مختار ریاست کی بنیاد ڈالی۔

نظام الملک کے دادا خواجہ مسیح عابد شاہ جہاں کے دور حکومت میں ہندوستان آئے اور دکن کی تمام بہات میں وہ اور ان کے فرزند شہاب الدین خاں اور ان کے بیٹے کے ساتھ رہے۔ خواجہ عابد کے والد شیخ عالم اپنے دور کے جید عالموں میں شمار ہوتے تھے۔ اور تنگ زیب نے خواجہ میر عابد کی غیر معمولی انتظامی قابلیت اور نمایاں فوجی خدمات کے صلے میں انہیں تبلیغ خاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ اور تنگ زیب کے عہد کی تمام لڑائیاں اہمیت رکھتی ہیں، لیکن گولکنڈہ کا محاصرہ اور اس کی تسخیر

خواجہ میر عبدالوش شہاب الدین نے نمایاں حصہ لیا۔ اس سلسلے میں عبدالمجید صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ۔

”بیجا پور کے محاصرہ میں شہاب الدین خاں نے ایسے آڑے وقت رسد پہنچائی تھی جبکہ سارا کام اسی رسد پر منحصر تھا۔ ورنہ شہزادہ آعظم کی تمام قوچ ہلاک ہو جاتی اور نعل سلطنت بہت رسوا ہوتی۔ نہ صرف شہزادہ آعظم خود شہشاہ نے انکی دل کھول کے داد دی“ عا

خواجہ عبدالگوگتہ کے محاصرہ میں کام آگئے۔ ان کے فرزند شہاب الدین خاں نے اورنگ زیب کے غمہ حکومت میں نمایاں کارنامے انجام دیئے یہ عجیب اتفاق ہے کہ ان لوگوں کی اکثر خدمات دکن کے لیے وقف رہیں۔ گوگتہ کے محاصرہ میں جب خواجہ غابد شہید ہوئے تو اورنگ زیب نے ان کو غازی الدین خاں فیروز جنگ کا خطاب عطا کیا۔ اورنگ زیب کو شہاب الدین خاں کے کارہائے نمایاں سے اتنی خوشی ہوئی کہ انہیں ”فرزند ارجنٹ“ کے خطاب سے بھی سرفراز کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بیجا پور اور گوگتہ دونوں کی فتح میں انہوں نے انتھک کوشش کی اور کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

شہاب الدین خاں کے فرزند قمر الدین خاں ۱۶۷۱ ع میں پیدا ہوئے۔ اورنگ زیب ہی نے ان کا نام قمر الدین رکھا عا۔ قمر الدین خاں نے ابتدائی تعلیم دکن ہی میں حاصل کی۔ قمر الدین خاں پچیس ہی سے غیر معمولی ذہین تھے۔ آئی لکے اورنگ زیب نے کہا تھا کہ —

”آثار رشد و سعادت بر حسین فرزند

غیر وز جنگ یافتہ میشود“ ۱

قمر الدین خاں کو بچپن سے علمی ذوق و شوق تھا۔ انہوں نے اپنے ابا و اجداد کے علمی معیار کو بڑے سہار رکھا۔ ان کے نانا سعد اللہ خاں نے اپنی علمی قابلیت اور ذہانت و دیانت کے باعث ترقی کرتے ہوئے شاہ جہاں کے دور میں وزیر اعظم کا عہدہ حاصل کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آصفیاء اولیٰ نے نہ صرف ددھیال بلکہ سنجیال سے بھی علم و فضل کو ورثہ میں پایا تھا۔ سترہویں صدی میں ہندوستان کے امیروں اور رسیوں کو کتابی علم کے ساتھ ساتھ فوجی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ آصفیاء اولیٰ کی تعلیم و تربیت بھی اسی معیار کے مطابق ہوئی اور انہوں نے بہت جلد درسی تعلیم اور فوجی لیاقت میں مہارت حاصل کر لی۔ آصفیاء اولیٰ اردو، عربی اور فارسی کے علاوہ ترکی زبان بھی جانتے تھے۔

آصفیاء اولیٰ نے اردنگ زیب کے دربار میں باپ کے ذریعہ باریابی حاصل کی اور ان کی زندگی ہی میں مختلف لڑائیوں میں شریک ہونے لگے تھے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں لکھتے ہیں کہ۔

”تیرہ سال کی عمر سے آپ کی علمی فوجی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا ۲
آصفیاء اولیٰ نے نہ صرف علمی طور پر لڑائیوں میں حصہ لینا شروع کیا بلکہ میدان جنگ میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ شہنشاہ نے منصب و خلعت کے ساتھ ساتھ چچن قلیج

۱۔ حدیقۃ العالم - جلد دوم - صفحہ (۱۶۹)

۲۔ نظام الملک آصفیاء اولیٰ (انگریزی) ڈاکٹر یوسف حسین خاں صفحہ ۲۲

کا خطاب بھی عطا کیا۔

آصفیاء اول نے فوجی خدمات میں اپنی صلاحیت اور اولوالعزمی سے نہ صرف اورنگ زیب کے دل میں جگہ بنائی بلکہ انہیں اورنگ زیب کا کل اعتماد بھی حاصل ہو گیا تھا۔ اورنگ زیب کے انتقال کے وقت تک انہوں نے پینچ ہزاری کے منصب تک ترقی کر لی تھی۔ بیجا پور کے گورنر بھی بنے۔ فرخ سیر کے عہد میں انکو ”نظام الملک فتح جنگ“ کا خطاب ملا اور ہفت ہزار منصب سے سرفراز کیے گئے۔ انہوں نے اپنے تہہ بر سے حسین علی خان جیسے مقتدر کوشکست دیکر اپنا اقتدار قائم کیا۔

آصفیاء اول کے بعد ان کے فرزند نواب نام جنگ تخت نشین ہوئے مگر آصفیاء اول کے بھانجے مظفر جنگ ہدایت محی الدین خاں نے فرانسیسوں کی مدد سے نام جنگ سے مقابلہ کیا۔ تجلی علی لکھتے ہیں —

”نام جنگ باپ کی جگہ مسند نشین حکومت دکن ہو چکے تھے مگر ان کے بھانجے ہدایت محی الدین خاں نے حکومت کا دعویٰ کیا نام جنگ کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ہدایت محی الدین خاں نے فرانسیسوں، اپنے ساتھ شامل کر لیا۔“

اس وقت جنوبی ہندوستان میں یورپ کی دو رقیب طاقتوں نے انگریزوں اور فرینچ میں حکومت و اقتدار کے لیے رسہ کشی چل رہی تھی یہ دونوں طاقتیں ہندوستان میں اپنی علمداری قائم کرنا چاہتی تھیں۔ انگریزوں نے نام جنگ کا ساتھ دیا۔ اور فرینچ نے مظفر جنگ کی مدد کی۔ فرانسیسی فوج تھوڑے ہی عرصہ بعد میانہ جنگ سے

ہٹ گئی اور منظر جنگ مغلوب ہو کر نام جنگ کی قید میں پھنس گئے۔ نامہ جنگ کو خود ان ہی کے ملازمین نے قتل کر دیا اور ان کی جگہ منظر جنگ صوبہ دار دکن مقرر ہوئے۔ لیکن انہوں نے کل اختیارات ریاست فرانسسیسی کمانڈر موسیو ڈوپلی کے سپرد کر دیے۔ ان کی اس کاروائی سے پچھلانیوں کو سخت مایوسی ہوئی اور آپس میں سازش کر کے انہیں بھی قتل کر دیا۔ شیخ چاندر قحطپاز ہیں کہ —

”اس طرح مغربی قواعد دان فوج بھی ہن کے ہمراہ تھی جب نامہ جنگ
شہید ہو گئے اور فرانسسیوں کے سر پرست ہدایت محمدی الدین
خاں کو دکن کی حکومت مل گئی تو فرانسسیوں کا عروج شروع ہو گیا۔
مگر راستہ میں ہدایت محمدی الدین خاں بھی مارے گئے۔“

اسکے بعد آصفیہ اول کے تیسرے فرزند نواب صلابت جنگ ۱۱۶۴ھ میں مسند نشین ہوئے۔ ان کا عہد حکومت حوادث سے بھرپور رہا۔ فرانسسیوں نے عروج حاصل کر لیا۔ سر ہٹوں نے زور پکڑا اور ملک کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گئے۔ امن و امان مفقود ہو گیا۔ اُمراء میں سازشیں ہونے لگیں۔

نواب صلابت جنگ کے عہد میں جب سیاسی انتشار بڑھنے لگا تو انہوں نے حکومت سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ان کے چھوٹے بھائی نظام علیخان آصفیہ ثانی مسند نشین ہوئے۔

آصفیہ ثانی کی تخت نشینی کے وقت تمام ہندوستان میں انتشار پھیل چکا تھا۔ مغلیہ حکومت زوال آمادہ ہو گئی ایک بڑی شوکت عالمگیر سلطنت بے وقعت ہو چکی تھی۔ مغل شہنشاہیت برائے نام باقی رہ گئی تھی اور مرہٹوں کی قوت تمام ہندوستان میں

محسوس کی جا رہی تھی۔ اب تدارف انیسویں سے آصفیہ ثانی کا اتحاد رہا۔ لیکن آگے چل کر انگریزوں سے دوستی پیدا کر لی۔ اور نہایت تدبیر سے سیاسی مسائل کو حل کر کے اس امان کی فضا پیدا کی۔ نئے قوانین مرتب کر کے ملک کے نظم و نسق کو درست کیا۔ آصفیہ ثانی بڑے مردِ مہتمم تھے۔ انہوں نے دوائیے و زراعت کو منتخب کیا جو اپنی فہم و فراست سے تاریخِ دکن میں مشہور ہیں۔ نواب رکن الدین موسیٰ خان اور نواب ارسلو جاہ دونوں نے اپنے زمانے میں ملک کی پر خلوص خدمت کی۔

آصفیہ ثانی نے ملک کے سیاسی انتشار پر قابو لانے کے بعد صنعت و حرفت تجارت و زراعت کی ترقی کی طرف توجہ کی اور ملک کی معاشی حالت کو درست کیا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ملک کی تعلیمی حالت بہتر بنانے کی کوشش کی۔ انہیں کے دورِ حکومت میں پایہ تخت کی تبدیلی عمل میں آئی یعنی پایہ تخت اورنگ آباد سے حیدرآباد منتقل ہوا۔

آصفیہ ثانی نے اپنی علمی سرپرستی اور قدرا فرمائی سے دکن میں ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ جس کے اثر سے حیدرآباد کے امرا بھی علمی سرپرستی کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھنے لگے تھے۔ چنانچہ شمس الامراء اور اعظم الامراء ارسلو جاہ علم و فضل کے بڑے قدردان گذرے ہیں۔

آصفیہ ہی سلطنت بشمول حیدرآباد چند دکنی صوبوں پر مشتمل تھی۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں یہ حکمران جو معیار قائم کر دیتے تھے انہیں کی تقلید رعایا کرتی تھی۔ آصفیہ ہی حکمرانوں نے اپنے آپ کو اہل دکن کی زندگی کے انشعب و فراز اور ان کے رنج و غم اور ان کی خواہشوں اور تمناؤں سے پوری طرح وابستہ رکھا۔ یہ حکمران علم و فضل سے خاص شغف رکھتے تھے اور اہل کمال کے دل سے یہ قدردان تھے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ نظم و نسق کے تراش کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔

لیکن ساتھ ہی علم و ادب سے خاص دلچسپی کے باعث وہ علما و فضلا اور شعراء کی نہ صرف صحبت سے استفادہ کرتے اور ان کی سرپرستی و قدرا فرمائی کرتے بلکہ انہیں انعام و اکرام سے بھی سرفراز کرتے تھے۔

شمالی ہند کے شعراء کی آمد:

۱۱۳۶ھ میں سلطنت آصفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۱۳۶ھ سے ۱۲۲۰ھ تک کا دور سرزمینِ دکن پر آصفیہ اول اور آصفیہ ثانی کی حکمرانی کا دور ہے۔ اس زمانے میں اورنگ آباد ہی علم و فضل کا مرکز تھا اور یہاں بیجا پور و گولکنڈہ کے اہل کمال کے ساتھ دہلی کے اہل کمال بھی موجود تھے۔ آصفیہ ثانی کے زمانے میں جب حیدرآباد سلطنت آصفیہ کا دارالحکومت قرار پایا تو دکن کے اہل فن حیدرآباد میں جمع ہونے لگے اور کچھ ہی عرصہ میں حیدرآباد نے اورنگ آباد کی جگہ لے لی۔ اس دور کے شاعر نہ صرف اورنگ آبادی ہیں بلکہ برہان پور، دہلی حیدرآباد اور دوسرے شہروں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔

سلطنت آصفیہ میں دکنی شاعروں اور انشاپر وازوں کے علاوہ بیرون ملک کے شعراء۔ علما۔ فضلا اور اہل کمال بھی آصفیہ اول اور آصفیہ ثانی کے سایہ عاطفت میں داخل ہونے لگے۔ آصفیہ ہی حکمرانوں نے ان کے فن و کمال کی قدر و منزلت کی اور انہیں دربارِ دہلی کے ساتھ نوازا۔ بقول ہاشمی صاحب

دو اکثر علما، مثلنح۔ عرب و ماورالنہر و خراسان و عراق
و اطراف ہندوستان سے دکن کو آئے اور حسبِ حوصلہ لیاقت
آپ کی بارگاہ سے سرفراز ہوئے۔۔۔

عزیز الدین ہاشمی صفحہ ۷۱ء

علمی سرپرستیوں کے ضمن میں آصفیاء ہوں گی یہ داد و دہش صرف دکن کی حد تک محدود نہیں تھی بلکہ شمالی ہند کے شعراء کو بھی انہوں نے نوازا ہے چنانچہ آصفیاء اول نے فضل علیخان کو صرف ایک رباعی کے صلہ میں ایک ہزار روپے انعام اور خلعت واسپ سے سرفراز کیا۔ شمالی ہند کے شاعر موسوی خان فطرت بھی آصفیاء ہی سلطنت کے فیض یافتگان میں سے ہیں۔ فطرت شاعر کی حیثیت سے بلند مقام رکھتے ہیں۔ فطرت کو آصفیاء اول نے اپنے دارالانشاء کی محافل پر مامور کیا تھا۔ آصفیاء اول ان کو اپنے دور کا ابراہیم الفضل کہا کرتے تھے۔ فطرت کی قابلیت سے یہ اتنے متاثر تھے کہ ساٹھ روپے ماہوار سے دو ہزاری منصب تک ترقی دے دی۔ قزلباش خاں امیر اور مرزا خان رسا بھی آصفیاء اول کی غایات و سرپرستی کے مرہون منت ہیں۔

آصفیاء اول کے بعد آصفیاء ثانی نے اپنی علمی قدر دانیوں سے دکن میں ایک ایسی فضا بنائی تھی جس کے اثر سے حیدرآباد کے امرا بھی علمی سرپرستیوں کو اپنے لئے باعث عزت و شرف سمجھنے لگے تھے۔ چنانچہ شمس الامراء اور ارسطو جاہ علم و فضل کے بڑے قدردان گذرے ہیں۔

اس دور کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس زمانے کے حیدرآباد کے شعرا شمالی ہند کے شعر کی تحریک سے متاثر ہو کر اپنی قدیم زبان ترک کرنے لگے تھے۔ اس زمانے میں دہلی کے کئی نامور شاعر و عالم حیدرآباد آچکے تھے۔ اور یہاں ان کی بڑی قدر افزائی کی گئی۔ اور حیدرآباد کے شعر آئے شمالی ہند کے اردو شاعروں کی پیر دی شروع کی۔

مرزا علی لطف دہلوی اسی دور میں حیدرآباد آئے تھے۔ ارسطو جاہ نے ان کی بہت عزت افزائی کی اور دربار شاہی میں پیش کر کے چار سو روپے ماہانہ

بہت	بجائے	بجوت	بغیر	بجائے	بن
سے	"	بیٹے لیتی	باس نزدیک	"	کنے
ہونٹ لب	"	اوتھر	تسکبھی	"	کبھو
زیادہ	"	ازک	تو	"	توں
مانند	"	سار	اور	"	ہور
سورج	"	سور	کو	"	کوں
لباس	"	کسوت	ہمیشہ	"	نت
زیادہ	"	لجی	سے	"	سین
جان دل	"	جیو	اپنا	"	اپس
صنم محبوب	"	پیو	کسی	"	کسو
۔۔۔	"		ہمارا ہماری	"	ہمن

اردو شاعری کا پہلا دور خانوادہ آصفی کے پہلے تین حکمرانوں آصفیہ اول۔
نام جنگ شہید اور صلابت جنگ کی علمی سرپرستیوں سے فیض یاب ہوا۔ اس عہد کے
پچاس سے زائد شعرا نکلتے چلتے ہیں۔ جن میں سے اکثر اورنگ آبادی ہیں۔ مثلاً
مرزا داد سیہ سراج الدین سراج۔ عارف الدین خاں عاجز۔ خواجہ علی خاں
موزوں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی وغیرہ ہیں۔

جب حیدر آباد سلطنت آصفیہ کا دارالسلطنت قرار پایا تو سیاسی سرگرمیوں
کے ساتھ علمی و ادبی سرگرمیاں بھی یہیں منتقل ہو گئیں۔ آصفیہ ثانی نے طویل عرصہ تک
حکومت کی لیکن ان کا زیادہ وقت سلطنت کے استحکام و بقا کے لیے جدوجہد میں گزر گیا۔
لیکن اس کے باوجود انہوں نے علم و شعرا ادیبوں اور اہل کمال کو سرپرستی کے ذریعہ

دکن میں سرگرمیوں کے فروغ دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور اپنی علم دوستی سے ملک کی بہت کچھ علمی خدمت انجام دی۔

اصفاہ ثانی نے اپنے پیش رو حکمرانوں کی طرح شعرا اور ادیبوں کی قدر افزائی کی اور ان کی امداد و سرپرستی میں دریا دلی کا ثبوت دیا۔ جن علما شعرا اور ادیبوں کو ان کی سرپرستی لقیب ہوئی ان میں سے چند یہ ہیں۔

میر عبد الولی عزلت (سورت سے اورنگ آباد پہنچے اور پھر وہاں سے حیدر آباد آئے)

اسد علی خان تمنا (اورنگ آبادی)

شاہ تجلی علی بکلی (حیدر آبادی)

لچھمی نارائن شفیق (اورنگ آبادی)

نواز نس علی خان شیدا

خواجہ عنایت اللہ مفتوں

حالات زندگی

جس وقت شمالی ہند کی مضافوں میں سید درد اور سودا کے نغمے گونج رہے تھے اُسی زمانے میں، حیدرآباد دکن میں ایمان کا طوطی بول رہا تھا۔ بحیثیت شاعر ایمان سید اور سودا کے مرتبے کو نہیں پہنچتے، لیکن وہ اٹھارویں صدی کے نصف آخر کے سب سے بڑے حیدرآبادی شاعر تھے۔ اس وقت دکن میں ان کے پایہ کا کوئی شاعر نہیں تھا۔ ایمان اپنے وقت کے استاد العشر تھے لیکن اس کے باوجود ان کے واقعات حیات پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی تاریخ پیدائش درمیانہ زندگی کے حالات اور مدفن کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ البتہ معاصرین کے تذکروں اور دکنی ادب سے متعلق کتابوں میں ایمان کے حالات زندگی کے بارے میں کچھ اچھٹے ہوئے اشارے ضرور مل جاتے ہیں۔

نام اور نخلص : عب الغفور زناخ وہ واحد تذکرہ نگار ہے، جس نے ”سخن الشعرا“ میں ایمان کی سیادت ظاہر کرتے ہوئے ان کا نام سید شیر محمد خاں لکھا ہے۔ زناخ کے الفاظ یہ ہیں۔

”ایمان نخلص سید شیر محمد خاں حیدرآباد دکن کے شعراے مشاہیر میں تھے۔“

علاحدہ مستحقہ : اعظم الدولہ سرور صفوۃؒ اصل فارسی اقتباس یوں ہے۔
 ”بالفضل شاعرے مثل او در آں نواح نیست“
 ۲ ”سخن الشعرا“ ص ۵۹

اس کے برعکس عبدالجبار خاں صدیقیؒ، خواجہ غلام حسین خاںؒ، عبد اللہ خاں ضعیفؒ،
 میر قدرت اللہ قاسمؒ، سعادت خاں ناصرؒ، شاہ کمالؒ، ابوالقاسمؒ، ڈاکٹر زورؒ،
 پروفیسر سروریؒ، مولوی سید محمدؒ، جناب عمر یحییٰؒ اور سید اشفاق حسینؒ نے ایمان
 کا نام شہیر محمد خاں لکھا ہے اور یہی نام ”کلیات ایمان“ (مخطوطہ ۴) مخزن ادارہ ادبیات
 اردو حیدر آباد) اور ”مجموعہ فصاحت“ (مخطوطہ ۵) مخزن کتب خانہ الاربعہ جنگ
 میں بھی تحریر کیا گیا ہے۔ اس لیے ایمان کے نام شہیر محمد خاں کو تسلیم کر لینے میں شک
 و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

ایمان کے والد : ایمان کے والد کا نام محمد عاقل حساں تھا اور وہ نانک کے
 لقب سے مشہور تھے۔ نانک حیدر آباد کے متوطن اور اخبار
 گوئی یا وقائع نگاری کی خدمت پر مامور تھے۔ ایمان حیدر آبادی میں پیدا ہوئے
 کسی تذکرے یا تاریخی تصنیف میں ایمان کی پیدائش درج نہیں ہے۔

۲۔ محبوب الزمن تذکرہ شعراء دکن۔ (جلد اول)
 ۲۴۸ ص ۲ تاریخ گلزار آصفیہ۔ ص ۴۸۸ یادگار ضعیف (تلمی) ادارہ ادبیات اردو
 حیدر آباد۔ ص ۱۱۰ مجموعہ تغز (جلد اول) ص ۹۲ تذکرہ خوش معرکہ زیبا ص ۶۶۔
 مجموعہ الانتخاب (تلمی) کتب خانہ الاربعہ جنگ ص ۹۹ ب ۱ بوستان سخن ابوالقاسم
 ص ۹۔ داستان ادب حیدر آباد۔ ص ۱۳۱ غزاقہ سب مخطوطات جامعہ عثمانیہ
 ص ۱۲۹ ایمان سخن۔ ص ۱۹ جملہ مکتبہ ”بادہ دکن“ اپریل ۱۹۲۸ ص ۵۲۔
 ۱۳ مرقع سخن (جلد اول) ص ۱۴ سید محمد۔ ایمان سخن ص ۱۹

تعلیم و تربیت : ایمان کے والد محمد عاقل خاں نے ان کی تعلیم و تربیت کا

خاں اہتمام کیا تھا چنانچہ انہوں نے شہر کے مشہور و معروف علما و فضلاء سے عربی و فارسی کے متداولہ علوم و فنون کی تعلیم دلوائی۔ ان کے ایک استاد شاہ تجلی (م ۱۸۰۰ء) مولف ”ترک آصفیہ“ بھی تھے جو اپنے زمانے کے ایک بلند پایہ عالم مشہور مورخ اور خوش گوشتاعر تھے۔ انہوں نے اپنے تذکرہ ”ترک آصفیہ“ میں ایمان کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ تجلی کو اپنے اس شاگرد پر ناز تھا، ان کے الفاظ یہ ہیں ”شیر محمد خاں ایمان کر گلی سر سید تلامذہ میں مولف است“۔ والد کے انتقال کے بعد ایمان بھی وقائع نگاری اور اخبار گوئی کی خدمت پر مامور ہو گئے اور اپنی بے پناہ صلاحیتوں اور اعلیٰ کارکردگی کی بدولت تھوڑے ہی عرصے میں ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کر کے تمام اخبار گویوں کے افسر اعلیٰ بن گئے۔ عرصہ صاحب گلزار آصفیہ نے ایمان کے علم و فضل، ذہانت اور قوت حافظہ کی بیحد تائش کی ہے۔ ایمان کو دکن کے ہر قریے، قصبے اور دیہات کے واقعات پوری طرح حفظ تھے حیدرآباد کے مشہور دیوان، اعظم الامراء معین الدولہ، شیر الملک، اسطو جاہ ایمان کو ہمیشہ مفروضہ میں اپنے ساتھ رکھتے اور ان سے سر زمین دکن کے احوال و واقعات سنتے۔

ایمان ایک تعلیم یافتہ اور شریف خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ سلیقہ رکھ رکھاؤ اور وضع داری ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ جس تحفل میں شریک ہوتے اپنی بندہ سنجی اور خوش گفتاری سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے۔ ایمان اپنے وقت کے استاد اشرافت۔

اور سارے معاشرے میں قدروں و منزلت اور عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔
ایمان حبیب آباد دکن کے مشاعروں کی روح رواں تھے۔ ان کی سخن فہمی، سخن شناسی
اور اسنادی اس قدر مسلم تھی کہ جب تک ایمان مشاعرہ گاہ میں تشریف نہیں لاتے
محفل سخن کا آغاز نہیں ہوتا۔ میر فرید الدین آفاق (۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء) امیر بخش
شہرت اور مرزا علی لطف جب دہلی سے حبیب آباد آئے اور طرحی مشاعروں کی بنیاد ملی
تو اہل محفل اس وقت تک مشاعرے کی کارروائی شروع نہیں کرتے جب تک کہ
اسناد ایمان شریف نہ لے آتے۔ عزا صاحب گلزار آصفیہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ
۱۲۶۵ھ میں رستہ کے روز کمان ایچی بیگ میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا، جس
میں ہندو دکن کے اکثر سربراہان و درجہ شہر شریک تھے۔ ایمان کے آنے میں تاخیر ہوئی لیکن
ان کے آنے تک مشاعرہ کا آغاز نہیں ہوا۔

اصف جہاں ثانی کے فدیہ اعظم، اعظم الامراء اسطو جہاں ایمان کے مرثیہ خاص
تھے اپنے سفر و حضر میں انہیں وہ اپنے ساتھ رکھتے اور ان کی بذلہ سخی، سخن شناسی
اور خوش گفتاری سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ اسطو جہاں کی مدح میں ایمان نے جو بے شمار
مقائد لکھے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان کو ان کی شخصیت اور دربار سے کس قدر
محبت تھی۔ اسطو جہاں کی صاحبزادی جہاں پرور بیگم کی شادی کے موقع پر ایمان نے
ایک بے مثال قصیدہ لکھا تھا۔

ایمان کی تاریخ گوئی : ایمان کو تاریخ گوئی کے فن میں مہارت حاصل تھی
تمام تذکرہ نگاروں نے ان کی تاریخ گوئی کا بطور خاص

تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے فی البدیہہ قطعات تاریخ بھی لکھے ہیں اور ایمان نے بروے معرکہ الآثار قطعات تاریخی کہے ہیں خصوصاً نواب میر نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کی وفات پر انہوں نے جو قلعہ کہا، اُسے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ یہی قلعہ میر نظام علی خاں کے مزار کے دروازے پر مکہ مسجد میں کندہ کر دیا گیا ہے۔ دیگر شاعروں نے بھی اس موقع پر تاریخیں کہیں مگر ایمان کی کہی ہوئی تاریخ کو جو سند مقبولیت حاصل ہوئی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی اس قطعہ تاریخ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہوتے معرغے سے دو مادہ تاریخ برآمد ہوتے ہیں قطعہ ملاحظہ کیجئے ۵

بروح پاک میر نظام علی مدام
زریں مصرع عجیب دو تاریخ درخجوال
خواند با وضو ہمہ اشخاص فائز
مستوجب بہشت و باخلاص فائز

۱۲۱۸ھ

سنہ وفات | ایمان کے سنہ وفات کے سلسلہ میں مورخین اور تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ عبد الجبار خاں صدیقی ملکا پوری نے "تذکرہ شعرائے دکن" میں ایمان کا سنہ وفات ۱۲۲۰ھ لکھا ہے اور اسی بیان کی تقلید ڈاکٹر زمرہ استغاثہ ادب حیدرآباد میں اور سید شفاق حسین نے مرقع سخن جلد اول میں کیا ہے۔ صاحب گلزار صفیہ عبد اللہ خاں منیم اور مولوی سید محمد نے ایمان کا سنہ وفات ۱۲۱۸ھ

تذکرہ شعرائے دکن ۱۲۹ ص ۲ داستان ادب حیدرآباد - ۱۳۲ ص ۱۱ شیر محمد الی (مرقع سخن اول ص ۱۱) خواجہ غلام حسین خان - ص ۱۱۷ یادگار ضعیف (قلمی) ایوان حیدرآباد ص ۱۱ ایمان سخن ۲۳

قرار دیا ہے مولوی عبد یافعی نے مکتبہ مجلہ میں لکھا ہے کہ ایمان نے ۱۲۲۱ھ کے بعد انتقال کیا و مولوی فیصل الدین ہاشمی نے ”دکن میں اردو“ کے حصے انڈیشن (۱۹۶۳ء) میں ایمان کے سنہ وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے ۱۲۲۵ھ کے بعد انتقال کیا مورخین اور تذکرہ نگاروں کے متضاد بیاناتوں سے الجھن ضرور پیدا ہوتی ہے لیکن یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ ایمان نے ۱۲۲۰ھ کے بعد اس دار فانی سے رحلت کی۔ ۱۲۲۰ھ میں انہوں نے اپنی تصنیف ”گلدستہ گفتار“ قلمبند کی تھی۔ گلدستہ گفتار اس کتاب کا تاریخی نام ہے۔ مخطوطے کے آخر میں ایک رباعی کے چوتھے مصرعے ”گلدستہ گفتار کہانے کم و کالت“ سے ۱۲۲۰ھ برآمد ہوتے ہیں چونکہ بیشتر ائمہ نے ان میں ان کا سنہ وفات ۱۲۲۱ھ درج ہے اس لئے ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء ہی ان کا سنہ وفات مان لینے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے۔

ایمان آصف جاہی دور کے نہ صرف ایک بلند پایہ شاعر تھے بلکہ انہیں نثر نگار اور قتال نگار کی حیثیت سے بھی اہم مرتبہ حاصل تھا۔ عربی اور فارسی زبانوں میں انہیں عبور حاصل تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں انہوں نے شعر کہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایمان کے تفصیلی حالات کسی تذکرہ میں نہیں ملتے۔ البتہ ان کے زمانے کی بعض تاریخی کتابوں میں جستہ جستہ حالات مل جاتے ہیں۔ ایمان کی بے پناہ علمی و ادبی قابلیت، ان کی عادات و اطوار، خوش اخلاق کی توصیف، منکسر المزاجی اور بے لاسخی کا اجمالی ذکر تقریباً سبھی تذکروں میں ملتا ہے۔ لیکن عبد الجبار خاں صوفی نے اپنے تذکرہ میں ایمان کا ذکر دو صفحات میں کیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں سے یہ تہا ایمان کے دوستانہ مراسم بھی تھے مثلاً شاہ کمال نے اپنے تذکرہ میں ان سے دوستانہ

کا بھی ذکر کیا ہے۔ لطف سے ایمان کی ملاقات کا ذکر عبد الجبار خاں صوفی اپنے تذکرہ میں کیا ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ لطف نے اپنے تذکرہ "گلشن ہند" میں ایمان کو جگہ نہیں دی۔ درج ذیل کتابوں میں ایمان کے محقق حالات ملتے ہیں۔

ایمان سخن	سید محمد
داستان ادب حیدرآباد	ڈاکٹر زور
دکن میں اردو	نصیر الدین ہاشمی
مرقع سخن (جلد اول)	سید اشفاق حسین
تاریخ ادب اردو (جلد دوم)	ڈاکٹر جمیل جالبی

ان کتابوں کے علاوہ متعدد تذکروں میں بھی ایمان کے واقعات حیات کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔ ایمان کی شخصیت اور شاعری کو سمجھنے کے لئے تذکرہ نگاروں کے تاثرات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ذیل میں ان تذکرہ نگاروں کے بیانات نقل کئے جاتے ہیں جنہوں نے ایمان کی شخصیت اور شاعری کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔

ایمان تذکرہ نگاروں کی نظر میں | عبد الجبار خاں صوفی ملکا پوری نے "تذکرہ شعر اے دکن" میں ایمان کے بارے میں

اس طرح معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

”ایمان تخلص شیر محمد خاں نام۔ محمد عاقل خاں نایک کا فرزند ہے۔ حیدرآبادی المولد ہے۔ آپ کے والد سرکار نظام میں وقائع نگاری کی خدمت پر مامور تھے اور اخبار گوئی کا بھی کام ان کے سپرد تھا ایمان نے نشوونما کے بعد شہر کے علما و فضلا کی خدمت میں کتب عربیہ و فارسیہ

تحصیل کیں۔ یگانہ روزگار ہوا اور مودتی فن میں بھی بینظیر سرکاری تمام اجا
 گولیوں کا افسر تھا۔ دکن کے تمام واقعات اس کے حلقے کے خزانے میں محفوظ
 تھے۔ سرکاری ممتاز و معزز تھا۔ اکثر اوقات سفر و حضر میں اعظم الامرا کا
 مصاحب رہا ہے۔ شعر گوئی و شعر نہیں میں بے مثل تاریخ دانی و وقائع نگاری
 میں بے بدل تھا۔ شعرا و حاضرین آپ کی استادی کے قائل تھے۔ ۱۲۱۶ء
 میں حضور آصفجاہ ثانی کے زمانے میں محلہ کمان ایلچی بیگ میں ایک مشاعرہ
 قرار پایا تھا۔ تمام شعرا جمع ہوئے مگر آپ نہیں آئے تھے۔ سب آپ کا
 انتظار کر رہے تھے۔ بعض کی راے ہوئی کہ غزل خوانی شروع کی جائے۔
 اکثر نے کہا جب تک استاد نہ ہوں کچھ مزہ و لطف نہ ہو گا۔ آخر آپ
 آئے و جب تاخیر بیان کیے سب کا شکریہ ادا کر کے عذر خواہی کی۔ مشاعرہ
 بڑی عظمت و شان سے ہوا اس میں شعراے ہند و دکن مجتمع تھے۔ آپ
 کا کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے۔ مبالغہ و بدایع کے زیور سے آراستہ اور
 آرائش جگت و ضلع سے پیراستہ ہوتا ہے آپ اپنے کلام میں ایہام بھی
 استعمال کرتے ہیں۔ آپ صاحب دیوان ہیں آپ کا دیوان بعض کتب خانوں
 میں موجود ہے۔ آپ تاریخ گوئی میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ فی البدیہہ
 تاریخ کہتے تھے آپ نے حضور نظام آصفجاہ ثانی کی تاریخ میں ایک قطع
 لکھا۔ اس کے چوتھے مصرعے سے دو مادہ تاریخ برآمد ہوتے ہیں۔ بمقبرہ
 کے دروازے پر مگر مسجد میں ہی قطع کنندہ ہے۔

بروج پاک میر نظام علی مدام
 خواہند باد و صومہ استخوانی فاتحہ
 زین مصرع عجیب تاریخ را بخوان
 مستوجب بہشت و اخلاص فاتح

اور دو شعرانے بھی تاریخیں کہیں مگر آپ کی تاریخ مطبوع عام ہوئی
اسی وجہ سے مقبرہ کے دروازہ پر کسبہ کرائی گئی۔ آپ خوش خلق خوش
سیرت تھے۔ پاکیزہ، شہماں و حمیدہ فضائل تھے۔ عزیز خلاق مقبول
خالق تھے۔ آخر ۱۲۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی تالیف سے رسالہ
شعربغ و رسالہ عروض و قافیہ و دیوان مشہور ہیں۔ عا
شاہ کمال الدین نے اپنے تذکرہ ”مجمع الانتخاب“ میں ایمان کا ذکر

اس طرح کیا ہے۔

”شیر محمد خاں صاحب ایمان، متوطن، حبیب آباد و ازرقاعے ناظم
و دکن کہ در علم عروض و قوافی و تواریح و غیرہ۔ رابطہ کمال دارد و بسیار
خوش کمال و خوش فکر است و بہ جمیع صفت موصوف و در تمام شعرا
حبیب آباد ممتاز است و با فقیر ہم دوستی دلی دارد و آں چند شعرا
بطریق یادگار قلم آمدہ از بستان“ عا میر ابو القاسم مولف
”بوستان سخن“ نے اپنی تصنیف میں ایمان پر یوں خامہ فرسائی کی ہے
”شیر محمد خاں المتخلص بہ ایمان در فن شاعری و مورفی بزبان فارسی
و ہندی علم بیکتاے فی افراز و طبل مجردی نوآورد۔“ عا

مولوی غلام حسین مولف ”گلزار آصفیہ“ نے ایمان کا تذکرہ اس طرح کیا ہے

عا غیبہ الجہا خاں صوفی۔ تذکرہ شعراے دکن۔ صفحہ ۲۲۹-۲۲۸
عا شاہ کمال۔ مجموعہ الانتخاب۔ (قلمی) کتب خانہ سالار جنگ حبیب آباد
و ۳۔ میر ابو القاسم۔ بوستان سخن ص ۸۱

”فکر شعراے نامور سرکار معہ اشعار ایشان - شیر محمد خاں ایمان
پیر محمد عاقل کہ مشہور بہ نایک بود او در ضمن اخبار گوئی دکن دلیبر بدیہی
یکتاے روزگار و سخیل اخباریان سرکار دولت مند از بڑوہ احوال ملک
دکن از جا بجا بزبان خود داشت فغان مذکور در جمیع علوم فرد دل
رہنگار کہ اکثر بفرود خواص اعظم الامر آشنستہ احوال تاجی سدرین دکن
بزبان خود بیان می کرد و عہد حضرت غفر آ غالب درسہ یکہزار و دو
صد و نشتا نزادہ و ہفتہ ہجری شعراے ہند و دکن مشہورہ مقرر کردہ
بروز سہ شنبہ در مکان شہرت و آفاق شاعران ہند اندرون ملک کمان
الہی بیگ ہمہ با جمع مشیدہ و غزل طرحی می خواند بدون آدن حنان
مسطر غزل خوانی نہ بینموند و ہمہ شعر استاد وقت میباشند در عرض
و قافیہ دیگر مناعات فن شعر ممتاز زمانہ بود“

”میر قدرت اللہ قاسم اپنے تذکرہ ”مجموعہ غز“ میں رقم طراز
ہیں ”ایمان تخلص“ شیر محمد خاں حیدر آبادی است گوئند کہ وہ
از زندہ ہائے ملک جنوبیہ و مرد سلیم الطبع سیر مشق خوش اختلاط
سندیدہ صفات است صاحب ”تذکرہ خوش معرکز زیبا لکھے ہیں۔
”شیر محمد خاں“ اکان تخلص، سالن حیدر آباد، ع ۲

دارالکتاب صفیہ - غلام حسین خاں ص ۴۷

”میر قدرت اللہ قاسم“ مجموعہ غز - مرتبہ محمود شیرانی - ۱۹۷۳ء - دہلی - صفحہ ۹۲
”خوش معرکز زیبا“ صفحہ ۶۶۲ -

عبد الغفور نساخ نے "سخن الشعراء" میں لکھا ہے "ایمان تخلص" سید شیر محمد خاں حیدر آباد دکن کے شعراء مشاہیر میں تھے۔ "ایمان تخلص" شیر محمد خاں، والد محمد عاقل خاں۔ آپ جمیع علوم میں ہدایت رکھتے تھے۔ آپ عظم الامرا جو حیدر آباد میں ایک معزز رئیس گذرے ہیں، ان کے پاس رہتے تھے۔ اخبار رسائی میں بڑا ملکہ تھا۔ آپ کی تصانیف سے مثنوی برسات اور رسالہ جگت و ضلع مشہور ہیں ۱۲۱۲ھ میں ایسے انتقال کیا۔ ۲۰۔

لالہ سری رام اپنے تذکرہ "خم خانہ جاوید" میں ایمان کے تعلق سے لکھتے ہیں۔ "ایمان" شیر محمد خاں خلف محمد عاقل نایک۔ نواب سکندرباہ نظام الملک کے دوران حکومت میں حیدر آباد کے شعراء مشاہیر میں شمار کئے جاتے تھے اخبار نویس ریاست کے زمرہ سے تعلق تھا۔ سرزمین ملک دکن کے حالات سے واقفیت کامل حاصل تھی۔ عروض و قافیہ سے خوب ماہر تھے۔ اور اکثر اشعار میں ضلع بلکت کی طرف طبیعت کی توجہ مبذول تھی۔ ایک رسالہ جگت اور مثنوی برسات ان کی یادگار ہے۔ سطر پنج بھی خوب کھیلے تھے۔ امیر الامرا وزیر اعظم کی مصاحبت میں اکثر رہتے تھے ۱۲۲۱ھ میں وہیں انتقال کیا۔ ۲۱۔

شاہ تجلی اپنے تذکرہ "تزک آصفیہ" میں ایمان کا ذکر اس طرح کیا ہے

”شیر محمد خاں ایمان کہ گل سرسید تلامذہ ایں مولف است“ دا
متذکرہ بالا تذکروں سے جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان میں شاہ تجلی کے تذکرہ
”نزک آصفیہ“ کو تقدم حاصل ہے۔ لیکن شاہ تجلی نے ایمان کے بارے میں بہت اختصار
سے لکھا ہے۔ اس کے برعکس ”گلزار آصفیہ“ کے مولف (غلام حسین خاں) نے ایمان کا
ذکر فدرے تفصیل سے کیا ہے۔ اسی لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بعد کے تذکرہ نگاروں نے
”گلزار آصفیہ“ سے ہی استفادہ کیا ہے۔



ایمان کے ہم عصر شعر اور تلامذہ

ایمان آصف جاہی دور کے ایک ممتاز سخنور تھے۔ آصف جاہی سلاطین نے علم و ہنر اور شعر و ادب کی دل کھول کر سرپرستی کی۔ ایمان سے پہلے آصف جاہی عہد میں جن شاعروں نے شہرت و مقبولیت حاصل کی ان میں سراج اورنگ آبادی، درگاہ علی خاں درگاہ، سید نواز شعلی خاں شیدا، شاہ تجلی علی تجلی، محمد امجد محمد، مرزا داؤد داؤد، معتبر خاں مرزا جمال اللہ عشق، الفت خاں مبتلا، شیخ ظہیر الدین نادر، لعلی نادر، شفیق، شاہ غنایت اللہ نقوی اور اسد علی خاں تمنا کے نام اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر شاعر اورنگ آبادی تھے۔

شیر محمد خاں ایمان کی شاعری کا نشو و نما نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (۱۲۱۸ھ) اور نواب سکندر جاہ آصف جاہ ثالث (۱۲۲۶ھ) کے عہد میں ہوا۔ اس دور میں علی المرتضیٰ ب اسطو جاہ (۱۲۱۹ھ) اور میر عالم (۱۲۳۳ھ) اور اسے سلطنت کے جلیل القدر عہدوں پر فائز تھے۔ جنہوں نے حیدر آباد میں علوم و فنون اور شعر و سخن کی بطور خاص سرپرستی اور قدر افزائی کی۔ اس قدر و منزلت کا شہرہ سن کر شمالی ہندوستان کے درج ذیل شعر احیدر آباد آگئے تھے۔

- ۱۔ میر قمر الدین مست (۱۲۰۸) ۲۔ خواجہ اصن اللہ بیاں (۱۲۱۳ھ)
- ۳۔ مرزا علی الطف کم۔ حافظ تاج الدین مشتاق ۵۔ میر دولت علی دولت

خود حیدر آباد میں اس وقت متعدد مقامی شعرا و ادیبان حنفی رہتے تھے جن میں میر علی مردان خاں بکدال، محمد علی نیاز، نبی زاحم خاں نیاز، میر ہاشم فقیر، مرزا محمد خاں نثار، میر نجف علی خاں ندرت، مرزا داؤد ہنر، میر حسن علی خاں آیما، میر بہا الدین حسین خاں عروج اور میر عباس علی خاں آسمان کے نام قابل ذکر ہیں۔

ایمان کے ہم عصر شاعروں کی فہرست خاصی طویل ہے۔ طوالت کے پیش نظر یہاں صرف چند مشہور اور اہم شاعروں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شاہ تجلی علی تجلی (۱۱۵۲ھ تا ۱۲۱۵ھ) :

شاہ تجلی نہ صرف آصف جاہی عہد کے نامور شاعروں میں شمار ہوتے ہیں بلکہ انیسویں صدی کے استاد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ وہ ایک نیک سیرت عالم، بزرگ صوفی اور ایک ممتاز شاعر اور مورخ بھی تھے۔ ان کا شمار اس دور کے ماہر فن، خوش نویسوں اور مصوروں میں بھی ہوتا ہے۔ وہ زرگری، آہنگری اور نجاری سے بھی دل چسپی رکھتے تھے۔

”پروفیسر عبدالقادر سوری نے مختلف تذکروں کے حوالوں سے شاہ تجلی کی درویشانہ زندگی پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔“

”شاہ تجلی کا ذکر سب سے پہلے میر قدرت اللہ قاسم نے اپنے تذکرہ مجموعہ تغز ۱۲۲۱ھ میں کیا ہے قاسم کے بعد یوں تو چند اور تذکرہ نویس مثلاً آج اور شیفتہ نے تجلی کے حالات پر اجمالی روشنی ڈالی ہے مگر وضاحتاً ان کے کچھ حالات زندگی ملتے ہیں تو وہ ”محبوب الزمن“ ہی میں ملتے ہیں حیرت تو یہ ہے کہ ان کے حالات خود ان کی قلمبند کردہ تاریخ ”ترک آصفیہ“ میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ یہ ان کی درویشانہ طبیعت

اور نام و نمود سے نفرت کی دلیل ہے۔“

شاہ تجلی کی تاریخ ”تزک آصفیہ“ ان کی علمی قابلیت کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ تجلی فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اور جملہ اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے خصوصاً قصیدہ نگاری کے میدان میں انہیں اپنی شعری صلاحیتوں کے اظہار کا اچھا موقع ملا ہے۔

تجلی کے شاگردوں کا حلقہ وسیع ہے جس میں سے دو عزیز شاگردوں کا ذکر انہوں نے تاریخ ”تزک آصفیہ“ میں برسیل تذکرہ کیا ہے اور وہ ہیں محمد داود خاں ہنر اور شیر محمد خاں ایمان۔ ایمان کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ۔

”شیر محمد خاں ایمان گل سرسبز نلامذہ ابن مولف است“ ۱

تجلی کی شخصیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ وہ عبہ الولی عزت کی طرح ایک بلند پایہ مصور اور خوش نویس بھی تھے۔ ڈاکٹر زور تجلی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”شاہ تجلی اپنے عہد کے مناظر اور اشخاص کی کئی تصویریں بنائی تھیں اور ۱۱۶۱ھ میں جشن نوروز کے موقع پر انہوں نے آصف جاہ ثانی کی ایک قد آدم تصویر اس خوبی سے کھینچی تھی کہ لباس زبور وغیرہ اصلی معلوم ہوتے تھے۔ اس کے مندر میں ان کو پانچ ہزار روپے عطا کیے گئے تھے۔ شاہ تجلی نے متعدد قصیدے بھی لکھے تھے۔ وہ اردو کے اچھے شاعر تھے۔ ان کی زبان پر اورنگ آباد اور شمالی ہند کے شعر کا اثر پڑ چکا تھا۔ ان کی زبان کے مقابلے میں نوازش علی خاں شیدائی کی زبان بہت ہی قدیم معلوم ہوتی ہے۔“ ۲

۱۔ علی خاں تمنا :۔
تمنا ۱۱۶۱ھ میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے لیکن

۲۔ شاہ تجلی علی تجلی۔ مرتع سخن ص ۵۲، ۲۔ تزک آصفیہ صفحہ ۷۱

۳۔ داستان ادب حیدرآباد صفحہ ۷۷

لرکپن ہی میں وہ حیدر آباد چلے آئے۔ ان کے والد سید علی خاں فوج داری اور وقائع نگاری جیسے جلیل القدر عہدوں پر فائز تھے۔ تمنا حیدر آباد آرسٹو جاہ کے دربار سے وابستہ تھے انہی کے توسط سے انہوں نے نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے دربار تک رسائی حاصل کی۔ تمنا اپنے عہد کے باکمال غزل گو، قصیدہ نگار و تذکرہ نویس تھے۔ حیدر آباد میں ان کے متعدد گرد گز سے ہیں جن میں محمد علی شوق، مجاہد جنگ ارمان اور محمد اکبر خاں شہر کے نام قابل ذکر ہیں۔ کتب خانہ سالار جنگ اور اورینٹل سینسکریٹ لائبریری حیدر آباد میں ان کی غزلوں، قصیدوں و رباعیوں اور تاریخی قطعات پر مشتمل دو دو این موجود ہیں۔ تمنا نے ”گل عجائب“ کے نام سے ایک تذکرہ بھی مرتب کیا تھا۔ تمنا کی شادی اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ امیتیلہ ۱۱۶۸ھ میں ہوئی تھی۔ تمنا کی شاعری کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر خالدہ یوسف لکھی ہیں۔

”تمنا ایک ایسے دور کے شاعر ہیں جب کہ انعام اللہ خاں یقین کے تتبع میں مضمون آفرینی کا رواج ہو چلا تھا، سنگلاخ اور مشکل زمینوں کی عارف الدین خاں عاجز نے بنیاد ڈالی تھی لیکن اس کے برخلاف، تمنا کا کلام سادگی اور صفائی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی اثر و کیف میں ڈوبی ہوئی جھروں میں جھکتا ہے۔ ان کی غزلوں میں فلسفہ و تصوف نہیں ہے۔ خیالات میں پیچیدگی اور مبالغہ نہیں ہے تشبیہوں اور استعاروں کا لطیف امتزاج ملتا ہے جس سے محاسن کا رنگ پیدا ہو گیا ہے ان میں ندرت بھی ہے اور جدت بھی۔“ ع

حسین علی خاں آیما : آیما اصطف جاہ ثانی میر نظام علی خاں کے دور کے ایک مقبول قصیدہ نگار اور غزل گو شاعر تھے۔ وہ دراصل فراسان کے باشندے تھے لیکن بچپن ہی میں اپنے والد و فاخاں کے ہمراہ اورنگ آباد آئے اور بعد کو نقل مقام کر کے حیدر آباد چلے آئے۔ تذکرہ شعراء اردو اور مجمع الانتخاب میں آیما کے مختصر حالات زندگی درج ہیں آخر الذکر تذکرہ کے مولف شاہ کمال آیما کی خوش مزاجی اور بلندی فکر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "بہار خوش فکر و خوش مزاج چنانچہ غریب ہائے ایشان از کلام ہویدا است"۔ عا آیما نے غزل کے علاوہ قصیدہ کی صنف کو بھی اپنی طبع کا موضوع بنایا ہے جن کے مطالعہ سے ان کی تادرا لکافی اور پرگوئی کا اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر لسیق صلاح نے اپنی کتاب معجم اسطو جاہ میں لکھا ہے کہ "کتب خانہ سالار جنگ کی ایک بیاضی میں ایک ہی زمین میں جو آلاء اور آیما کی غزلیں موجود ہیں ایک غزل کے چند شعر ایسے ہیں جن میں ایک ہی نوعیت کے موضوعات پر دونوں نے طبع آزمائی کی ہے مگر آیما کے پاس بلندی تجلی اور فکر کا احساس زیادہ ہے۔"

جولان

آیما

کبھو حرم میں کبھو دیر میں مجھے پیارے	برنگ سایہ ترے ساتھ ساتھ کبھو پھر
کہاں کہاں یہ لیے تیری چاہ پھرتی ہے	کہ میرے دل کو لیے تیری چاہ پھرتی ہے
کہہ رہے ہیں دیار اتر خندہ اجانے	بھگتی چرخ پہ سمجھو نہ آہ پھرتی ہے
بھگتی آج تلک میری آہ پھرتی ہے	کسو کے گیسو کے گرد جب چاہ پھرتی ہے

حالاں کہ میر حسین علی خاں آیما کے نام سے جو اشعار درج کیے گئے ہیں وہ

شیر محمد خان ایمان کے ہیں۔ " کلیات ایمان " میں یہ غزل نواسعدار پر مشتمل ہے اس غزل کے مطلع اور مقطع کے علاوہ مت مذکورہ بالا دونوں اشعار یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

صنم کی جب کہ وہ چشم سیاہ پھرتی ہے جگر سے پار ہو پل میں نگاہ پھرتی ہے
 کبھو حرم میں کبھو دیر میں مجھے پیارے کہاں کہاں نہ لیے تیری چاہ پھرتی ہے
 کہ ہم گیا ہے دیار اثر خدا جانے بھٹکتی آج تلک میری آہ پھرتی ہے
 خزاں کے آنے سے ایمان باغ کا ہے یہ رنگ کو فصل گل تو پس از سال و ماں پھرتی ہے

خواجہ احسان الدین بیان :

بیان اکبر آباد کے متوطن تھے لیکن انہوں نے زیادہ تر دہلی میں سکونت اختیار کی۔ جان رجاناں منظر کے شاگرد اور مولانا خیر الدین اورنگ آبادی کے مرید تھے۔ آصف جاہی دور میں اشعار ادب کا شہرہ من کر حیدر آباد آگئے آصف جاہی کے دربار سے متوسل رہے اور یہیں ۱۲۶۰ھ میں انتقال کیا۔ درج ذیل تذکرہ نویسوں نے اپنے تذکروں میں بیان کو جگہ دی ہے۔

۱. شاہ کمال (مجمع الانتخاب) ۲. عبد اللہ خاں ضعیف (یادگار ضعیف) ۳. لکھی نارائن شفیق (چمستان شعرا) ۴. مرزا علی لطف (گلشن بند)

بیان کے دیوان میں غزل، قصیدہ، رباعی وغیرہ سبھی اصناف سخن موجود ہیں۔ بیان کے قلمی دیوان کے نسخے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، کتب خانہ سالار جنگ اور نیٹل میوزیم لاہور، حیدر آباد اور انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہیں بیان کے ترک وطن کے بارے میں تذکرہ نگار تو خاموش ہیں لیکن بیان کا بیان ہے کہ

چھوڑ اپنا نہ کوئی گپ وطن پھرتا ہے رانا پانی لیے یورپے دکن پھرتا ہے
 مرزا علی لطف : لطف کے آبا و اجداد کا تعلق ایران سے تھا۔ ان کے والد کاظم بیگ خاں استر آباد کے رہنے والے تھے جو نادر شاہ کی فوج کے ہمراہ ۱۱۵۵ھ میں ہندوستان آئے

اور محمد شاہ کے دربار تک رسائی حاصل کی۔ لطف ۱۱۶۵ھ کے لگ بھگ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ دہلی کی تباہی کے بعد دیگر شرفاء، علما اور اہل کمال کی طرح نقل مقام کرنے پر مجبور ہوئے اور ۱۱۹۱ھ سے قبل لکھنؤ پہنچے اور آصف الدولہ کی سرکاری ملازمت حاصل کی۔ لکھنؤ میں بحیثیت شاعر لطف نے کافی مقبولیت حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے براہ عظیم آباد مرشد آباد کلکتہ کا رخ کیا اور پھر نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کے دور میں ۱۲۱۵ھ میں حیدر آباد پہنچے اور ۱۲۲۳ھ میں انتقال کیا۔ ویسے تو لطف اپنے تذکرہ گلشن ہند کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں لیکن وہ ایک صاحب دیوان شاعر بھی تھے۔ ڈاکٹر مرزا اکبر علی بیگ نے ان کی غزلوں، قصیدوں اور رباعیوں پر مشتمل دیوان شائع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر اکبر لطف کی شاعری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لطف کی شاعری کا آغاز دہلی میں ہوتا ہے اور لکھنؤ میں انکی شاعری پروان چڑھتی ہے۔ دہلی میں جب تک رہے میر و سودا کو اپنا امام سمجھتے رہے غالباً اسی لیے اس دور کی غزلوں میں سیر کی سادگی اور سودا کا بانگین ملتا ہے۔“

میر تقی الدین منت : منت بھی آصف جاہ ثانی کے عہد میں دہلی سے حیدر آباد آئے وہ ایک اچھے قصیدہ گو تھے۔ آصف جاہ ثانی میر نظام علی خاں کی مدد میں ان کے قصیدے ملتے ہیں۔ آصف جاہ ثانی نے ان کی اتنی قدر افزائی کی کہ انہیں دس ہزار روپے نقد اور دو سو روپے ماہوار منصب عطا کیا۔

ان کے علاوہ اس دور کے دیگر مشہور شعرا کے نام یہ ہیں
میر عبد الولی عریض، علی مردان خاں بیکدم، گردھاری لال آتھر، جمال اللہ عشق

نجم الدین سیچھی، کاظم علی کاظم - محمد تقی ہمد - محمد علی شوق - ہدایت وغیرہ -

تلامذہ :

ایمان کے تلامذہ کی تعداد کثیر بتائی جاتی ہے۔ لیکن ان کے مقبول شاگرد جنہوں نے شعر و سخن میں ہمارے حاصل کر کے اساتذہ سخن کا درجہ حاصل کیا قیس، چنہ اور حفیظ ہیں۔

پروفیسر سید محمد ایمان کے شاگردوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "شعر و شاعری میں ایمان کے شاگردوں کی فہرست خاصی طویل ہو گئی لیکن ان کے ممتاز شاگرد جنہوں نے اپنے کمال فن سے استاد کا نام روشن کیا وہ قیس، حفیظ اور چنہ ہیں۔ یہ تینوں صاحب دیوان ہیں قیس ایمان کے بھانجے بھی تھے اور موروثی خدمت و قانع نگاری و اخبار گوئی کے علاوہ ہمارا جب چند وال شاہ داں پیشکار و وزیر اعظم کے درباری شاعر تھے چنہ ا ماہ نقاباتی، اپنی گونا گوں خوبیوں سخن سنجی، داود داد و شش و مہمان نوازی وغیرہ کی وجہ سے کافی شہرت رکھتے تھے۔" ع

جناب اشفاق حسین صاحب نے ایمان کے تلامذہ کا ذکر اس طرح کیا ہے ایمان کے شاگردوں میں قیس، چنہ اور حفیظ مشہور ہیں۔ قیس اور چنہ کے دیوان کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ دونوں بہت اچھے شاعر اور اپنے ہم عصر شعرا میں وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ع ۲۰

ذیل میں ایمان کے تین مشہور و معروف شاگردوں کا مختصر تذکرہ

کیا جا رہا ہے۔

محمد صدیق قلیس م ۱۲۲۲ھ | ایران کے شاگردوں قلیس کو سب نمایاں میشت حاصل ہے۔ وہ رشتے میں ایران کے بھانجے بھی ہوتے تھے۔ قلیس اپنے دور کے اہم استاد سخن کہلاتے تھے۔ انہوں نے سرودنی و قانع نگاری اور اخبار گوئی کا پیشہ اختیار کیا اور شہرت حاصل کی ساتھ ہی ساتھ وہ شعر گوئی میں بھی اپنا ثنائی نہیں رکھتے تھے۔ قلیس کوئی اکتسابی شاعر نہیں تھے بلکہ شعر گوئی اور شعر نوی کی فطری صلاحیتیں انہوں نے ورثے میں پائی تھیں ڈاکٹر زور قلیس کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں ”قلیس کی شاعری کا اتنا غلغلہ تھا اور ہمارا حبہ چند دلال کے دربار میں اس کی اتنی قدر و منزلت تھی کہ جب تک وہ زندہ رہے شاہ نصیر کا قیام مستقل نہ ہو سکا۔ وہ دو تین مرتبہ آئے اور واپس چلے گئے آخر کار جب ۱۲۲۲ھ میں قلیس کا انتقال ہو گیا تو شاہ نصیر کی قدر و منزلت شروع ہوئی اور وہ پھر قلیس کے ہو رہے“ وہ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

”اس عہد کے اکثر شعرا نے شاہ نصیر کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔ صرف قلیس ہی ایک ایسا شاعر تھا جس کا رنگ شاہ نصیر کے درباری رنگ سے متاثر نہ ہو سکا وہ بہرہ در در اور تجلی کے رنگ میں لکھا تھا۔“

قلیس نے غزلیں بھی کہی ہیں اور قصیدہ بھی۔ رنجی میں بھی انہوں نے اچھے اشعار نکالے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ کئی شاعر ہاشمی کے بعد قلیس ہی سب سے اہم رنجی گو قرار پاتے ہیں۔

سادگی و سلاست کے علاوہ قلیس کے کلام میں سوز و گداز بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔

ماہ نقابانی چہند ۱۲۲۰ھ | ایران کے شاگردوں میں ماہ نقابانی چہند نے بھی کافی مقبولیت حاصل کی۔ بعض نقادوں نے چہند ۱

کو اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل لطف انسا
امتیاز بھی صاحب دیوان شاعرہ گذر چکی ہیں۔ چند اکو غلامی زبان پر بھی عبور حاصل
تھا۔ شاعری میں اس نے ایمان ہی کا رنگ اختیار کیا۔ ہمیشہ اہل علم و فضل کی صحبت میں
رہتی تھیں۔ عائد بن سلطنت اور امرا بھی اس کی قدر و منزلت کرتے تھے اس کے اشعار
زیادہ تر ذاتی حالات و خیالات کے آئینہ دار ہیں ڈاکٹر زور لکھتے ہیں۔

”چند اردو کی پہلی شاعرہ ہے جس نے ایک مکمل دیوان اپنی
یادگار چھوڑا ہے۔۔۔۔ اپنی وفات سے چودہ سال قبل ۱۲۳۶ھ
میں خود اس نے اپنا دیوان مرتب کیا۔“

چند اردو کا دیوان ۱۲۲۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ جلد ۱۲۵ غزلیں ہیں اور ہر غزل میں
پانچ اشعار ہیں۔ اس نے پنجبشن کی رعایت سے ہر غزل پانچ شعر کی کھی ہے اور ساتھ
ی ساتھ ہر غزل کے مقطعے میں حضرت علی کا ذکر کیا ہے۔

ملک الشعرا شیخ حفیظ حفیظ : پروفیسر سید محمد اور سید اشفاق صاحب نے ایمان کے
شاگردوں میں حفیظ کا بھی ذکر کیا ہے۔ حفیظ ایک ایسا

بہ نسیب شاعر ہے جو اپنے ہم عصر میں ملک الشعرائی کے درجہ تک پہنچنے کے باوجود غیر معروف
اور گمنام رہا۔ محمد حسین آزاد نے اپنے تذکروں میں حفیظ کی شاعری کی اہمیت سے واقف
ہونے کے باوجود اپنے تذکرہ میں میاں شہیدی کے حوالے سے صرف یہ کہہ کر اکتفا کیا ہے
کہ ”ایک جلسہ میں میاں شہیدی نے کہا کہ آج ہندوستان میں تین شیخ ہیں لکھنؤ میں ناسخ
دلی میں ذوق اور دکن میں حفیظ۔“ (آب حیات) ”مخم خانہ جاوید“ جیسے مربوط تذکرہ میں
بھی حفیظ کا تذکرہ نہیں ہے۔ البتہ ”گلزار آصفیہ“ اور ”تذکرہ شعراء دکن“ میں حفیظ کو جگہ دی گئی ہے۔

ایمان کی شاعری کا تنقیدی جائزہ

ایمان ایک قادر الکلام اور پرگوشااعر ہے۔ اس نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کی ہے اور ہر صنفِ شاعری میں اپنی جدتِ طبع اور انفرادیت کا لوہا منوایا ہے۔ موجودہ معلومات کی روشنی میں وہ ایک کامیاب غزل گو، بلند پایہ قصیدہ نگار، بے مثال رباعی گو اور لاجواب مثنوی نگار کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔

ایمان کی شاعری پر ناقدانہ نظر ڈالنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کی تنقید کے بارے میں ان کے اصول و نظریات کا بھی سرسری جائزہ لیا جائے کیوں کہ ایمان اچھے شعر کے تعلق سے خود اپنا نظریہ رکھتے ہیں۔ وہ جہی نے "قطب مشتری" میں تعریفِ سخن کے عنوان سے لکھا ہے کہ "بہتر کلام وہ ہے جس میں سادگی، سلاست اور ربط پایا جائے۔ لفظ و معنی کے باہمی رشتے سے شعر میں جان بڑھاتی ہے اس لئے الفاظ منتخب اور معنی بلند ہونے چاہئیں۔ ایمان نے بھی اپنے کلام میں اچھے شعر کی خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے ایمان سب سے پہلے زبان کی صحت کے تعلق سے سند چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شاعر کو علم و دماغ سے اچھی واقفیت ہو نام وری ہائے ناکر، بحر کے وزن اور دلیف و قافیہ میں کہیں مقم نہ رہ جائے۔ وہ ضلع جگت کے بھی قائل ہیں اور معنی و مضمون پر بھی اہمیت دیتے ہیں۔

شعور چاہیے شاعر کو اس قدر تواضع
 زبان اردو کی پہلے سند کرے بہتر
 بدیمہ معنی و مضمون کی لادے گو ہر تر
 رکھے نظر میں جہاں تک کہ ضلع گوتی ہے
 غزل، قصیدہ، رباعی، خمسہ و اسوخت
 عزیز رکھتا ہے ایسا شعر رنگیں کو
 سخن سنجی اور سخن نمبی کے تعلق سے اور بھی مفید اور کارآمد باتیں جو ان
 کے نظم یہ شعر پر روشنی ڈالتی ہیں، ان کی غزلوں کے چیدہ، چیدہ اشعار اور دیگر
 منظومات میں بھی ملتی ہیں۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

پسند اپنی رہی ایساں ہوتی ہے غزل جس میں
 صفا الفاظ کی ہو یک قلم مضمون دلچسپ

ہوے زمین شعر کی کسی ہی سخت تر
 ایساں اپنے خامہ قدرت کے روبرو

اور اس کے آب و گل میں بھی تخمیر نہ
 الماس کا بھی قابلِ تحریر سنگ ہے

شعر ہوتا ہے کب ایساں کسو کا دلچسپ
 جب ملک معنی میسر میں نہ ہو تحریر میں بیان

ایساں فکر شعر میں رکھتے ہیں اتفاق
 ایک مثلث بھی دیکھیے

دل سے قلم، قلم سے رقم اور رقم سے ہم
 طرز یہ نہیں آساں طبع ہے کہ ہے نسیاں

جو سخن کہ ہوتا یاں، بہتر از دوا و مرہاں
 شعر کا ترے ایساں لفظ ہے ہر اک گوہر

ایمان شمالی ہند کے اپنے ہم عصر شعرا تیسرے سودا اور درد کی شاعرانہ
 غفلت کے معترف ہیں ان کی ہم سری کا خیال کرنا بھی کچھ روی پر محمول کرتے ہیں
 ردیف و توافیہ پیمائی پر خفیف العقل : نہ یہ کہ درد سے سودا سے ہم سری جانے
 یہ بکھری ہے فقط اس کی جس طرح کلاغ : چمن میں آپ کو باب سخنوری جانے
 ایمان نے دو ایک مقامات پر میر تقی میر، سودا اور دو سکر شاعروں کے
 اشعار پر تفسیریں بھی کی ہیں اور سودا کے اشعار کی تفسیریں ملاحظہ کیجئے۔

ان کا ہی عشق ہے مجھے بد شعور سے جو خوب رو ہو دیکھ ہی لیتا ہوں دور سے
 رکھتا ہوں کام پری سے نہ حور سے کہتا نہیں یہ بات میں ہرگز غور سے
 مجھ کو دماغ وصف گل و یاسمن نہیں
 میں جوں نسیم بارہ فرم دش چمن نہیں میر

ابرو کمان دل تیرے قربان کب نہ جائے تیرے نگاہ جگہ تو یوں بے ہوش ملک چلائے
 ہر وہ حرم کا بھی جو کمبو تر نہ باز آئے پرواز کیونکر طائر عشق بھی کرنے پائے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہے مرغ قبلہ نا آشیانے میں سودا

مزید چمنہ اشعار دیکھیے جن میں دلی زبان میں شاعرانہ تعلی کی گئی ہے۔
 ان اشعار میں ایمان جیشم انصاف اپنے کلام کا مطالعہ کرنے کی دعوت دیتے نظر
 آتے ہیں۔

دیکھو ایمان کے اشعار جیشم انصاف : اے نصیبانِ عرب اہلِ عجم بھی کچھ ہیں

بلکہ مضمون و معانی ہیں نظر میں اپنے بے زرقہ ہمیں کبج نہاں سے لادیں

غور کر محبت ترکیب کو ہر مصرعے میں سقم رکھتی ہی نہیں اپنے تو شاعر کی بنی

سیکھ ہم سے تو ایمان مضامین کی تراش باندھنا کچھ نہیں اشکال زباں آنکھوں
بلکہ ایمان کی ہے شغلہ بیانی روشن گری شعر سے سب اہل ہنر جلتے ہیں

غزل گوئی

رد و غزل۔ ایک سرسری جائزہ | غزل اور شاعری کی سب سے زیادہ مقبول صنف سخن ہے۔ جتنی شہرت اور ہر دل عزیز غزل کی صنف کو نصیب ہوئی اتنی مقبولیت کسی اور صنف سخن کے حصہ میں نہیں آئی۔

غزل عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لغوی معنی محبوب سے عشق و محبت یا فراق و وصال کی باتیں کرنے کے ہیں۔ لیکن اس کے معنی و مفہوم میں اتنی گہرائی اور وسعت پیدا ہو گئی ہے کہ فلسفیانہ، حکیمانہ، اخلاقی، سیاسی، سماجی، تاریخی، ثقافتی ہر قسم کے مضامین بھی ہمیشہ سے غزل میں جگہ پاتے رہے ہیں۔ غزل کے تمام اشعار میں ایک ہی بحر اور ایک ہی قافیہ اور ردیف کی پابندی کی جاتی ہے۔ بعض غزلیں غیر مدد ف بھی ہوتی ہیں۔ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک مکمل نظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک شعر کا دوسرے کوئی ربط نہیں ہوتا۔ غزل کی مقبولیت کا لازمہ دراصل اس کی ایمائیت اور اثریت میں مفر ہے۔ غزل میں اشاروں اور کنایوں میں وہ سب باتیں بیان کر دی جاتی ہیں۔ جنکی توضیح و

تشریح چند سطروں میں ممکن نہیں۔

عربی شاعری میں غزل، قصیدہ کی تشبیہ کی صورت میں ابتدا ہی سے موجود تھی۔ فارسی کے شاعروں نے قصیدہ کی تشبیہ کو الگ کر کے غزل کی صنف ایجاد کی۔ اردو کے شاعروں نے فارسی اصنافِ سخن کی تقلید میں غزل کو اپنایا۔

غزل کی جڑیں اردو ادب میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس صنفِ سخن کے ابتداءی نمونے اردو ادب کے قدیم دور (دکنی دور) ہی سے ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔ دبستانِ گوگنڈہ اور بیجاپور کے چند اہم اور صاحبِ دیوان غزل گو شاعروں میں محمد قلی قطب شاہ، خواہی، ہاشمی، حسن شوقی، نعمتی، شاہی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ قطب شاہی اور عادل شاہی سلطنتوں کے زوال کے بعد شعروادب کی سرگرمیاں، گوگنڈہ اور بیجاپور سے اورنگ آباد منتقل ہو جاتی ہیں اور اس سرزمین نے ولی اور سراج جیسے بلند پایہ غزل گو شاعر اردو کو دیے۔

ولی کا دیوان جب شمالی ہند پہنچا ہے تو اس کی تقلید میں شمالی ہند کے شاعروں نے پہلی بار اردو میں طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی۔ شمالی ہند کے ابتداءی شاعروں میں ایسے شاعر نظر آتے ہیں جنہوں نے تفریح طبع کے طور پر کچھ اشعار اردو میں کہے ہیں۔ اس کے بعد کی نسل میں ایسے شعرا ملتے ہیں جنہوں نے اردو میں اپنے دیوان یا دگاہ چھوڑے ہیں۔ شاعروں کی اس صف میں فائز، حاتم اور مظہر کے نام اہمیت رکھتے ہیں۔

اردو زبان و ادب کی تاریخ میں جانِ جاناں مظہر کو اس اعتبار سے

اہمیت حاصل ہے کہ انہوں نے ۱۷ ویں صدی عیسوی کے رابعِ اول میں جب کہ دلی کے شعرا دکنی زبان اور دکنی شاعروں کی پیروی کیا کرتے تھے۔ اس رجحان کے خلاف ایک ہم جلالی۔ مظہر کا ادعا یہ تھا کہ دلی کے شاعروں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ دکنی زبان، دکنی روزمرہ اور دکنی محاورہ کی پابندی کریں بلکہ انہیں تو دلی کی بول چال،

زبان میں شعر کہنا چاہیے۔ ابتدا میں دہلی کے شاعروں نے منظر کی اس تحریک کی بالفت کی لیکن آہستہ آہستہ منظر کی تحریک دلی والوں کے دل میں گہم کرتی گئی۔ بالآخر دکنی کے خلاف منظر کی بغاوت کامیاب ہو گئی اور ہندوستانی اصل کے ایسے بیسیوں الفاظ سوخ کر دیے گئے جن کا تلفظ طبیعت پر گراں گزرتا تھا۔ ان الفاظ کی جگہ منظر نے فارسی الفاظ اور فارسی ترکیبوں کو رائج کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

حاتم اور منظر کے بعد میر سودا اور درد نے غزل کو ستوار نے کی کوشش کیا۔ میر اور سودا کا دور دراصل اردو غزل کا سنہری دور ہے اس دور میں صنف غزل نے آسمان کی بلندیوں کو چھو لیا، میر، سودا اور درد کی بدولت غزل کا پلہ گراں ہو گیا۔ درد اردو شاعری کے دکنی دور میں مشنوی کی صنف نے اس قدر مقبولیت حاصل کر لی تھی کہ غزل اس کے مقابلے میں ثانوی حیثیت کی حامل تھی۔

ایمان، میر، سودا اور درد کے ہم عصر دکنی شاعر ہیں لیکن ان کے کلام میں دکنی شاعری کی روایات اور رجحانات سے زیادہ شمالی ہند کی شاعری کے اثرات نمایاں ہیں۔ انہوں نے وہی زبان استعمال کی ہے جو دہلوی شعرا اپنے کلام میں استعمال کرتے تھے۔ ڈاکٹر جمیل عالمی لکھتے ہیں۔

”شیر محمد خاں ایمان پہلے دکنی شاعر ہیں جو نہ صرف استاد وقت ہیں بلکہ دہلی کی زبان بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی شاعری میں استعمال کرتے ہیں ایمان کی زبان کا مقابلہ محمد باقر آگاہ (م ۱۸۰۵ء) کی زبان سے کیا جائے تو باقر آگاہ کی دکنی اردو شمال کی زبان کے اثر سے بدل ضرور گئی ہے لیکن اس کا لب و لہجہ ذخیرہ الفاظ اور روزمرہ محاورہ پر دکنی کی چھاپ اب بھی نمایاں ہے۔ لیکن ایمان کی زبان پر کوئی دکنی اثر محسوس نہیں ہوتا بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے۔“

کہ دہلی کا کوئی قادر الکلام شاعر فصاحت کے دریا بہا رہا ہے۔“

ایمان نے اگرچہ کہ تمام اصنافِ سخن کو اپنی طبع کا موضوع بنایا ہے لیکن طبعاً وہ ایک غزل گو شاعر ہیں۔ ان کے ضخیم کلیات میں غزلوں کے علاوہ قصائد، مثنویاں، رباعیاں، سہرات، محسنات، قطعات، تاریخی کئی سبھی اصنافِ سخن موجود ہیں لیکن تعداد اور تنوع کے اعتبار سے غزل کا پہلہ بھاری ہے۔ وہ ایک طرف اپنے وقت کے استادِ سخن تھے، ان کے شاگردوں کا حلقہ وسیع تھا تو دوسری طرف نوابِ اعظم الامرا، اسطو جاہ کے مصاحب خاص تھے اور وقائع نگاری اور اخبار گوئی کے افسرِ اعلیٰ کو خدمت پر مامور تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے گیسوے غزل کو سنوارنے کے لئے وقت نکالا اور اس میدان میں ایسے ایسے گل کھلائے ہیں کہ اپنی قادر الکلامی اور استادی کا لوہا منوایا۔

ایمان کے سامنے دبستان گو لکنئہ اور دبستان بیجا پور کی شاعری کے نمونے موجود تھے اور نگ آباد کے سخنوروں کے کلام سے بھی انہوں نے استفادہ کیا ہو گا اسی لئے ان کی شاعری میں اتنی بختگی اور صفائیِ نظم آتی ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے شمالی ہند کے شاعروں سے بھی بیحد اثر قبول کیا ہے۔ ان کی غزلوں میں دکنی کے کلاسیکی شاعروں کی خصوصیات و رجحانات کے برعکس دہلی کی شاعری کی روایات سے اثر پذیر صاف جھلکتی ہے۔ ایمان کی غزلوں کو میر اور سودا کے دور یا کسی بھی شمالی ہند کے شاعر کے کلام کے ساتھ رکھا جائے تو شمالی ہند اور دکن کے کلام میں تمیز کرنا مشکل ہو گا۔ چند شعر دیکھئے۔

شام سے بے صبح تک کس کیلئے روتی ہے صبح نور اپنی چشم کا ہر نرم میں کھوتی ہے صبح
شعلہ رو ہے عشق ترا کس بلا کا دل نشیں داغ کو اپنے جگر کے اب نلک دھوتی ہے صبح

غزہ، ادا، نگاہ، تبسم، خصرام سے میں ایک جان اپنی بچاؤں کہاں نکل

دل کی ایمان کے صیاد خیر لے جلدی کیا بری طرح تڑپنا سے یہ بچیر کمر لیس
ایمان کی غل اپنے دور کی روایتی شاعری کا نمونہ ہوتے ہوئے بھی اپنے اندر
ستادانہ فنکاری اور سنگتگی و تازگی کے اوصاف رکھتی ہے۔ خصوصاً زبان و بیان کی
انہی وسعتگی کے اعتبار سے ایمان کا کلام اپنے دور کی شاعری کا معیاری نمونہ ہے
ربیان کسی بھی شاعر کے کلام کا بنیادی وصف ہوتا ہے۔ اس کے لیے شاعر کو چمن
نہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اول تو یہ کہ اسے زبان و بیان پر قدرت حاصل ہو۔
ماط کی بندش کی ہنرمندی اور معنویت کی تہ داری پر نظر رکھی جائے اور زور کلام
سوں کی نزاکت سے بے ساختگی اور برجستگی کے ساتھ دست و گریباں ہو۔ کلام
تکلف اور آورد کی جگہ آمد کی شان پائی جائے۔ ان اموں کے پیش نظر ایمان کی
لگوئی کا جائزہ لیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے ایک قادر الکلام اور بلند
تہ استاد سخن تھے۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے۔

وہم فرشتے کا نہ پہنچے جہاں ————— پہنچا ہے وہاں حضرت انسان جا
کہہ رکھا ہے دید اثر خدا جانے ————— بھٹکتی آج تلک میری آہ پھرتی ہے
ایمان نے میر اور سودا کی طرح کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے تکرار لفظی سے

کلام لیا ہے ۔
بلس میں تیری کاوش ترنگاں کے ہاتھ سے غنچہ منظر ہر ایک جگر لخت لخت تھا
سیم ہاتھ سے کس گلبدن کے ہے تاراج کہ شہر شہر سدا داد خواہ پھرتی ہے
بجو حرم میں کبھو دیر میں مجھے پیارے کہاں کہاں نہ لیے تیری چاہ پھرتی ہے
ایمان کی غزلوں میں سادگی و روانی اور سہل بیانی کی بھی متعدد مثالیں

موجود ہیں۔ فارسی ترکیبوں اور افادتوں سے احتراز کے باوجود اشعار میں حسنِ بے پایا
تاثر اور روانی پائی جاتی ہے۔

نہیں جگنو چمکتے ہیں یہ سارے پڑے افلاک سے ہیں ٹوٹ تارے
تیر گم میں جزم و برغ و بلا ! اور کچھ اسے عشق سر پایہ بھی ہے
اپنے نزدیک دی صاحب معنی ہیں گے بات سیمودہ جو باہر نہ زباں سے لاویا

حسن و عشق ایمان کا پسندیدہ موضوع ہے۔ دیگر غزلگوں کی طرح ایمان کے کلام میں معشوق کے حسن کی تعریف میں متعدد اشعار ملتے ہیں۔ محبوب کے ناز و غم، 'قد و قامت'، رفتار و رفتار اور خط و حال کی تعریف میں ایمان کے چند شعر دیکھئے۔ کہیں وہ صرف محبوب کی تل سے غش کھا جاتے ہیں اور کہیں اس کی ابروئے خم دار کی کاٹ سے گھائل۔ محبوب کی چشم کو نرگس قد و زلف کو شمشاد اور سروغ غب و عارض کو سنبل دلالہ سمجھتے ہیں اور کہیں محبوب کو "سر سے پاؤں تلک چمن ہے تو" کہتے ہیں۔

تعریف دل ربا کے سراپا کی ک کر میں ایمان ہم کو ایک ہی بس تل غش کیا
رکھتا ہے یار ابرو خم دار کا گھمنہ ہووے سپاہی زادہ کو تلو کا گھمنہ
چشم قد و زلف و غب غب عارض و ابرو اس کے

نرگس و شمشاد و سنبل دلالہ و گرداب و شمع

کیوں نہ طاووس ہو تیرے قمر باں سر سے لے پاؤں تک چمن ہے تو
میرزا غالب نے محبوب کے انداز نقش یا کی دلفریبی کو موجِ خرام یا کی گل آشنائی
کہا تھا ایمان نے محبوب کی "رفتار" کو "موج گہر" کے قائل قرار دے کر ایک سماں باندھ
دیا ہے۔ اس شعر میں "موج گہر" "حبیبہ" اور "رفتار دریا" جیسے الفاظ کے استعمال

سے شعر میں ایک کیفیت اور اچھوتے پن کا احساس نمایاں ہے
وہ رے رفتار جیوں موج گہر دیکھ کر حیرت سے دریا تھم گئے
غالب کا ایک شعر ہے۔

دے کے خط منہ دیکھتا ہے نامہ بر کچھ تو پیغام زبانی اور ہے
غالب نے بہت پہلے کچھ ایسے ہی مضمون کو ایمان نے اس طرح بانہ چلایا ہے۔
قاصد آیا اور خط لایا بھی ہے کچھ زبانی بلکہ فرمایا بھی ہے
ایمان کی ایک اور غزل کے چہ اشعار دیکھئے جن کے مطالعہ سے حسرت موہانی کی
اس مشہور غزل کا تصور ابھرتا ہے جس کا مطلع ہے۔

چپکے چپکے رات دن آنسو بہا بنا یاد ہے ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
ایمان کا معشوق حسرت کی محبوبہ کی طرح شرمیلا ہے اور نہ "دانتوں میں انگلی
دبانے" اور نہ دوپہر کی دھوپ میں اپنے عاشق سے ملنے کے لیے کوٹھے کی چھت پر ننگے
پاؤں جاتا ہے بلکہ وہ "لیٹ لیٹ کے ساتھ" سونا بھی پسند کرتا ہے اور بے جابیاں
اور مدارت "اس کا محبوب مشغول ہے۔ وہ جام دنیا کی موجودگی میں اپنے چاہنے والے
کے ساتھ "برسات کی رات" میں "بنگلے" سے "باغ" کا نظارہ کر رہا ہے۔ غرض ایمان
"وصل کی راتوں کی شعر خوانی اور حکایات" آج تک بھولے نہیں ہیں۔

کوئی بھی ان دنوں کی تجھے بات یاد ہے سونا لیٹ لیٹ کے مہرے ساتھ یاد ہے
بھولا نہیں ہوں آج ملک ایک دم کبھو اول کی تجھ کو تیرے ملاقات یاد ہے
پلیٹس تو لطف خاص ہے پلیٹس تو کیا کہوں وہ بے جابیاں و مدارت یاد ہے
مینا ہے اور جام ہے اور میں ہوں اور تو وہ باغ اور وہ بنگلہ وہ برسات یاد ہے
ایمان تجھ کو وصل کی راتوں کی آج تک وہ شعر خوانی اور وہ حکایات یاد ہے
محبوب کی بے رخی بے اعتنائی بے التفاتی اور اس کے جوڑ و ستم (جس کا خود

محبوب کو بھی احساس ہے) کے باوجود ایمان اسی کا دم بھرتے ہیں، اسی پر مرتے ہیں اور اسی سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ محبوب کی اس بدگمانی کی نفی بھی کرتے ہیں کہ وہ کسی اور سے دل نہیں لگا رہے ہیں۔
 میں اور کسی سے لگاؤں دل : مہر تیرا میاں گمان ہے یہ

گو کہ چاہیں نہ بتاں ہم انہیں چاہیں لیکن وہ سراہیں نہ ہم تو سراہیں لیکن ایمان کو اپنے محبوب کا جو رسم 'اس کی رنجی اور بے اعتنائی سب کچھ گوارا ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک محبوب معصوم ہے۔ تو خیزی اور نا تجربہ کاری کا وجہ سے وہ ابھی ادا دلہری کے طور طریقوں سے ناواقف ہے۔

آگاہ دلہری سے نہیں ہے منم ہنوز نہ مہر زلف جانے ہے نہ رسم ستم ہنوز
 شیخ و ناصح پر طنز کرنا ان کا مضحکہ اڑانا اردو شاعری کا ایک روایتی موضوع ہے۔ اس کا سبب بڑی حد تک یہ سمجھا جاتا ہے کہ شیخ اور ناصح کے قول و فعل میں بڑا تضاد پایا جاتا ہے۔ اس کی نجی زندگی مکروفریب اور ریاکاری سے پر نظر آتی ہے اس کے برعکس ایک رند مشرب سے پرست افان کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے۔ ایمان بھی روایتی انداز میں شیخ و ناصح پر طنز کرنے سے نہیں چوکتے اور کہیں کہیں دبی زبان میں ان کی چھٹی بھی اڑاتے ہیں۔

شیخ کعبہ کے درو دیوار میں کیا خاک ہے خاندل سے ہے اپنے انقال کو سے یار
 شیخ زلف تراں کا جو ہے تم کو سودا کیسے کچھ داغ جیس دام و درم بھی کچھ ہے
 ایمان کی غزل صرف عشق و محبت اور فراق و وصال کی کیفیات کا پرتا ہی نہیں دیتی ہے بلکہ اس میں معاشرہ کی اصلاح اور متعلق حیات کی ترجمانی بھی ملتی ہے۔ ایمان کی شاعری صرف جذبہ و احساس کا اظہار ہی نہیں ہے بلکہ اس میں غور و فکر

کے عناصر کی کار فرمائی بھی موجود ہے۔ اگرچہ کہ ایمان کی غزل میں معنویت کی تہ داری اور فکر کی گہرائی کے عناصر قائل قائل ہیں۔ لیکن ان کے منتخب اشعار دل و دماغ دونوں کو اپنی حرارت سے متاثر کرتے ہیں۔ ایمان نے زندگی اور اس سے متعلق بے شمار متنوع موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے چہ شمع ملاحظہ ہوں۔

زندگی شکل خواب سی ہے مہر گو یا سرب کی سی ہے
 غامک آہ سے ایمان کے ڈر اے ظالم یہاں کرتا ہے دل شمس و قمر ہیں سوراخ
 ترک کر محبت جوانوں کی کہے ہے میر عقل ہے سید کاری عبت جس دم ہو گئے گیسو سفید
 گھر سے جانے کا میرے عزم نہ کر آخر شب کہ مسافر کو ہے چلنے میں خطر آخر شب
 آشیان خس و خاشاک نہ باندھ اے بلبل آتش گل ہی سے اس باغ میں گھر چلے ہی
 دنیا کے نہ مال و زر سے مروتو مانوس شمع کا فور یا بلوریں فانوس
 قارون کی طرح سواے گنج حسرت کچھ اپنے نہ ساتھ لے گیا دمیتا نوس
 نہ چاہ دولت دنیا کہ ہے وہ گرداب ہزار ڈوب گئے ہیں تو بچ کے دس نکلے
 تنگنائے عرصہ دنیا میں ایسی چال چل جو نہ ہو وے پاؤں کے نیچے کوئی مسماں مور
 پرگوتی اور قادر الکلامی کی بدولت ایمان کی غزلوں میں پختگی، صنایع اور فکر و نظر

کی ہنرمندی جبکہ نگہ نظر آتی ہے۔ صنف غزل میں اپنی بے پناہ تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کرتے ہوئے ایمان کے یہاں اس بات کا بطور خاص اہتمام نظر آتا ہے کہ اہل محفل یا سامعین ان کی استادانہ فن کاری اور یرگویی کے قابل ہو جائیں۔ فن کی پختگی اور قادر الکلامی کا مظاہرہ ایمان نے مشکل سے مشکل زمین میں رواں دواں اشعار نکال کر بھی کیا ہے۔ ان کے دیوان میں بیسیوں غزلیں سنگلاخ زمینوں میں موجود ہیں۔

انہوں نے مشکل قافیوں میں بھی شعر کہے ہیں اور طویل قافیوں میں بھی اور ساتھ ہی ساتھ غیر مردف غزلیں بھی ان کے دیوان میں خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ بقول ڈاکٹر

جمیل جالبی "ایمان کی شاعری کا عام مزاج یہ ہے کہ وہ مشکل زمینوں کے کاغذی پھول کرتے ہیں اور لفظوں کے رمل سے وہاں معنی پیہا کرتے ہیں جہاں معنی کا رس نکالنا محال نظر آتا ہے۔ یہی وہ رنگ سخن ہے جو مشکل زمینوں کی تسکین میں، حسرت، جرات اور انشا کے ہاں کھنویں اور شاہ فیروز کے ہاں دہلی میں مقبول ہوا اور شیخ ناسخ کی شاعری میں نئے مضامین پیدا کرنے کا نیار حجام بن کر اس دور کی نئی شاعری کا پسندیدہ رنگ بن گیا۔" دیوان ایمان سے چمنہ مطلعے پیش کئے جاتے ہیں، جس سے ایمان کی وقت پسندی اور مشکل زمینوں میں ان کے توسل تخیل کی برقی رفتاری کا اندازہ ہو گا۔

عارضی و روئے ذوق ہے لالہ و گرداب شمع : ناف و ساق و حلقہ پایا لہ و گرداب شمع
 چہرہ خور سے اٹھے ہے جو نقاب شام صبح
 دور ہو دے یوں پری کا بھی جھاب شام صبح
 از لب کہ ہے نظارہ گل پیر ہن میں سداخ
 کیا پھول پھول جھوم رہی ہیں چین میں شاخ
 کیونکہ ہو دے کہکشاں گلشن میں ہم رنگ روش
 ہو سکے قوس قزح بھی جب نہ پاسنگ و دش
 جلتی ہے شونہ سے پروانے کے افسوں میں شمع
 آہ ہر چین کہ ہے پردہ فانوس میں شمع
 کہ بلو گلاب کی دیوے دماغ میں بوسہ
 میں غنچہ لب سے نہ لوں کیوں کہ باغ میں بوسہ
 کیا چل سکے ہے آہ کی تدبیر سنگ ہے
 کافر بتوں کا دل نہیں بے پیر سنگ ہے
 ہوئی ہے خاک جل کر شمع آتش کی ڈوری
 نظم کو ماہ رو کے چہرہ گھنار کی ڈوری
 برنگ غنچہ اک کبجہ ملا کو باندھ کر کھولے
 سخی جب پیچہ بدل دعط کو باندھ کر کھولے
 کہ ہیں موج گر جس کی قبلے پاک کے دورے
 وہ بدلے رشتہ جاں سے کہاں پوشاک کے دورے
 موج دریا جس طرح سے دبیم منہ سیٹھے اٹھے
 اس طرح بیتاب تیرا اے مضم بیٹھے اٹھے
 مانند حنا ہے ہاں بیزی میں نہاں سرخی
 خط میں ہے صف جانان بیزی میں نہاں سرخی

وہ توڑے سرو گل رخ گہر پر بلبل دل تھری
 دل ہارا خانہ دلہر بنے اور ٹوٹ جائے
 ز بس دیوانہ ہے تجھ عشق کی تاثیر سے پانی
 نہیں جز خاک رہی آج تب چشم آئینہ
 نہ تنگ دل ہے عبث صحن باغ میں غنچہ
 تھا ہمیں دم کریاں دیرو حرم بھی کچھ ہیں
 کیوں نہ ایسا ہو وہ اب شوخ گلوگیر کہ بس
 پھر تھا سلیمان اگر شاد ہوا پر
 سمجھے ہیں کب مناویں اسے کمر ہزار چار
 یار کے ارد کی اے دل کیوں نہ ہوں تصویر کج
 ہوں سرا ہر ہوں یارب قد جاناں سے پیٹ
 کس کس طرز سے چلتی ہے باد بہار مست
 سمجھ نہ جھک نہ ہار تو زمیں کا سانپ !
 تجھ سے صنم دل کی عبث رکھتے ہیں عشاق طلب
 جو لخت جگر دیدہ تر میں نہیں بھرتا
 تشہ ہو اور رات ہو اور بام و قناب و ہوا
 رکھتا ہے کس ادا سے وہ عالی دماغ پا
 یوں نہ ہر کسش ہوا بیا مال سر جنگ حنا
 ایمان نے مشکل زمینوں اور طویل بحروں کے علاوہ چھوٹی بحروں میں بھی بڑے
 خوبصورت آدم موثرانہ شکار کہے ہیں۔ چھوٹی بحروں میں ایمان کے بعض اشعار سہل المتع
 کی تعریف میں آتے ہیں۔ چھوٹی اور رواں بحروں میں میر کے فستہ لکافی شہرت رکھتے ہیں

تو ہوں جوں برگ شک ابتر پر بلبل دل تھری
 جس طرح گل باغ میں ساغر بنے اور ٹوٹ جا
 بندہ ہا پھر تا ہے اب تک موج کی زنجیر سے پانی
 برگ سر نہ خاکستر ہے باب چشم آئینہ
 کہ ہے کسی کے دہن کے سراغ میں غنچہ
 بارے یہ سوچ پڑی آج کہ ہم بھی کچھ ہیں
 رات کچھ مجھ سے ہوئی ایسی ہی تفسیر کہ بس
 سر کھینچے ہے میرا ہی وہ شمشاد ہوا پر
 مجھ سے ہی جب تلک کہ نہ ہو میں نثار چار
 جوہر برش ہے روشن میں جو بی تصویر کج
 عشق پیچاں رہے جوں سرو گلستان لکھٹ
 زاہد بھی دیکھ ہو گیا ہوں بادہ خوار مست
 یہ اپنی فہم میں ہے جنت بریں کا سانپ
 ہم تو خدا کی قسم ہیں فقط اشفاق طلب
 عاشق وہ کبھو اپنی نظر میں نہیں بھرتا
 اس جگہ تو ہو بنبل میں سنگ اور خواب ہوا
 رنگ حنا سے ہوتا ہے جب رنگ باغ پا
 اس شہر خواباں کے ہاتھ آیا ہے اور رنگ حنا
 ایمان نے مشکل زمینوں اور طویل بحروں کے علاوہ چھوٹی بحروں میں بھی بڑے
 خوبصورت آدم موثرانہ شکار کہے ہیں۔ چھوٹی بحروں میں ایمان کے بعض اشعار سہل المتع
 کی تعریف میں آتے ہیں۔ چھوٹی اور رواں بحروں میں میر کے فستہ لکافی شہرت رکھتے ہیں

چوٹی محرم میں ایمان کی جدت طرازی اور فن کاری ملاحظہ کیجئے۔

واہ رے رفتار جوں موج گہر
دل جو ہوتا تھا تگفتہ باغ میں
نچ سے یہ خوش چشم شہر حسن کے
بدلتے روتے نہ نقطہ دیدہ تر بیٹھ گئے
کچھ حرم میں کجودیر میں مجھے پیارے
کہ ہم گیا ہے دیار اثر خہ اجا نے
رگ جاں پر ہے کون ناخن زن
آثر الذکر شعر میر کی مشہور غزل

ہستی اپنی حجاب کی سی ہے
کازین میں ہے اس غزل نثر یہ چند اشعار دیکھیے۔

نوند گئی سبھی خواب کی سی ہے
کون دل سوختہ ہے گرم تپش
تجو میں بویاں کچھ کباب کی سی ہے
کہ صبا وہ کھلی ہے زلف کہاں
تجو میں بومستک ناک کی سی ہے
کچھ نہ کچھ رات مشغل میں گزری
آج صورت حجاب کی سی ہے

ایمان کے کلام میں تشبیہات و استعارات اور تلمیحات کا بھی کثرت استعمال ہوا
دیوان کے آغاز میں دیگر شاعروں کی طرح ایمان نے بھی حمد اور نعت کہی ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ
غزلوں کے بعض اشعار میں بھی انہوں نے حمدیہ اور نعتیہ شعر کہے ہیں۔ بعض اشعار میں ایمان نے قرآن حکیم کی
آیتوں کے اجزاء اور احادیث کے حوالے تلمیح کے طور پر بڑی خوب صورتی سے استعمال کئے ہیں چند شعر ملاحظہ کیجئے۔

آیتہ نصر من اللہ سورہ فتح میں
فرما یا اللہ واحد اس صاحب اسم نے
واسطے تابند کے تیرے ہمیشہ ہے عیاں
تجو میں کچھ اس دین کے سردار تے
گرچہ بدکار ہیں پر اہل کرم بھی کچھ ہیں

دکنی شاعری میں محبوب کی جنس کو مبہم رکھا گیا ہے اور نہ اس کے لیے صیغہ تذکر استعمال
 ہوا ہے بلکہ یہ بلا انداز میں اس کا مونث ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ شمالی ہند کے شاعروں
 نے معشوق کے لیے یا تو صیغہ تذکر استعمال کیا ہے یا پھر اس کی جنس کو مبہم رکھا ہے۔ ایمان
 نے بھی شمالی ہند کے شاعروں کی تقلید میں مجھ کے لیے تذکر صیغہ استعمال کیا ہے جس سے
 یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان کا محبوب امرد ہے اور وہ اسے میاں کہہ کر پکارتے ہیں۔ سہ
 میں ہوں میاں دل سے تراجاں نثار آج سے اس بات کو پہچان جا
 میں اور کس سے لگاؤں دل ! صرف تیر میاں گمان ہے یہ
 یک غزل میں ایمان نے ”میاں“ کے لفظ کو ردیف میں بھی استعمال کیا ہے۔ مطلع
 ملاحظہ کیجئے۔

جب آنکھیں ہو گئیں چار میاں کچھ تم سمجھتے کچھ ہم سمجھتے
 تفصیل نہیں درکار میاں نا کچھ تم سمجھتے کچھ ہم سمجھتے
 بعض مقلعوں میں ایمان نے اپنے تخلص کو ذومنی میں استعمال کیا ہے تخلص سے کھلنے کی
 کوشش ہمیں کہیں نظر آتی ہے تو وہ سو من کے پاس اس قبیل چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

جب سے وہ غارت گیر ایمان آیا بزم میں
 گل رخوں کے ہو گئے ہیں رنگ ہر اک سفید
 جہاں کے بیچ ہے ایمان کی قسم یہ رسم
 کہ دوست دار لکھے دوست دار کو کاغذ

تصدیق دل و جاں غیب پر ایمان لایا ہوا تو ہی معبود ہے میرا میں بندہ بے درم تیرا
 عاشقی ہر بواہوس کی بس کی بات نہیں بقول غالب
 ہر بواہوس نے حسن اپنی شعار کی
 اب آبرو سے شیوہ اہل نظر گئی

ایمان کہتے ہیں۔

سوز عشق کو اسم بولوا الہوس آساں نہ سمجھ

یہ وہ آتش ہے سمندر کے بھی پر جلتے ہیں

عشق کا کوئی حب نسب نہیں ہوتا اس میں شخصیت کی نہیں جذبہ کی قدر ہوئی ہے سودا کہتے ہیں۔

کہتے ہیں جسے عشق سو وہ چیر ہے سودا

جو ذات خدا جیسا حبیب کے نسب ہے

ایمان کہتے ہیں، ہمیں تو عشق ہے واللہ ذات حسن سے ناصح

نہیں پرواہ گر اس کا حب کچھ ہو نسب کچھ ہو

ایمان نے بعض غزلوں میں موسیقیت اور خوش آہنگی پیدا کرنے کے لیے ایک سے زائد قافیوں

کا اہتمام کیا ہے رقتاریں کوئی ملک دامن شرارت سے جھٹک

شیشہ دیا دل کا ٹپک اتنا تو مستانہ نہ ہوتا

یہ شراب فائدہ مند ہے، کیس شیشہ ہے کس جام ہے
بھی میکشوں کا پیام ہے جو نہ ہو تو تو پے ستم بھلا

اب ایمان پر تو ہویہ کرم مسموم رنج کیجے ادھر قدم
کہ مزاج اس کا تو اے ستم نہیں ہوتا ہے کوئی دم

قیمت میں دیگر فقہ جان، لی حسن کی جنس گراں
دل کے سوا اپنے تو یاں، کچھ اور معانہ نہ تھا

ایمان کے کلام میں غزل مسلسل کی بھی اچھی مثالیں موجود ہیں اس قسم کی غزلوں میں انہوں نے اشعار کے ربط و تسلسل کا بطور خاص خیال رکھا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

رات دیکھا میں ایک کھوپے میں بدر تھا یا کہ ہر انور بھتا
 جس طرح آسمان پر تارے یوں چمکتا تھا جو کہ زیور بھتا
 حلقہٴ نقہٴ خصوص مکھڑے پر عید کا جولا ہلال اظہر تھا
 شاہ زادہ تھا یا شاہ شاہ تھا حُسن کا جھکے ساتھ لشکر تھا
 شوکت و شان کیا کہوں اس کی صاحب تاج و تخت، افسر تھا
 غنچہٴ لب، گل عرار، نرگس چشم گلشن حسن کا صبر بھتا

سلسل غزلیں ایمان کے پاس اگرچہ کہ بہت کم ہیں لیکن ایسی غزلوں میں انہوں نے
 رومی جہارت کے ساتھ ایک قصہ گو کے فرائض انجام دیتے ہیں۔

ایمان چلیے آپ بھی کیا انتظار ہے گلشن میں اب کے سال انوکھی بہار ہے
 کہتے ہیں شاہ گل کی سواری جلو س سے آئی ہے اور سپاہ کا رنگیں سنگار ہے
 چل دیکھ صحنِ باغ میں مجھے کے واسطے صف باندھ کر کھڑی یہ دور سے قطار ہے

ایمان کی غزلوں میں فلسفیانہ مضامین بھی ملتے ہیں۔ فلسفہ و تصوف کے عام مضامین
 رچہ ایمان کے یہاں خال خال نظر آتے ہیں لیکن فکر و فن کے نقطہ نظر سے بعض اشعار قاری
 یا توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیتے ہیں چنانچہ دیکھئے یہ

عرصہ ہستی میں کچھ مختار ہوں بھی اور نہیں
 سایہ اس صاحب رفتار ہوں بھی اور نہیں

آئینہ ہے صورت اس معنی کی ہر ذرہ کے بیچ
 اس کا نور خاص روشن گر ہے ہر ماہ کا

کس قدر ایمان ہو گا صورتِ اصلی کا حسن
جب دل عشاق کی تصویر دامنِ یرھے

سورنگ جلوہ گر ہیں گرچہ بتانِ عالم
ہم ایک تجھ کو اپنا منظور جانتے ہیں
دیر سے مطلب نہ کہے سے عرض

عاشقوں کا دین وایاں لڑھے
ایمان اپنے اشعار میں عرب و عجم کی عشقیہ داستانوں کے حوالے بھی برطی
خوبصورتی سے پیش کرتے ہیں۔ خصوصاً لیلیٰ مجنوں اور شیریں فرہاد کے کرداروں کے تذکرہ
سے انہوں نے اپنے کلام میں بڑی دلکش رنگ آمیزی کی ہے۔
کرد کچھ بخند کی وادی کی باتیں دوستو مجھ

کہ دیوانہ ہوں میں مجنوں دلیل دکھائی
اشک مجنوں سے مرے اشک کو ہے ہم چشمی

جیسے مل کر کہیں محرابیں بہیں دیا د و
گل عذاروں میں اگر لیلیٰ ہیں قیس بھی اک مردِ سحرانی ہے
خسرو سے ادھر جنگ ادھر کوہ سے کاوش

دیکھا ہی نہیں ہم نے کوہِ فرہاد سا بانکا
پھر تا ہے قیس دشت میں جوں گرد کارواں

اوسے نظر نہ منزل مقہود کی طرح
لیلیٰ مجنوں شیریں فرہاد کے علاوہ عرب و عجم کی تاریخ سے اور بھی ناموں کا

بطور تسلیم کیا ہے

ہمکا نہ سکے درج سرد ہو گیا اس شہر و بقال کا ہی دربار گرم ہے
میں کس طرح نہ کہوں اسکو باغ ابراہیم کہ ایک آن میں آتش کا ہو گیا گنزار
دولت دنیاے دوں از بسکہ ہے بے اعتبار

سنگڑوں اس تخت پر خاکِ غم بیٹھے اٹھے
ان کے علاوہ ایمان ہندو دیو ملا (صنمیت) کے قصوں کی طرف بھی بظہار
ع اشارے کیے ہیں
دل لے ہی گئی آنکھ دکھا کر نہیں معلوم

وہ کوئی پری زاد تھی یا رام جی تھی !
برہمن دیکھ کر اس کو کہے ہے رام کی سونگند

جنم گیش کا لیکر کنھیا جگ میں آ بیجا
ایمان نے اپنے گلستان شاعری کو نادر تشبیہوں، کنایوں اور ضاحیح بدائع کے
بین درنگین پھولوں سے سجایا ہے اور اس سماوٹ میں تکلف یا تفع کا گان بھی نہیں
تا۔ اس سلسلہ میں متعدد شعر پیش کیے جاسکتے ہیں یہاں چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔
دووں تشبیہ کیوں کر دیدہ گریاں کو دریا سے
کہ جیوں گرداب یہ کھا کھا کے سوچکر چمکتا ہے

جس نے دیکھا تری چوٹی میں پڑا سرخ مینا
کہا آتا ہے شفق آج نظر آخر شب !
یاد آتی ہیں عرق آلود وہ زلفیں مجھے
جب اندھیری رات میں ہو آسماں اختر فروش

زمر واس کے آدیزے کایوں عارض پہ چکے ہے

پری کے ہاتھ ہے شیش شب ہناب میں گویا
فلاح بدائع میں ایمان زیادہ تر صنعت تضاد تجنیس زائد و مزمل اور حسن تعلیل استعمال
کرتے ہیں اور یہ استعمال اس خوبصورتی سے ہوتا ہے کہ شعر میں اس سے نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔
جب تک ملتا نہیں ایمان سے تو اسے دلفگار

تنبہ ہوتی نہیں آسان یہ دستوریاں
جتنے یہ اقم باہیں سو عقب ہیں تیش زن

ترباق تو محال مگر رسم بہت ہے یاں
مصل غزالہ چشموں کی دیکھا ہوں بار بار

ہوتے یہ رام کم ہیں دے رم بہت یاں
ختم تجھ پر ہو چکی ہیں حسن کے انداز میں

یاریاں، عیاریاں، دللدیاں، طاریاں
حسد کی خدائی ہے ایمان یہ بھی بتاں جو ہمیں اس قدر آماجیس
شتابی ساقیا سے لائے کردل کو مرے میلا

اسنڈ تے اور گرجتے بے طرح سے بادل آتے ہیں
الغام جو انان رگشن کو ملا یاں سکے

پایا ہے زر خالص ہر گل نے طبق بھر بھر

قصیدہ نگاری

قصیدہ نظم کی وہ قسم ہے جس میں کسی کی تعریف یا ہجو کی جائے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اپنی کتاب ”اردو میں قصیدہ نگاری“ میں مختلف ستملوں کے حوالوں کی مدد سے ”قصیدہ“ کے لغوی معنوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے۔ ”قصیدہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی ”سفر، غلیظ و مبطل“ کے ہیں۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ قصیدہ لفظ قصد سے نکلا ہے اور اس کے لغوی معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ اصطلاحاً قصیدہ اس نظم کو کہتے ہیں جس کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور بقیہ اشعار کے دو سر مصرعے ہم قافیہ درہم ردیف ہوں اور جس میں مدح یا ذمہ و عطا و نصیحت یا مختلف کیفیات و حالات وغیرہ کا بیان ہو۔ جہاں تک قصیدہ کی ہیئت (FORM) کا تعلق ہے۔ اس میں بڑی حد تک غزل کی ہیئت کی پابندی کی جاتی ہے یعنی غزل کی طرح قصیدہ کے پہلے دونوں مصرعوں اور باقی اشعار کے صرف دو سر مصرعوں میں قافیہ درہم ردیف یا صرف قافیہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ غزل کے برعکس قصیدہ میں خیالات و مضامین مربوط و مسلسل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اپنے موضوع کے لحاظ سے ہر قصیدہ کا کوئی نہ کوئی عنوان بھی ہوتا ہے۔

قصیدے کبھی کبھی اس کے قافیہ کے آخری حرف سے بھی موسوم کیے جاتے ہیں۔ مثلاً ”قصیدہ“ ”میمیہ“ ”قصیدہ جمیمہ وغیرہ۔“

قصیدہ عربی شاعری کی مقبول صنفِ سخن تھی۔ عربی سے یہ صنفِ فارسی میں پہنچی اور پھر فارسی سے اردو میں مروج ہوئی۔ عربی شاعروں نے اسی صنفِ سخن میں اپنے بہترین شاہکار یادگار چھوڑے ہیں۔ فارسی شاعری میں بھی اس صنف کو مقبولیت حاصل ہوئی اور اندری، خاقانی اور طبریزی فارسی جیسے شعرا فارسی شاعری کو نصیب ہوئے۔ فارسی شاعری کے تتبع میں قدیم دکن کے شاعروں نے بھی قصیدہ کی صنف سے دلچسپی لی۔ دکن کے اہم اور بلند پایہ قصیدہ نگاروں میں محمد قلی، خواجہ نصر قی اور ولی اہمیت کے حامل ہیں۔ دکنی شاعری کے اتباع میں جن شاعروں نے شتالی ہند میں قصیدہ کی صنف کو اپنا یا اور معرکتہ الارا قصیدے اردو ادب کو دیے ان میں سودا، ذوق، مومن اور غالب کے نام سرفہرست نظر آتے ہیں۔

شیر محمد خاں ایمان ذوق، مومن اور غالب کے پیش رو اور سودا کے ہم عصر قصیدہ گو ہیں۔ ان کے کلیات میں ایک درجن سے زیادہ معرکتہ الارا قصیدے موجود ہیں۔ وہ اپنے دور کے دکن کے سب سے اہم اور بلند قامت قصیدہ نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر لائق صلاح اپنی کتاب "عہدِ وسطِ جاہ" میں ایمان کے قصیدوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتی ہیں: "ایمان نے کلی چودہ فقائد لکھے ہیں۔۔۔ ایمان کے دس فقائد دیوان میں موجود ہیں۔ جنہیں سید محمد نے "ایمان سخن" میں شامل کیا ہے۔ "مجموعہ مضاحت" میں مزید چار قصیدے ہیں"۔

حالانکہ "مجموعہ مضاحت" (قلمی) میں ایمان کے پانچ غیر مطبوعہ فقائد موجود ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی اور اس طرح ایمان کے کل قصیدوں کی تعداد پندرہ ہو جائے گی۔ "کلیات ایمان" اور دیوان ایمان کے مخطوطوں میں جملہ دس قصیدے

تے ہیں جنہیں پروفیسر سید محمد نے ایمان کے منتخب کلام پر مشتمل کتاب ”ایمان حق“ میں بھی
 اہل کیا ہے۔ پہلا قصیدہ ۳۱ اشعار پر مشتمل ہے اس نعتیہ قصیدہ کا عنوان ”قصیدہ
 نعت سہروردی کائنات جناب رسول اکرم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم“ ہے اس قصیدہ کی تشبیہ
 ابتدا فی اشعار میں منظر نگاری ملاحظہ کیجئے۔

ہر چند غرق ہم رہے جوں گوہر آب میں لیکن کجھو کیا نہیں دامن تر آب میں
 ساقی نہیں ہے یہ گل نیلو فر آب میں رکھا ہے میکشی کے لیے ساغر آب میں
 حیراں ہوں میں حباب کے ہر دم شعور پر خانہ خراب باندھے ہے اپنا گھر آیت میں
 ریز کے اشعار دیکھئے۔

گو ما زبان حال سے یہ سطر موج ہے کب معنی ثبات ہے نقش بر آب میں
 ایمان کیجئے ایسے شہنشا کی ثنا لہو ہے جس سے عکس شہِ خاوار آب میں
 ریز کے بعد مدح رسول کے چند شعر دیکھئے۔

یعنی رسول خاتم و محبوب و اوج جلال تر سب ملل کا جس نے کیا دفتر آب میں
 و اللیل جس کی زلف کی ہے شان میں نزول ڈوبا اسی کی شرم سے جاخیز آب میں
 جاری ہو ایک نہر ہر انگشت سے وہیں رکھے وہ اپنا بیخ و بعر مگر آب میں
 شیریں ہے اس کے آب ہن سے بیجا شور گویا کہ گھول دی ہے ابھی شکر آب میں
 بے شک اسی کے چشمہ نوشیں کی شرم سے ڈو بازل کے روز سے ہے کوثر آب میں

ج کے بعد دعائیہ اشعار اس طرح کہے ہیں۔

دست حفاظت اس کا ہوں سایہ نگرانی اگر یاقوت کی طرح سے رہے انگڑ آب میں
 یا شافع اُمم یہ تمنا ہے بعد مرگ رحمت کے غرق کیجھو مجھے یکسر آب میں
 دوسرا قصیدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فقبت میں ہے۔ اکتالیس

اشعار پر مشتمل اس قصیدہ کے دو مطلعے ہیں۔ پہلا مطلع ہے۔

ساتی پلا شراب کہ ہے موسم بہار دل چاہتا ہے کیجے گلگشت لائزار
دوسرا مطلع ۲۶ اشعار کے بعد آیا ہے ۔

بے شبہ جانتا ہوں کہ اے صاحب اقتدار ساری خدائی میں تو ہے تیرا ہی اختیار
گریز اس طرح کی ہے ۔

پوچھا میں باغباں سے بتاؤں میں مجھے کس کے ہے فیض علم سے یہ رنگ بہار
اختتامی اشعار ملاحظہ کیجئے ۔

مقدور کب ہے جن بشر کی زبان کو جو تیری منقبت میں کرے کچھ گہر تبار
فردوس تیرے دوست کا سکون مدام ہے دوزخ میں دشمنوں کا ہے تیرا ہمیشہ کار
تیسرا شعر کتہ الاراقصیدہ "جلوس آصفی" ۱۱۹ اشعار پر پھیلا ہوا ہے ۔ اس قصیدے
میں بھی دو مطلعے ہیں ۔ پہلا مطلع یہ ہے
شکر للہ اب سعادت پر ہے دور آسماں

راحت و آرام سے معمور ہے سارا جہاں
مطلع ثانی اس طرح ہے ۔

تو ہے وہ ہر جہاں افروز و ماہ مہرباں

روز و شب تجھ سے منہ لے زمیں تا آسماں
تشبیب کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے ۔

دم گرے ہے جو طرف باد صبا افتون عیش ہر سحر اقبال لاوے روزنا آئینہ ساں
کھولی ہے شام بھی اب زلف بیلکے مراد جبکی بولے روح پرور سے محل مغرباں
یہ قصیدہ نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کی تخت نشینی کے موقع پر لکھا گیا ہے
اس کی آیات نے اس میں چرخیات کی جھلک دکھادی ہے ۔ تشبیب کے مطالعہ سے
اجرام فلکی کی "خرفندہ چال" کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ ارسطو جاہ کے دور کی

آسودگی اور عیش و نشاط کا مشاہدہ بھی کیا جاسکتا ہے

سبعہ سیدہ ہیں سب فرخندگی کی چال پر
کشتِ امیدِ خلائق سبز کرتا ہے زحل
پیشہ جلادی اپنا کر دیا بہرام ترک
نغمہ آراءِ نشاطِ عیش ہے ناہید بھی
ایک میں باقی نخواست کا نہیں ذرہ نشان
مشری بھی اب ہو اہے قافی امنِ اماں
بیچہ خورشید ہے یک دست جگ پر زلفاں
اور عطار دہے دیر اندہ عشرتِ نشان

آصف جاہ ثانی کے عدل کی تعریف کرتے ہوئے ایمان نے ان کا مقابلہ حضرت سلیمان سے کیا ہے اور اس ہنرمندی کے ساتھ کہ مبالغہ آرائی کا گمان تک نہیں گزرتا اسے

سن کے اس نے مجھ کو بلوایا تجھے معلوم نہیں
یعنی نواب سلیمان قدر و آصف جاہ عصر
سننے ہی یہ نام اقدس میں کہا کیا پوچھیے
دولت و حشمت تری مثل سلیمان کیوں نہ ہو
پرورش پایا ہے تو دولت سے جسکی اجواں
عادل و اکرم نظام الملک عالمی حنا ندان
وہ کریم اپنا کریم وہ بازوے صاحبِ قراں
تجھ میں اور اس میں ہے یک فرق نبوت و رمیاں

جشن کے موقع پر ہر طرف خوشیوں کے شعلے لپٹے ہوئے ہیں۔ شاہی محلات
”سازِ عشرت“ کی آواز سے گونج رہے ہیں۔ ”باجا رنگیں لباسوں کا ہجوم“ نظر آ رہا ہے

ہر طرف ”بصد ناز و ادا“ گلبدن، غنچہ دہن، رشک پری، سرورواں، عمو خرام ہیں
اس قدر ہے جایا رنگیں لباسوں کا ہجوم
جس جگہ ہے جشن کا آئین و قانونِ نشاط
ہر روش اوپر خراماں ہیں بعد ناز و ادا
گلبدن، غنچہ دہن، رشک پری، سرورواں
جس طرف دیکھو تو ہے رشک بہارِ گلستاں

منظر نگاری کے بعد گریز میں تجاہلِ عارفانہ کی بہترین مثال ملاحظہ کیجئے۔
الغرض ایمان پوچھا میں نے میر جرخ سے
کس کے ہے یہ عہدِ راحت ہمد سے امن و امان
مدح کا اندازہ دیکھئے

سنتے ہی یہ نام اقدس میں کہا کیا پوچھے
گوہر درج سیادت، اختر برج شرف
دہ کریم ابن کریم وہ یازوے صاحبِ قلم
مدح کے بعد مدعا کا اس طرح اظہار کیا گیا ہے۔

دائرہ میں بزم کے ہر مقام اپنے کے بیچ
جس گھڑی تو مسند عالی پہ فرماے جلوس
تیری آہنگ نوازش سے ہے ہر دم شادماں
ہمت عالی کی تیری مجھ سے کیا تو صیف ہو
دیکھ کر روشن ہو ہر دم سے چشمِ آسماں
اس قدر تیکہ تیں اللہ دریا دل کیا
مجنس دیتا ہے اٹھا ادنیٰ کو گنجِ شایگان
بسک تیکہ فیض نے بخشا یہاں تک لعل و زور
موتیوں سے جیوں صدف سائل کا بھر دو دیا
قصیدہ کے آخری دعائیہ اشعار یہ ہیں۔

نام رکھ کر اس قصیدہ کا جلوس آصفی
دوستوں کا دیکھ تیکہ منبرِ رنگِ جمعِ عید
دیں پناہ ختم کرتا ہوں دعا پر یہ بیاں
چوتھا قصیدہ پچیس اشعار پر مشتمل ہے۔
غرقِ حیرت دشمنان جوں دیدہ قربانیاں
کے موقع پر کہا گیا ہے۔ اس قصیدہ کے چند شعر دیکھے۔

جہاں کے بیچ ہے اب یہ نویدِ شہرِ عام
ہے جشنِ سالگرہ آج اس شہنشاہ کا
کہ عشرت و طرب و راحت و آرام
کر جس جناب کا منہ پشتِ فلکِ معلام
مجل ہے دیکھ کے نیاں بھی جسا ابر کرم
ظہیر ہوئے نہ اس آفتاب کا پیدا
ہزار چرخ اگر کھادے گردشِ ایام
پانچواں قصیدہ ۵۲ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ بے مثال قصیدہ بہارِ یہ
ہے جو جشنِ نوروز اور نظام الملک آصفیہ ثانی کی سالگرہ کے موقع پر کہا گیا ہے اس کی

تشبیب بہاریہ ہے۔

عجب بہار سے آیا ہے اب کے خرم سال
زمانہ عیش و طرب سے ہوا ہے مالا مال
جدہم نگاہ کرو دستہ دستہ ہے گل عیش
کہ رشک گلبن خم دوس ہے ہر ایک نہال
مادح میں ممدوح کی سخاوت کا تذکرہ کرتے ہوئے شاعر نے اپنے مرتبے کا بھی اظہار
کیا ہے تاکہ اس کے بعد ہی درپردہ اپنا مدعا پیش کی جا سکے۔

کرم سے اس کے خلائق کی زندگانی ہے
جہانیاں کا ہے ازبکہ قبل آماں
سوار جب ہو وہ رخس خرام اوپر
چلے رکاب میں اس کے بہ اعتقاد
شکوہ نشان یہ اس کے حضور اقدس کا
جلوس جب وہ کرے ہے بہ مسند اجلال
ادب سے سر بگ بیاں و دست بستہ مدام
کھڑے ہوں قصر و مغفور وصف نوال
نہ ہوئے ہمت عالی کا اس کی مجھ سے وصف
اقتدام و دعا کے اشعار یوں ہیں
بس آگے عرض کی قدرت نہیں رہی شاہ
یہی دعا ہے بحق بنی و علی و ولی !
کہ صبح و شام ہیں ایمان کو یہی اشغال
کہ سر فر از رہیں دوست دشمنان پامال

چھٹے قصیدے کا عنوان ”قصیدہ ہتاییہ در مدح فدیہ میر نظام علی خاں بہادر
نظام الملک آصف جاہ“ ہے۔ یہ قصیدہ ۵۹ اشعار پر پھیلا ہوا ہے اور اس کے
ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

ہوا ہے آج کی شب ماہ تاب کا یہ وفور
کوشش جہت کو جو دیکھو ہے ایک عالم نور
زمین جو دیکھو تو ہے خوان نقرئی گویا
ہے آسماں سے بھی سر پوش نقرئی کا ظہور
ہے بلکہ دامن صحرایہ نور پاشی ماہ !
ہر ایک کوہ ہوا کوہ برف سے مشہور
اس قصیدہ کے تین مطلعے ہیں مکرر اور تیسرا مطلعے یوں ہے۔
ہے آج دولت جمشید کا نچھ مقدور
ضمیر پاک ہے جام خباں نامشہور

ہے آج وہ تری دولت سرا میں جشن و سرور کہ خواب میں بھی نہ دیکھے ہوں قیوم و مغفور
 دعا اور خاتمے کے استعداد میں دوستوں کے لیے دعا اور دشمنوں کو بد دعا کی گئی ہے
 دعا پر ختم میں کرتا ہوں اب قصیدہ کو اہل بیت کا ہے یہ گردش سنس و شہور
 بزرگ صبح رہیں رو سفید تیسرے دوست سیاہ بخت عدو ہوں جیوں شب و بچور
 ساتواں قصیدہ نواب سردار الملک (گھانسی میاں) کی مدح میں لکھا گیا ہے
 "گھانسی میاں نواب شمس الامراء امیر پائے گاہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ حیدر آباد
 کا ایک محلہ (گھانسی بازار) انہیں کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔" اس قصیدہ کا
 تشبیہ میں صبح کی منظر نگاری کی گئی ہے ۶۷ اشعار پر مشتمل اس قصیدے کے
 تین مطالعے ہیں جنہیں ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

نیلیم کے سر پر ادھر بیٹھا جو شہ خاور اور سر پر رکھا ندین زمبہ عجب افسر

وہ ابر کو تم تیرا ستارہ سے ہے جو بہتر دامنِ گدا کرے یکدم میں پر راز گوہر

ہو زرم میں رستم بھی تجھ سے نہ کبھو سر بر ہے تو مہف مرداں میں ہم سر دم صفہ
 یہ ایمان کا ایک دلچسپ قصیدہ ہے جس میں شاعر نے اپنے اشتہابِ قلم کی برق
 رفتاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ خوبصورت تشبیہیں - جدتِ تخیل اور محاسنِ نگاری کے اچھے نمونے
 اس قصیدے میں موجود ہیں چند شعر ملاحظہ ہوں -

انعام جو انانِ گلشن کو ملایاں تک پایا ہے زرد خالص ہر گل نے طبقِ بحر
 نور شید کے پرتو سے طفلانِ حبابی کو زریں کلاہی کا ہے ناز لبِ رجوہر

گلگون رصبا تر چہ ہے گشت میں اب لیکن غنچہ کا چلکنا بھی کوڑا ہے گویا اس پر
 میخانہ عالم میں اب دور صوحی ۵۰ مینا سے پری نکل مستوں میں چلا ساغر
 مرغان چمن دلکش کرتے ہیں غزل خوانی غنچے ہیں تبسم میں خنداں ہیں گل تیر
 آٹھواں قصیدہ ایمان نے "جہاں پرور بیگم" کی شادی کے موقع پر کہا ہے، ۵۱
 شعرا پر مشتمل اس قصیدہ کا عنوان یوں ہے "قصیدہ شادی بادشاہ دکن نواب
 میر اکبر علی خاں بہادر نظام الملک آصف جاہ یہ جہاں پرور بیگم" یہ ایک سحر کنہ الہامی قصیدہ ہے
 جس کی وجہ سے بحیثیت قصیدہ گو، ایمان کو لافانی شہرت حاصل ہوئی۔ اس قصیدہ میں جہاں
 پرور بیگم اور نواب میر اکبر علی خاں بہادر آصف جاہ "کی شادی کو موضوع بنایا گیا ہے۔
 دیگر قصائد کے مقابلے میں اس قصیدہ کے کی زبان سادہ، رواں اور عام فہم ہے۔ لفظوں
 کی فصاحت و بلاغت اور سلامت و روانی کی وجہ سے یہ قصیدہ خاصہ کی چیر بن گیا۔ ۵۲
 مطلع دیکھئے ۵۳

جہاں کے سچ مہ آئی ہے اب کے فضل بہار کھلے ہیں لالہ رنگ چو طرف ہزار ہزار
 تشبیب در سر شعر سے شروع ہوتی ہے جس میں حقیقت نگاری کا کمال دکھایا گیا
 ہے۔ مدوح کی نیک نفسی اور عروس کی پردہ نشینی کے تذکرہ کا انداز دیکھئے ۵۴
 فلک کے آئینہ میں ہو نمود عکس شفق ہوا کے ساتھ زمیں سے اگر اٹھے ہے غبار
 ہر ایک غنچہ سے از لبکہ رنگ پاشی ہے ہوا ہے مثل چمن سرخ دامن کھسار
 ہے اس مخدرہ عروجاہ کی شادی ہر اک کینتر ہے جھکی پری و شیریں کار
 حرم حرمت و عفت کی ہے وہ جملہ نشیں جہاں پاک کی ہے بانو کے ستودہ شعار
 کوئی تہ زلف کا حرم ہے اسکی جز شانہ سوائے آئینہ اسکا نہ دیکھا کوئی دیدار

عواذ الکرہ لیس صلاح نے اس قصیدہ کے اشعار کی تعداد ۵۶ بتائی ہے (عہد اوسط جاہ صفحہ ۱۸۵)

گزینہ ملاحظہ کیجئے جس سے اس عہد کے رسوم شاہ بیاہ کا نقشہ بھی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

امیر اعظم و عالی جناب والا شان فریر شاہ دکن ہر آسمان و وقار
 دیا ہے اسکو بہ شہزادہ کی مسکن در جاہ کہ ہوے ماہ کو خورشید سے حصول انوار
 نہ پیچھے جس کے تاج کو جشن جمشیدی کیا عروس کا سامان اسقدر تیار
 سنا اگرچہ ہے سابق میں جشن نو شاہ پر اس کی گرد کو پہنچے نہیں ہے وہ زہار
 وہ بوٹی دار ہر اک جاے فرشتہ قابلیں ہے جہم نظر کرو اودھر چین چین ہے بہار
 کہیں بطور کی تذیل اور کہیں خانو س نہ تمقوں کا ہندس سے ہو سکے ہے شمار
 یہ وہ ہے جشن کہ جس پر طبق طبق زر و سیم نثار کرتے ہیں خورشید و ماہ لیل و نہار
 عطا و بذل کیا وہ جہیز شاہانہ !! کر جسکا ہو نہ محاسبے فہم کے بھی شمار
 نویں قصیدہ کا عنوان "قصیدہ جشن سالگرہ بہ اعظم لامر بہادر گز ایندہ بنام
 سلیمان جاہ" ہے۔ ۳۶ اشعار پر مشتمل اس قصیدہ میں بھی سادگی اور روانی بلا کی
 ہے اس قصیدے کے حسب ذیل دو مطلعے ہیں۔

شکر خدا بہار ہے، عہد شباب ہے — ساتی پری نثر اد ہے اجمام شراب ہے
 شاہوں کے پیچ آج تو ہی انتخاب ہے آدم کی نسل کا تو ہی لب لباب ہے
 اس قصیدہ میں ایمان ارسطو جاہ کی مدح سرائی کرتے ہوئے لکھے ہیں۔
 وصفِ ثنا کو تیرے کہاں تک کروں بیاہ عاقل کو ایک لفظ ہی مثل کتاب ہے
 شاہا تو بسکہ جامی دینِ بختی ہے اب تیری مدد مدام شہِ بوتراب ہے
 کلیاتِ ایمان کا دسواں اور آخری قصیدہ بھی ارسطو جاہ کی مدح میں ہے جو
 ان کی سالگرہ کے موقع پر کہا گیا تھا۔ پندرہ اشعار پر مشتمل اس قصیدہ کا مطلع ہے۔

ہے بلکہ ہر گمان کی آج سا لگ رہا
ہوا ہے بدر کی مانند اب ہلال گرہ
نہرجہ اشعار میں ایمان کا حسن طلب ملا تھا کیجئے
شادہ کار ہے عالم کا اس قدر منظور
کسی گدہ کی زباں پر نہ ہو سوال گرہ
نہیں عام ہے جو دوسنی کا چار طرف
کہ دیوے کیسے پہ لب کوئی کیا جا لگ رہا
اس قصیدہ کے آخری دو اشعار کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اس کے آخری مصرعے
ع ہزار سال ہو یارب یہ جشن سا لگ رہا

تاریخ تہیت (۱۲۱۲ھ / م ۱۸۹۷ء) نکلتی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ شاعر کے
شارہ کرنے کے باوجود اس قصیدہ کی تاریخ تہیت کی طرف پروفیسر سید محمد نے اشارہ
باپے نہ عمر یافعی نے نہ سید شفاق حسین نے اور نہ ڈاکٹر طیفی صلاح نے۔ ایمان قصیدہ میں
ریخ تہیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

برائے مصرعے تاریخ تہیت کے لیے
دیباہ و شاد ہیں سیر خضر نے ناگاہ
ہزار سال ہو یارب یہ جشن سا لگ رہا
بہ قصیدہ ایمان نے آعظم لائے اسطو جاہ کی وفات، ۱۲۱۴ھ / ۱۸۹۷ء سے سات سال
طے نظم کیا تھا۔ یہ قصیدہ لکھنے کے تین سال بعد (۱۲۱۵ھ / ۱۸۹۸ء) میں ایران نے اسطو جاہ
کے نومولود لڑکے کی پیدائش کے موقع پر ایک تاریخی قطعہ لکھا تھا و احسن کے درجہ ذیل
مصرعے سے تاریخ پیدائش ۱۲۱۵ھ / ۱۸۹۸ء نکلتی ہے۔

سبط ظفر خ نثر زاد اصل گیان ۲

۱۲۱۵ھ

۱۲۱۵ھ میں پونا والی بیگم کے بطن سے اسطو جاہ کو ایک لڑکا غلام سعید پیدا ہوا تھا جو صرف
پندرہ دنوں کے بعد فوت ہو گیا۔ (عہ اسطو جاہ صفحہ ۵۲ء)
ڈاکٹر طیفی صلاح۔ عہ اسطو جاہ۔ صفحہ ۵۲ء

ان قصیدوں کے علاوہ "مجموعہ مضاحت" (قلمی) میں ایمان پانچ غیر مطبوعہ قصیدے ہیں
 ڈاکٹر طبعی صلاح نے "مجموعہ مضاحت" میں موجود غیر مطبوعہ قصیدوں کی تعداد چار بتائی ہے۔ ع
 حالانکہ اس میں جملہ پانچ غیر مطبوعہ قصیدے موجود ہیں۔ جس کی تفصیل یہاں درج کی جاتی ہے۔
 پہلا قصیدہ ۷۵ اشعار پر محیط ہے۔ اس کے دو مطلعے ہیں۔ پہلا مطلع ہے
 بحمد اللہ مجھ تک صبح دم یک صبا پہنچا نوید دولتِ جاوید کو لیتا ہوا پہنچا
 دوسرا مطلع یہ ہے۔

ترے اس آستانِ رفیع پر جس دم گدا پہنچا علوے مرتبہ اس کا لیک تاسما پہنچا
 اس قصیدہ کے صرف چند شعر دیکھتے جس سے ایمان کی پرگوئی، تخیل کی بلند پروازی
 اور نازک خیالی کا اندازہ ہو گا۔

زہے نواب عالی قدر والا شان باشوکت کہ جس کا رمزِ مخفیات کو فہم رہا پہنچا
 فرست میں اگرچہ عقل کل کا وہ ہوا ثانی مقدم بوعلی سینا پر اس کا مربا پہنچا
 شجاعت کے مراتب میں وہ پہلے زمانہ ہے عدالت میں اسے نوشیرواں کا سلسلہ پہنچا
 مجموعہ مضاحت کا دوسرا قصیدہ بھی دو مطلعوں پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں۔

بحمد اللہ زمانہ میں ہوا امن و امان پیدا بہار عیش افزائی ز میں تا آسمان پہنچا
 جہنم میں دہر کے ایسا ہوا اسم رواں پیدا قدم سے جس کے ہے شادابی باغ جہاں پیدا
 یہ قصیدہ جملہ ۳۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی تشبیب بہاریہ ہے۔ یہ قصیدہ
 نواب سیف الملک کے فرزند کی پیدائش کے موقع پر کہا گیا ہے۔ نومولود کے اوصاف کا تذکرہ
 کرتے ہوئے ایمان کہتے ہیں۔

دہن غنچوں کے خنداں ہیں شگفتہ رو گل یاباں کہ ہے ہر قطعہ گلشن سے کشتِ زعفران پیدا

باغ کی تعریف میں مصروف ہے ہر دم ہوئی ہے غنچہ سوسن کے منہ میں اب زباں پیدا
 وختی کا لہر ہے آنگ لکشن میں دہن سے ہوئے غنچوں کے صفیر بلبلان پیدا
 ایمان تھی وجہ طرب کی جستجو ہر دم ! ہوا ہے مثل گل خنداں یکا یک باغیاں پیدا
 ”مجموعہ فصاحت“ کا تیسرا قصیدہ ۲۹ اشعار پر مشتمل ہے اسطو جاہ کی مدح میں یہ ایک
 اہلکار قصیدہ ہے جس میں ایمان نے مشہور فلسفی اسطو سے اسطو جاہ کو ہم مرتبہ قرار دیا ہے
 اعظم الامرا کی فراست تدبیر اور دانش مندی کی دل کھول کر داد دی ہے۔ اس قصیدہ کا
 لغ اور چند شعر دیکھئے۔

بدا ہے تیرے چہرہ سے یہ شان وزارت جو دیکھے سو یوں لے کر ہے شاہان وزارت
 تر جو کیا فہم اسطو سے بھی تجھ کو تب شاہ نے بختا ہے تلک دان وزارت
 گردی کے پیشہ میں ہے شائستہ اسد خاں بیرم ہے تیرا طفل دبستان وزارت
 طرح کہ خورشید فلک پر ہے سوار زینہ بچھے مسند دیوان وزارت
 ایمان کا چوتھا غیر مطبوعہ قصیدہ بھی ۲۶ اشعار پر پھیلا ہوا ہے اور اس کے
 مطلع میں جنہیں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔
 شکر خدا جوں ہے سر اس سرور میں سرشت نشا ہے جاری دہور میں

کوشش کیا ہے نوجو کرم کے امور میں آرام ہو گا اکو ہے فرش سمور میں
 یہ قصیدہ ایمان نے ”کیوان جاہ“ کی تسمیہ خوانی کے موقع پر کہا تھا۔
 اسطو جاہ کے فہم و فراست اور عدل و انصاف کا ذکر ایمان سے اس طرح کیا ہے۔
 اللہ نے کیا تجھے کتنا ہے روزگار تیرا نہیں فیظ بطون و ظہور میں
 تیرا کرم تو عنایات بخش ہے ذرہ نہیں ہے فرقی سلیمان و سور میں
 بنائے تو نے جتنے جواہر اے گنج بخش معدن میں اتنے لعل نہ گوہر بجور میں

جیسے کہ دہر میں ہے ترے ضبطِ عدل کا آیا ہے عدل و عیش یہاں تک ظہور میں
ایمان کا پانچواں غیر مطبوعہ قصیدہ بھی "مجموعہ فصاحت" ہی میں محفوظ ہے نواسٹوار
پر مشتمل یہ قصیدہ بھی غالباً نواب میر اکبر علی خاں بہادر کی سالگرہ کے موقع پر کہائی گئی ہے۔
چند شعر ملاحظہ ہوں :-

ہے بذل درہم و دینار بہ گنجِ خفی کہ فیضِ عام سے ہے آشکار سالِ گرہ
اسی دعائیں ہے ایمانِ روزِ شبِ یاز رنجِ جگ میں سدا برتر سالِ گرہ
ہر ایک آنِ زیادہ ہو دولت و اقبال نشا و عیش سے ہو بار بار سالِ گرہ

ایمان کے جملہ پندرہ قصاید کا پتہ چلتا ہے۔ دیوان اور کلیاتِ ایمان میں دس
قصیدے موجود ہیں اور پانچ قصیدے "مجموعہ فصاحت" کی زینت ہیں جن کے مطالعہ سے
ایمان کی تعریف گوئی کے جوہر نکلتے ہیں اور ان کی پرگوئی قادر الکلامی اور سنی، فہمی و بلند
تخیلی کا اندازہ ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی "یہی تدار الکلامی، مبالغے اور معنی آفرینی کے
سراخمل کر ان کے قصائد کو قابلِ توجہ بنا دیتی ہے۔ ایمان کے قصائد میں علم و فضل کا اظہار بھی ہے
اور معنی اعتبار سے بھی وہ اچھے قصیدے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ قصیدہ جلوس آصفی اور
قصیدہ ہتھابیہ تاریخِ قصیدہ میں یقیناً قابلِ ذکر ہیں۔ ع

مثنوی نگاری

مثنوی اردو کی ایک مقبول صنفِ سخن ہے۔ شاعری کی اصطلاح میں مثنوی ایسی نظم کو کہتے ہیں، جس کا ہر شعر ہم وزن ہو، اور جس میں مطلع کی طرح، قافیہ و ردیف کا التزام رکھا گیا ہو۔ مثنوی کے اشعار غیر موزون بھی ہو سکتے ہیں۔ غزل کا ہر شعر اپنی جگہ ایک نظم کی حیثیت رکھتا ہے اور ایک دو کسرے غیر مربوط ہوتا ہے جبکہ مثنوی کے اشعار میں تسلسل و ربط کا پایا جانا ضروری ہے۔

مثنوی میں کوئی باطویل داستان یا قصہ نظم کیا جاتا ہے اور اس میں ہر قسم کے موضوعات، مضامین، واقعات یا خیالات مفصل بیان ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے اردو کے ممتاز نقاد الطاف حسین حالی نے اسے شائری کی سب سے زیادہ کارآمد اور مفید صنف قرار دیا ہے۔

مثنوی کی ابتدا ایران میں ہوئی، فارسی شاعری کی تقلید پر اردو کے قدیم شاعروں نے مثنوی کی صنف پر بھی طبع آزمائی کی۔ اردو شاعری کا قدیم دور اصل مثنویوں کا دور ہے۔ یہی صنف قدیم دکنی شاعروں کی سب سے مقبول صنفِ سخن تھی۔ دکنی کے کم و بیش تمام شاعروں نے مثنوی کی صنف کو اپنی طبع کا موضوع بنایا ہے۔ دکنی کے ممتاز مثنوی نگار شاعروں میں وجہی، خواجہ، ابنِ شاہ ولی، رستمی، نصرتی اور ہاشمی کے نام اہمیت رکھتے ہیں۔

دکنی دور کے آخری باکمال شعرا ولی اور سراج نے بھی مثنوی کی صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔ شمالی ہند کے دورِ اول کے شعرا جنہوں نے دکنی کے اتباع میں شعر گوئی کا آغاز کیا تھا، نے بھی چھوٹی بڑی کامیاب مثنویاں لکھی ہیں۔ ایمان اور ان کے ہم عصر شمالی ہند کے شعرا تیسرے، سودا، اور درد کے زمانے میں مثنوی کی صنف کی مقبولیت غزل کے مقابلے میں کم ہو گئی۔ تیسرے درد اور ایمان کے دور میں صنفِ غزل

کم و بیش تمام شعر کی ہر لغزیز اور مقبول صنف کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔
ایمان کے کلیات میں جملہ رساتِ مثنویاں موجود ہیں۔ پروفیسر سید محمد نے ”ایمان مثنوی“
میں قیاساً ایمان کی مثنویوں کی تعداد نو دس بتائی ہے عموماً حالانکہ ایمان نے صرف سات
مثنویاں لکھی ہیں جن کے نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں

۱۔ برقِ تاب باراں (برسات نامہ) ۲۔ قراق نامہ ۳۔ بیتاب نامہ

۴۔ اشتیاق نامہ ۵۔ خسر و شیریں ۶۔ قیس و لیلیٰ اور ۷۔ مثنوی در تنبیہ حاسد۔

ان میں سے آخر الذکر چار مثنویاں غیر مطبوعہ ہیں جبکہ اول الذکر تین مثنویوں
کو پروفیسر سید محمد صاحب نے ایمان سخن میں شائع کیا ہے۔

۱۔ مثنوی برقِ تاب باراں : مثنوی برقِ تاب باراں کا دوسرا نام مثنوی برسات
بھی ہے دیوانِ ایمان کے مختلف نسخوں میں اس

مثنوی کو کہیں ”برقِ تاب“ کہیں برقِ تاب باراں اور کہیں مثنوی برسات کے نام سے
موسوم کیا گیا ہے۔ پچانوے اشعار پر مشتمل یہ مثنوی ایمان کے ذہن کی پیداوار ہے۔
قدیم اردو کی اکثر و بیشتر مثنویاں فکر کسی اعرابی یا سنسکرت زبان کے قصوں کے ترجمہ
پر مبنی ہوتی ہیں۔ وجہی کی مثنوی ”قطبِ مشتری“ کا قصہ اچھی تھا وجہی کے بعد ایمان
کی مثنویاں خود شاعر کے ذہن کی پیداوار ہیں۔ مثنوی کا آغاز ان اشعار سے ہوا ہے

عجب برسات کی ہے فصلِ پیاری کہ جس کا فیض ہے عالم میں جاری
لکھوں کس رنگ سے تعریف اس کی کہ کاغذ خود بخود ہوتا ابری !

مثنوی برقِ تاب باراں نیچرل شاعری کا ایک عمدہ اور کامیاب نمونہ ہے
اس میں برسات کے مختلف مناظر کی نہ صرف تصویر کشی کی گئی ہے بلکہ ان تصویروں کے

رد عمل کے طور پر شانہ کے اپنے جذبات و احساسات کا کبھی اظہار موثر طریقے سے کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ شاعر نے قدرت کے مناظر اور فطرت کا گہرائی اور باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے۔ محاوروں کے بر محل و موزوں استعمال سے کلام میں جان پڑ گئی ہے۔

جہاں کے بیج آتش کی تانی
تندرگم سے طوفان کا ہے جوش
سندر کی یہ سنتے ہیں زبانی
یہ دشت و بر میں بارش کا اثر ہے
خط جادہ ہے از بس رود پر آب
برسات کے موضوع پر میر تقی میر اور فیض آبادی نے بھی طویل نظمیں کہی ہیں۔

میر نے اپنی مثنوی میں برسات کا تذکرہ ”یلاے ناگہانی“ کے طور پر کیا ہے اور اپنے چھت کے ٹپکنے سے پیدا ہونے والی صورت حال کی مختلف کیفیتوں کا نقشہ مزاحیہ انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کے برخلاف ایمان فیض آبادی کی طرح موسم برسات کی مختلف رنگا رنگ کیفیتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنے تئیں کی کیفیات یا جذبات کی ترجمانی بھی کرتے ہیں۔

دکھنی مثنویوں میں بیسیوں چھوٹی بڑی مثنویاں لکھی گئی ہیں لیکن ان میں جذبات و احساسات کی وہ آہنگ نہیں ہے جو ایمان یا میر کے یہاں نظر آتی ہے۔ منتظر نگاری کے فقط نظر سے بھی ایمان کی مثنویوں کی اہمیت مسلم ہے۔

ہجوم ابر کا ہے اس قدر جوش
جو طوفان آب کا از غوب تا مشرق
تکامل بس کہ تا چرخے بریں ہے
نہنگ ہنگشاں بھی تہ نشیں ہے

عروج آب کا اتنا ہے طوفان
گزر توں قرح سے بے تامل
نہیں یہ برق اب جھکی ہے ناگاہ
شرارتیشہ فرما دیا ہے
پھر میں بہتے بروج موت و سرط
فلک پر بھی بندھا ہے ان دنوں کی
دل محنوں کی آتش ریز ہے آہ
کہ جس نے بے سنوں کو شوق کیا ہے

۲۔ مثنوی فراق نامہ:
فراق نامہ ایمان کی ایک مختصر مثنوی ہے جو مرقس چوبیس
اشعار پر مشتمل ہے اس مثنوی میں جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے فراق یا عالم
مداہی کے جذبات و محسوسات کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ایمان کو جذبات نگاری
میں کمال حاصل ہے۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے۔

سراپا گرم گترو ہر باں
تہنا یہاں تک ہے دیدار کی
اگر باغ میں دیکھے شمشاد کو
کبھو جا پڑے ہے جو گل پر نظم
الہی سلامت رکھے جاوداں
کہ طاقت نہ تحریر و گفتار کی
کرے یاد اس سرو آزاد کو
تو کہتا ہے بلبل سے ہوشم تر
میرا ہر باں وہ ملے گر بجھے
حکومت چمن کی خدادے تجھے

۳۔ مثنوی بیتاب نامہ:
”فراق نامہ“ کی طرح ”بیتاب نامہ“ بھی ایک مختصر
مثنوی ہے جو مرقس ۲۹ اشعار پر مشتمل ہوتی ہے۔ آغاز اس شعر سے
ہوا ہے۔

سرد گلزار آشنائی جان شیرین دلبر بائی

جھنڈ پھرتے ہیں بلبلوں کے ہزار
سرد لہار ہے شمار جو
گلشنوں میں چمن چمن ہے بہار
قمریوں کی ہے جا بجا کوکو

جذبات نگاری سے متعلق چند شعر ملاحظہ ہوں
دے ہے لالہ جگر پہ داغ مجھے
کب خوش آتا ہے سیر باغ مجھے
جب نسیم بہار چلتی ہے
تیر سی دل سے ہو نکلتی ہے
دیکھئے شبنم کو صبح دم گل پر
اشک آتے ہیں آنکھ میں چل کر
دل میں سلتا ہے بار بار مجھے
ہر رگ گل ہے خار خار مجھے
دیکھ تاللات میں کنول ہے ہے
جی مرا ڈوب ڈوب جاتا ہے
رابط پر دانہ شمع دیکھ بہم !
جی میں ہوتا ہوں اپنے جل کئے کھسم

۵۔ مثنوی خسرو و شیریں :

یہ بھی ایمان کی غیر مطبوعہ مثنوی ہے جو ۱۲۳۳ اشعار

پر محیط ہے۔ پہلا شعر یہ ہے :

اے دلبر خوبرو بد اطوار !

تو ایک گل اور ہزار ہوں خار

مثنوی خسرو و شیریں کے دو مخطوطوں کا پتلا چلتا ہے۔ ایک نسخہ

کتب خانہ سالار جنگ میں ”مثنوی ایمان“ کے نام سے محفوظ ہے اور دوسرا

”کلیات ایمان“ میں موجود ہے۔

خسرو و شیریں کے موضوع متعدد مثنویاں لکھی گئی ہیں لیکن ایمان

نے اپنے رنگین اسلوب اور جدت تخیل کی مدد سے اس قصہ میں جانہ ڈال دی ہے۔ دیگر

مثنویوں کی طرح اس میں حمیہ یا نقیہ اشعار نہیں ملتے بلکہ آغاز کے ساتھ ہی ایمان

نے اپنے معشوق کی تعریف و توصیف شروع کر دی جو شاعر کی جدت پسند طبیعت

کی غازی کرتی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں :

”مثنوی ایمان“ کتب خانہ سالار جنگ حیدرآباد۔ مخطوطہ ۱۱۱۱۱۔ ”کلیات ایمان“ ادوار حیدرآباد مخطوطہ ۱۱۱۱۱۔

شیریں کو ہوا نہایت اندوہ ابنوہ، ملال، کدوہ در کدوہ
کوئی نہ عزیز برادر ! جوں کدوہ گرا غم اسکے سر پر
شیریں کے بھی عشق نے کیا خوش سب عیش و طرب ہوا فراموش

جنگل میں بنا کے ایک محل دور قصر شیریں سے جو ہے مشہور
کا ہے ناچار واں اقامت اور اپنے ہی ہمارے ہوں صحت
خسرو نے یمن نویدِ فرحت بھیجا شاہ پور بہرِ خدمت

نرگس ہے بغیبہ اگر چشم پر اس میں حیا نیس بجز چشم
اشرف تو ان کے یاں وہی ہے جس کے کیے میں اشرفی ہے
ہے جو ذقن مشابہ سبب پہنچائے ہے آہ دکنو آسب

۶۔ مثنوی قیس و لیلیٰ : قیس و لیلیٰ ۲۳۸ اشعار پر پھیلی ہوئی مثنوی ہے
خسرو و شہسہ کی طرح قیس و لیلیٰ کا موضوع بھی فرسودہ اور روایتی ہے لیکن شاعر
کی ماہرانہ قادر الکلامی، جدتِ تخیل اور زورِ بیان کی وجہ سے یہ ایک دلچسپ اور قابلِ
مطالعہ مثنوی ہے۔ ایمان کی شاعرانہ فن کاری اور زورِ تخیل کی وجہ سے اس میں
قیس اور لیلیٰ کے کردار ابھر کر سامنے آئے ہیں مثنوی کا آغاز اس طرح ہوا ہے ۵
اپنے دل کی تجھے کہوں میں دیوانہ عشق قیس ہوں میں

تھا ملک عرب میں اک جوان مر
 اللہ نے دیا تھا مال موفور
 جوں دختر جاں کے منتخب فر د
 قلائد جہاں نے بعد مدت
 قیس کے مکتب میں پڑھنے کا حال ایمان نے اس طرح بیان کیا ہے ۔
 جس دم وہ ہوا چار سال
 یعنی مکتب میں اس کی مائل
 تھی اک دختر ہی شامل
 زلف اس کی تھی بکریۃ القدر
 لیلیٰ نام و مشابہ یہ بدر
 دونوں ہم درس تھے شب و روز
 لیلیٰ و قیس کے ایک دوسرے کی مفارقت میں بے چین ویلے قرار ہونے کی کیفیت
 ایمان نے اس طرح پیش کی ہے ۔

لیکن جوں شمع اشک جاری
 یاں قیس ہوا ہے بے خور و خواب
 سغلہ کی طرح بے قرار رہی
 پروانہ مثال بلکہ بیتاب
 ہر اک کوچہ میں اور بازار
 پڑھنا عشق و جنوں کے اشعار
 کوئے لیلیٰ میں جانشب و روز
 پڑھنا بیت و غزل جگر سوز
 دیکھ اس کے تیس کمال مہنتوں
 لڑکوں نے رکھا ہے نام مجنوں
 لیلیٰ غرقہ سے کرنگا ہیں
 بھرتی تھی خموش سرد آہیں

ایمان کا بیان ہے کہ لیلیٰ کے فراق و جدائی میں مجنوں استعد دیوانہ و
 فریفتہ ہو گیا تھا کہ ہر جگہ چھم کے بت کی طرح بیٹھ جایا کرتا تھا اور اس کو یہ بھی
 احساس نہیں رہا کہ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر پرندے اس کے سر پر اپنا آستیانہ
 بنا چکے ہیں ۔

بیٹھا جس جانو بن گیا خنل
 ہوش و حرکت کو کچھ نہ تھا ازل

آخر کو طیور نے کئی بار کر جمع ہزار ہا خس و خوار
 باندھا سر پر ہے آشیانہ بچوں کو دیا ہے آب و دانہ
 غرض یہ ایک دلچسپ اور طویل مثنوی ہے جسکا اختتام فلسفیانہ خیالات سے
 ہوتا ہے ۔

جس جاے کہ مخفی ہو اکنڈ کبچے نہ طلسم کا وہاں طنز
 ہے قیس کہ دم کہ دم ہے بھنوں بلی باقی ہے میں کہاں ہوں
 قطرہ ملتا ہے بحر سے جب پھر اس کو کہیں گے بحر ہی سب
 دریا دریا ہی چو طرف ہے گوہر ہے کہاں کہاں صدف ہے
 یہ کہہ کے کیا ہے چاک جامہ اور فرق سے بھی اتنا جامہ
 دوڑتا صحرایک سمت یکبار پڑھتا ہوا عاشقانہ اشعار
 پایا صحرا میں کنجِ آخِرد باقیانہ رہا ہے ربخِ آخِرد
 گھنٹا تھا جگر کچھ کہ شعر خالی یا کوئی قصیدہ وصالی
 کرتا تھا وہ زید ب قلم بند بھنوں ہوتا تھا دیکھ نور بند

۷۔ مثنوی در تہیہ حاد :

ایمان کی یہ غیر مطبوعہ مختصر مثنوی صرف پندرہ اشعار پر محیط ہے جس
 میں حمد کی برائیوں کے بارے میں اظہار کیا گیا ہے ایمان نے اس مثنوی میں
 ”شیر“ اور کہتے ”کو تمثیلی علامتوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ شاعر کا خیال ہے
 کہ شیر تمام جانوروں پر فوقیت رکھتا ہے اور کوئی بھی جانور اسکی برابری نہیں کر سکتا۔
 مثنوی کا آغاز درج ذیل اشعار سے ہوا ہے ۔

ایک جنگل میں گد مہر دار تھا شیر کے وہ درپے آزار تھا
 رات دن روباہ باری میں رہے غائبانہ شیر کے تہیے بد کہے

روبرو بھی لاوے گیدڑ بھکیاں بیٹھ کر اپنے سگوں کے درمیاں
لیکن شیر اسقدر جاندار اور طاقتور جانور ہے کہ اگر اس کے روبرو سینکڑوں کتے بھی
آجائیں تو ایک آن میں وہ سب کو چیر ڈالے گا

شیر کے آویں اگر میدان میں چیر ڈالے سینکڑوں ایک آن میں
شیر چاہے "قالین" کا ہو یا "نیتاں" کا بہر صورت وہ کتے (گ) کے لیے خطرناک
ثبات ہو گا

شیر قالین ہو کہ شیر نیتاں ہر دو صورت میں ہے سگ جاں سناں
مثنوی کے اجتماعی اشعار میں ایمان کہتے ہیں کہ شیر کا سلسلہ، نام کی مناسبت
سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ (شیر خدا) تک پہنچتا ہے۔ اسی لیے شیر کے نام کی وہ
توقیر کرتے ہیں۔

نام کا ہے شیر کے کیا مرتبا سلسلہ پہنچے ہے تا شیر خدا

رباعی نگاری

رباعی کا لفظ عربی لفظ ”رباع“ سے بنا ہے، جس کے معنی ”چار“ کے ہیں۔ رباعی ایک مختصر ترین نظم ہے جو صرف چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ رباعی گھٹا عرصہ صرف چار مصرعوں میں فکر و خیال کے اعتبار سے ایک مکمل مضمون پیش کرتا ہے۔ رباعی کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے اور تیسرے مصرعے میں قافیے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔

رباعی اردو کی ایک مقبول صنف سخن ہے۔ اس کا نام پہلے ترانہ تھا بعد میں اس کا نام ”دوبیتی“ بھی مشہور ہوا۔ رباعی کے تمام مصرعے ایک مخصوص بحر میں ہوتے ہیں۔ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ سے اس کی بحر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ رباعی کا آخری مصرع زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اسی مصرعے میں ابتدائی تینوں مصرعوں کا چوڑا پیش کیا جاتا ہے شاعر کا دعاء، دراصل انحصار کے ساتھ جو تھے مصرعے ہی میں ادا ہو جاتا ہے۔

صنف رباعی میں، مذہبی، فلسفیانہ، اصلاحی، اخلاقی، عشقہ ہر قسم کے مضامین پیش کئے جاسکتے ہیں۔ رباعی اگرچہ عربی لفظ ہے لیکن بحیثیت صنف شاعری یہ ایران کی پیداوار ہے۔

دیگر اصناف شاعری کی طرح اردو رباعیاں بھی دکنی دور میں ملتی ہیں۔ قدیم دکنی کے اہم رباعی نگار شعرا میں محمد علی، غلامی، شاہی، نصر علی، دلی اور سراج کے نام قابل ذکر ہیں۔ دبستان دکن کے شاعروں کے بعد جن شعرائے رباعی کی صنف پر بطور خاص طبع آزمائی کی ان میں، درو، ستور، میر، انیس، ملانی، اکبر، آجودا، یونہ، جوشی اہم مقامات پر رکھے ہیں۔

ایمان کے کلام میں 'غزل'، 'قصیدہ' اور 'مثنوی' کے بعد 'رباعی' ہی سب سے اہم صنفِ سخن ہے۔ ان کے کلیات میں اکثر (۷۱) رباعیاں موجود ہیں اور موضوع اور مضامین کے اعتبار سے ایمان کی رباعیوں میں بڑا تنوع، 'رنگارنگی' اور 'بو قلمونی' نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے محسوسات، مشاہدات اور رنگارنگ تجربات زندگی کو فنِ کاری کے ساتھ رباعی کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ ان کے یہاں عشقیہ، تمغریاتی، طنزیہ، علافانہ، مدحیہ، تاریخی، منقبتی یا رثائیہ ہر قسم کی رباعیاں موجود ہیں۔

عشقیہ رباعیاں :

عشق و محبت اور فراق و وصال کی ترجمانی صنفِ رباعی کا ایک مخصوص موضوع ہے۔ غزلوں کی طرح ایمان نے اپنی رباعیوں میں بھی جذباتِ عشق کی بڑی دلکش تصویریں پیش کی ہیں۔ ان کی عاشقانہ رنگ کی رباعیوں میں تغزل کی چھاپ نمایاں ہے۔ اس قبیل کی رباعیوں میں ایمان نے نہ صرف عشق و محبت کے لطیف جذبات کو بے نقاب کیا ہے، محبوب کے حسن و جمال کی داد دی ہے اور ساتھ ہی ساتھ فراق و ہجر کی بیکراں تہنایوں اور صبر آزمائگیوں میں عاشق کی حالتِ زار کا نقشہ بھی کھینچا ہے۔ چند رباعیاں ملاحظہ کیجئے۔

حسن و عشق :-

دو سیم بدن ہے یا کہ دردانہ مرگاہاں پہ ہے زلف کا جس کے شانہ
جوں شمعِ عرق ریز ہو وہ سیمیں تن دیکھے جو نگاہِ کرم سے پروانہ

عزائم رباعیوں کے علاوہ دو ایک رباعیاں "مجموعہ فصاحت" (تلمی) میں بھی ملتی ہیں، جنہیں متن میں شامل کیا گیا ہے۔

زرگس کی گئی چمن میں جھٹ بیند چٹ
غنجے لینے لگے بلایس چٹ چٹ

آنے کی جو گلبدن کے پائی آہٹ
نشاد نے غرض سر و قد دی تعظیم
خجرو فراق :

ہر صبح قیامت سے پڑا ہے پالا
ہو شام فراق کا کہیں سنہ کا لا

جب سے کہ گیا ہے وہ صنوبر بالا
کب تلک دیکھوں غم و مصیبت

دن کچھ بھی بھولا خصوص شب کی شدت
ہے آتشِ بہر میں غضب کی شدت

کیا کہیے فراقِ بیچ شب کی شدت
کا فور بھی فائدہ نہ بخشنے جوں شمع

خمریاتی رباعیاں

ایمان درباری شاعر تھے بادشاہوں، نوابوں اور امرا کی عیش و
طرب کی محفلوں میں انہیں بیٹھے اٹھنے کا موقع ملا ہے۔ اس لیے ان کے کلام میں بادہ و
جام کا تذکرہ یا خمریہ شاعری کا پایا جانا ایک فطری بات ہے۔ ایمان کی خمریاتی
رباعیوں کے مطالعہ سے ایک طرف عمر قیام کی یاد تازہ ہو جاتی ہے تو دوسری طرف
حوشِ یلغ آبادی اور ریاضِ خیر آبادی کے اسی قبیل کے اشعارِ زمینی میں گونجنے لگتے ہیں۔
چند رباعیاں ملاحظہ ہوں۔

شیشہ میں شراب پر رنگالی ہووے
آغوش میں یار لا ابالی ہووے
ہے دور میں تیرے مست ہر اک
خم خانہ ترا دمام رہو آباد
پر شرط ہے یہ کہ انتہائی بھیجو
اک ایسی شراب کی گلابی بھیجو

جس دم کہ ہوا ہے برنگالی ہووے
اللہ ہی اللہ ہے اس وقت اگر
اے ساقی بزمِ عیش و عشرت بیتاد
اک شیشہ ادھر بھی بھیج دیجو گاہے
وعدہ جو کیا ہے سوشتابی بھیجو !
دیکھے سے ہونشہ دمست جس کے

عارفانہ رباعیاں : عرفان اور معرفت رباعی کے خاص موضوعات رہے ہیں۔ فارسی شاعری میں عارفانہ رنگ کی رباعیوں کے وافرنمونے ملتے ہیں۔ کئی شعرا کے یہاں بھی فلسفہ و تصوف، عرفان و حقیقت کے موضوع پر رباعیاں ملتی ہیں۔ ایمان کے ہم غم درد نے اس موضوع پر بڑی دلکشی اور پراثر رباعیاں کہی ہیں۔ ایمان کے یہاں اخلاق و حکمت اور تصوف و عرفان کے موضوع پر بہت کم رباعیاں نظر آتی ہیں۔ لیکن رباعیاں زبان و بیان کی خوبی اور صفائی اور سادہ سادگی کی وجہ سے اہمیت کی حامل ہیں۔

درکار نہ منزل کی نہ قندی منظور	مطلوب ہے وہ شراب اے اہل شعور
پوچھیں سے کہ آب آب آب انگور	کیفیت نشہ میں ہو ایسی ندرت
بس دل کی تیش نہ بال و پر کا محتاج	ہو عاشق مصادق نہ خبر کا محتاج
فریاد و فغاں کے ہے اثر کا محتاج	جس کو کوئی عشق ہے کامل حاصل

مدحیہ رباعیاں :

ایمان چوں کہ ایک درباری شاعر تھے۔ اس لیے بادشاہوں، نوابوں اور رئیسوں کی تعریف میں انہوں نے مدحیہ قصیدے اور قطعات بھی کہے ہیں اور رباعیاں بھی۔ ایمان کی مدحیہ رباعیاں زیادہ تر بادشاہوں اور وزراء کی تعریف و توفیق ملتی ہے، بعض رباعیاں انہوں نے مختلف موقعوں پر تنہا کے طور پر بھی کہی ہیں۔

ہر دم ہو شہنشاہ کو مولا کی مدد	اور زندگی تھوڑی نشاطِ سرمد
یوں سا لگہ سے ہو گشتِ عمرِ فزون	جوں صفر کو دینے سے ہو دو چند عدد
تو وہ ہے چراغِ دروہانِ کسریٰ	روشن ہو اے جس سے فائدہ ان کسریٰ
یادِ اقبال و فتح و قہر سے مدام	تو اُم رہے جگ میں نشانِ کسریٰ

مستقبی اور رشانیہ رباعیاں : رباعی ایک مختصر ترین نظم ہے جس میں شاعروں نے

نئے نئے مضامین باندھنے کی کوشش کی ہے۔ مرثیہ گوشتاوردوں نے اس منف من میں
منظر نگاری اور رشتائی مضامین پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ خصوصاً میراجی
مرزا دبیر اور یوسف مرثیہ نگاروں کے یہاں منقبتی اور رثائیہ رباعیاں کثیر تعداد
میں لکھی ہیں۔ ایمان کے کلام میں بھی رثائیہ اور منقبتی رباعیوں کی خاصی تعداد موجود ہے۔
ان رباعیوں سے ایمان کی حضرت امام حسین سے والہانہ عقیدت مندی کا پتا چلتا ہے۔
چند رباعیاں دیکھیے۔

اس بزم میں ہے تفریقِ شاہ و شہساز
جو شخص ہے اب شمعِ تلک گرہ گزراں
تشریف وہ یاں شبِ کتے سے لادے آج
جو شخص کہ شیر کا ہو مرثیہ خواں
امت پر شفاعت کا ہے احسانِ حسین
کیوں کرتے دل و جاں سے ہو قربانِ یزید
واجب ہے کہ تشریف وہ لادے شب
جو شخص کہ ہو مرثیہ خواں حسین

ظفرِ یہ رباعیاں
میں نے میں کل شیخ جو آیا ناگاہ
میں دیکھتے ہی طلعتِ جبین کو کہا
گم کر گئے کہیں تار میں تسبیح کی راہ
لاحول ولاقوت الا باللہ

تاریخی اور تہنیتی رباعیاں
ایمان کو تاریخ گوئی میں سماں حاصل تھا، انہوں نے کئی تاریخی قطعات
موزوں کیے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ تاریخی رباعیاں بھی لکھی ہیں۔ ایک تاریخی
رباعی ملاحظہ کیجئے جس کے آخری مصرعے ۱۱۷۹ھ برآمد ہوتا ہے۔
رخ سے خورشیدِ سعادت کا ہے ظاہرِ لیل
اویشیاں تنی نورِ عبادت کا طلع
تہنیت کے لیے یہ مصرعہ تاریخ لکھا
نیک ہوں سالگرہ ملو مبارک طالع

مستزاد رباعیاں کلیات ایمان میں چھ مستزاد رباعیاں بھی موجود ہیں جن کے مطالعہ سے شاعر کے اندر تخیل اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ صرف ایک رباعی ملاحظہ کیجئے۔

ہے شاہ کو تجھ سے چشم دولت خواہی اے فخر زماں
درویش کو امید ہے لطف شاہی اور شوکت و شاں
حاصل کرتی ذات ہے اب مرجع کل کیا شاہ و گدا
روشن یہ سخن ہے مہ سے لے تا ماہی بے ریب و گماں

متفرقات

ایمان نے صفِ غزل، قصیدہ، مثنوی اور رباعی کے علاوہ شاعری کی دیگر ہیئتوں (FORMS) جیسے نامہ منظوم (مثنوی)، مثلث محسن، سدس، قطعات وغیرہ میں طبع آزمائی کر کے اپنی قادر الکلامی اور فنی بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔

نامہ منظوم :- ایمان نے ”نامہ منظوم“ کے نام سے اردو میں چار منظوم خطوط بھی لکھے ہیں۔ یہ خطوط ”منظوم اردو مکاتیب کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہیئت (FORM) کے اعتبار سے یہ خطوط دراصل مختصر مثنویاں ہیں۔ جہاں تک اردو میں منظوم مکتوب نگاری کا تعلق ہے اس کی مثالیں سناذو تادر ہی ملتی ہیں۔ اس سلسلہ میں غالب، شبلی، اقبال اور اکبر آبادی کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

ایمان کے چاروں خطوط غیر مطبوعہ ہیں اور اس میں اپنے محبوب کو غلبہ کیا ہے کہ پہلا خط ۱۹ اشعار پر مشتمل ہے جس میں ”باوقاعا شوق“ کو مخاطب کر کے اس کی مزدوقی طبع اور فصیح گفتاری کی تعریف کی گئی ہے اور اس کے پچھلے منظوم خط کے پہنچنے اطلاع بھی دی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مکتوب الیہ کی سفیریں بیانی کی

داد دی گئی ہے

اے عاشق با وفا و جاں باز
موزوں طبع و فصیح گفتار
عشاق کی فوج پیچ ممتاز
نصیریں سرو و لطیف اشعار
نامہ پہنچا بصد فصاحت
مصرع تھا ہر ایک سرو موزوں
دل کو بخشا عجب ہے راحت
رنگیں تھانپٹ ہی جیسا مضمون

دوسرا "نامہ منظومہ" چودہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس خط میں ایمان نے "جادہ عشق" میں محبوب کے ثابت قدم رہنے کی دعا کی ہے اور شمع و پروانہ اور گل و عنذلیب کے حوالے دیتے ہوئے کہتے ہیں ایسے چاہنے والے مشکل سے ملتے ہیں۔

جادہ عشق پر قدم قائم
شمع پر جاں نثار پروانہ
حق تعالیٰ ترار کھے دائم
گل پہ ہو عنذلیب دیوانہ
کہاں الیبا ہے چاہنے والا
زندگی بھر بناہنے والا

انگے چل کر کہتے ہیں کہ ہم اپنے محبوب میں یہ تمام خوبیاں پاتے ہیں اس لیے ہم

اس پر فدا ہیں۔

تم میں سب خوبیاں یہ پاتے ہیں اس لیے ہم بھی دل لگاتے ہیں
تیسرے خط میں ایمان نے مکتوب الیہ کے اشعار کو "گوہر" سے تشبیہ دی ہے
اور ساتھ ہی ساتھ اس کی نثر کے "جوہر" کی بھی ستائش کی ہے۔

اشعار تیسرے گوہر ہیں گوہر ہے نثر کا بھی سب تجھ میں جوہر
یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کا نامہ موزوں مجھ ل گیا۔ اس کی دلکش عدالت
اور نازہ مضمون کی تعریف اس طرح کی ہے کہ خط کے معنی و مفہوم تک رسائی بہ
مشکل ہو پاتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اس خط
کی خط و کتابت سے "خاطر" پہ "کہ ورت" نہیں آتی چاہیے۔ اگر آپ نے بنا ہوگا

توبہ "فہم غلط" ہے۔

موزوں تمہارا پہنچا ہے نامہ مژگان آہو جس کا خامہ
مضمون تازہ اس میں تھے مرقوم وقت سے مخفی ہوتے تھے معلوم
تھی نثر میں یہ ترقیم نادر ملک ایک شکوہ ہوتا تھا صادر
یعنی کہ اپنی خط و کتابت خاطر یہ لاک شاید کہ ورت
یہ صرف صاحب فہم غلط ہے ہم کو محبت تم سے فقط ہے
خط کے آخری شعر میں مکتوب الیہ کی سلامتی کے لیے اس طرح دعا دی ہے۔
اللہ تجھ کو رکھے سلامت بادوق انت با شوق دالفت
ایمان کا جو تھا اور آخری منظم خط ۱۲۰ اشعار پر مشتمل ہے اس کا آغاز کرتے
ہوئے وہ مکتوب الیہ کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں۔

مہر بال بدل صاحب کرم ناظم سخن فطرت اتم
عاشقی تری ہے نیت غضب دیکھ کر جسے بویہ عجب
آگے چل کر مکتوب الیہ کی نثر نگاری اور شاعری کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔
نثر میں تجھے دسترس کمال نظم میں دسا ہے تیرا خیال
مشوئے نمط نامہ جو نکھا دیکھ کر اسے دل تو خوش ہوا
ایمان کہتے ہیں کہ میں "نامہ اس لیے بارہا" لکھا ہوں کہ جب تک آپ کی

جانب سے "پیام" نہیں آتا میں تمہاری یاد میں بے قرار رہتا ہوں۔

جب تک نہیں آوے ہے پیام یاد کے سوا کچھ نہیں ہے کام
ہم تو ب طرح تجھ سے خوش ہوئے نامہ اس لیے بارہا لکھا

نامہ "اصل" یا ملاقات کا بدلہ نہیں ہوتا البتہ اس کو نصف ملاقات ضرور کہہ
سکتے ہیں۔ ایمان کہتے ہیں کہ نامہ کے ذریعے "عجسہ کا مرنے" دور نہیں ہو سکتا۔ اپنا

مدعا بیان کرنے کے بعد وہ مکتوبات لے کر مدعا دیتے ہوئے کہتے ہیں :-

وصل ایک دن ہو سکے غرض دفع کیوں نہ ہو ہجر کامز
مدعا جو تھا سو ہوا ادا ! خوش رکھے خدا آپ کو سدا

ایمان کی دیگر منظومات میں دو مثلث چند مسدس یا چند قلعات امداد بارہ
محس دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک مثلث "کلمات ایمان" میں موجود ہے جسے
پروفیسر سید محمد نے "ایمان سخن" میں بھی شان کیا ہے۔ دوسرا مثلث ایک قلمی بیان
میں موجود ہے۔ ان مثلثوں کے پہلے بند بالترتیب یہ ہیں۔
اے منم بلند اختر سر قد ماچمن یسکر غنچہ لب دہن کوثر زلف درخ مہ وغینہ
یہی انہیں تجھے بہتر میں رہوں سدا مضطر

اے غنچہ دہن گل رو خوش چشم ہلال ابرو شمشاد دوجو پر پیچ سیہ گیسو
باتیں ہیں تیری جادو آشفقت نہ کر مجھ کو

جہاں تک ایمان کے محسات کا تعلق ہے راقمہ السطور کو بارہ محسات کا پتا چلا
ہے۔ ڈاکٹر لائق صلاح نے ایمان کے جملہ محسات کی تعداد دس بتائی ہے۔ پروفیسر
سید محمد نے "ایمان سخن" میں ایمان کے سات محسوس کے منتخب بند شائع کیے ہیں۔
ان محسوسات کے علاوہ ایمان کے پانچ غیر مطبوعہ محسوس اور ہیں جن کے ابتدائی اور آخری
درج ذیل ہیں :-

پہلا محسوس حسرت عظیم آبادی کے شعر پر مبنی ہوئی تفسیر ہے

عربیاں رضی اللہ عنہما - کتب خانہ سالار جنگ خیر آباد

۲۶ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ - ص ۹۱

یہ رُت برسات کی ساتھی ترے بن سہا ہے
پیسے کی صدا پی پی تجھے ہر دم ستاتی ہے
ادھر کو مور کی آواز اور کوئل سناتی ہے
ایکلا دیکھ مجھ محمود کو بدلی طراتی ہے
گرچہ کڑاٹ کر بجلی کی چمکاٹ طراتی ہے

چمن کے بیچ اب ایمان پہنچے جشن کو نوبت
کرے ہے آشاں گل میں سٹیس بلبلیں رات
یہ ساقی شعلہ رو کے بن کسے یاں عیش اور عشرت
بہا اس موسم برسات کی آئی ہے پر حسرت
مجھے رہ رہ کے یاد اپنے دیوانے جی کی آتی ہے

دوسرا غیر مطبوعہ مخمس دراصل انشا کے شعر پر تفسیر ہے۔ اس مسد کا پہلا اور
آخری بند ملاحظہ کیجئے۔

بیزار رات دن رہی ہر چند اپنے جی سے
ہم بھی اگر جہاں میں ہیں قسم آدمی سے
تو کس طرح خفا ہوں اب حرف واجبی سے
واقف جو ہم نہیں ہیں اس بزم میں کسی سے
ہیں کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے

ایمان سے ہمیشہ آگاہ تجھ کو رکھے
دولت سے دو جہاں کی دلخواہ بھگور رکھے
آرام و عافیت سے ہر ماہ بھگور رکھے
تو اور سنئے ہے انشا اللہ تجھ کو رکھے

مسرور و شاد و فرحاں ہر دم ہنسی خوشی سے

تیسرا مخمس قاتم کے شعر کی تفسیر ہے۔

ہم تو واقف ہی نہ تھے عشق کی بیماری سے
اور نہ اسی تیر و شب ہجر کی بیماری سے
کچھ سود کار نہیں تھا کسی دشواری سے
شکوہ اغیار سے نہ یار کی بیماری سے

جو ہوا ہم پہ سوا اس دل کی گرفتاری سے

تجھ سے یہ عرف ہے ایمان کی اسے خوش باطن ؟
ہے کارندی کے سر اور جوافی کا سن
بس زیادہ نہ خرابات کا ہوا ب سا کوا
واہ قایم نہ تیری آنکھ جھپکی ایک دن

ابر روتا ہے سد خوف سیہ کاری سے

غیاغیر مطبوعہ خمس انشا کے اشعار کی نقیصین ہے۔

ہے تارے کے قابل یہ مدعا چمن میں غنچہ جو اس قدر سے چپ ہو رہا چمن میں
بیٹھا ہے گل بھی اپنے سر کو جھکا چمن میں نرگس نے پھر نہ دیکھا جب آنکھ اٹھا چمن میں
کیا جانے کس نے کس سے کیا کہہ گیا چمن میں

ایمان کی قسم ہے کیوں کیجئے کنارہ آج ہی تو کام آیا گلزار کا نظارہ
یہ اتفاق نادر ہوتا ہے کب دوبارہ میں صدقے اس کے انشا جھکو جو کر اشارہ

ہندی کی ٹیٹور کے اوچھل چھپا چمن میں

چوتھا اور پانچواں غیر مطبوعہ خمس نعت و منقبت میں ہے۔ چوتھے خمس میں
حضرت محمد صلعم کی نعت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت ایک ساتھ کی گئی ہے۔
اور آخری خمس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں ہے۔ ان خمسوں کے پہلے
اور آخری بند درج ذیل ہیں۔

دیکھ لے ہیں عیاں بنی و علی جوں مہ و جہر باں بنی و علی
پر جدے ہوں کہاں بنی و علی یک دل و یک زباں بنی و علی

گھر تو ایمان بنی و علی ؟

خوش ہو ایمان فکر و غم سے نکل نہ کر اپنے حواس کو شخص
نہ ہوا تجھ سے گو کہ نیک عمل در حضورِ خداے عز و جل

شافع عاصیاں بنی و علی

مداح تیرا جابجا ہیگا خدا مولا علی نازل تری ہی تن میں ہے انما مولا علی
تو ہے اتنی مصطفیٰ اور رہنا مولا علی دونوں نہاں کے پیچ میں ہے یہ صلا مولا علی
بدرا لہجہ مولا علی شمس الفضلی مولا علی

تجہ آستان پر ہر و مدد دن رات گھنٹے ہیں جس
ایمان صدق جان سے ہر گام غلام کمتوہیں
تیسرے سوا اس کا کوئی کونین میں جانی نہیں
ہر ایک دم صبح و سیاہ ورد ہے یا شاہ دیں
حاجت روا مولا علی مشکل کشا مولا علی

ایمان کے چند مہدس بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ ایمان سخن میں موجود مہدس
کے علاوہ ”مجموعہ فصاحت“ میں ایک غیر مطبوعہ سترو بندوں پر مشتمل مہدس بھی ہے۔
اس کا ابتدائی بند درج ذیل ہے۔

کھیا کروں اب فلک گرگ فضائل کہیاں یا کہوں قصہ بے مہری انخوان زماں
گم ہوا تھا جو شب ہند میں خود شید بہاں چشم یعقوب کے مانند تھے انجم نگران
یوسف اب مصر سے آیا جو کفان کے بیچ
جان آیا ہے گویا قالب بے جان کے بیچ

ایمان کی دیگر تصانیف

ایمان نہ صرف اپنے وقت کے ایک شہور استاد سخن، پرگو اور صاحب دیوان
شاعر تھے، بلکہ عروض و قافیہ زبان اور فن شاعری کے ماہر بھی تھے۔ ان کے اردو کلیات
کے علاوہ دیگر تصانیف میں۔ ”گلدستہ گفتار“۔ ”سردار نامہ سطرینج“۔ ”رسالہ
عروض و قافیہ“ اور ”فن علم زبان“ کے نام ملتے ہیں۔

گلدستہ گفتار : گلدستہ گفتار جس کا مؤلف نامہ ”رسالہ ضلع جلگت“ بھی ہے،
ایمان کی ایک غیر مطبوعہ اور قابل قدر تصنیف ہے جس کا موضوع ضلع جلگت اور متعلق
مباحث ہیں۔ ایمان نے اس کتاب میں مختلف الفاظ اور ان سے تعلق رکھنے والے

متعدد لفظوں کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے۔ مثلاً طبابت کے ساتھ نبض شناس۔ شخصیں پر سیر۔
 دق۔ مچھران۔ لا علاج وغیرہ۔ اس سلسلہ میں جتنی بھی مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ خود مصنف
 کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی گلدستہ گفتار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
 گلدستہ گفتار ایمان کی وہ منفرد تصنیف ہے جس میں انہوں نے ضلع کے فن کو نہ صرف اپنے
 اشعار سے واضح کیا ہے بلکہ وہ متبادلات بھی دیے ہیں جن کی مدد سے شعر یا عبارت
 میں ضلع پیدا کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر طریق صلاح نے ”گلدستہ گفتار“ کے صرف سات قلمی نسخوں کی
 نشاندہی کی ہے۔ حالانکہ اس کتاب کے دس نسخوں کا پتا چلتا ہے۔ درج ذیل تین
 نسخوں سے لیتق صلاح ناواقف ہیں۔

۱۔ گلدستہ گفتار۔ مخزنہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد (تذکرہ مخطوطات جلد ششم صفحہ ۲۷)

۲۔ گلدستہ گفتار۔ مخزنہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی (مخطوطات انجمن ترقی اردو کراچی)

جلد اول۔ مجموعہ بیچ کتب نشان سلسلہ ۲۱۹ صفحہ ۴۴)

۳۔ گلدستہ گفتار۔ مخزنہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی (مخطوطات انجمن۔ آخر صدیقی

جلد سوم ۶۱۹۷-۶۱۹۸ صفحہ ۷۹ نشان سلسلہ ۱۱۲۱)

ڈاکٹر طریق صلاح نے گلدستہ گفتار کا معرعہ تاریخ اس طرح درج کیا ہے جو

درست نہیں ہے۔

”گلدستہ گفتار رکھائے کم و کاست“

پروفیسر سوری نے ”فہرست اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ“ میں اور ڈاکٹر

ڈاکٹر جمیل جالبی نے تاریخ ادب اردو (جلد دوم) میں یہ مصرع یوں لکھا ہے :

”گلدستہ گفتار“ کہایے کم و کاست

”گلدستہ گفتار“ اس کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے اس کی تاریخ تصنیف ۱۲۲۰ھ نکلتی ہے۔

سردار نامہ شطرنج : ایمان نے فارسی زبان میں ”سردار نامہ شطرنج“ کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا، جس میں شطرنج کے متعلق چھ قسم کے معرکے درج کیے ہیں۔ ایمان شطرنج کے ایک اچھے کھلاڑی تھے۔ انہوں نے اس کھیل کے شائقین کے لیے یہ رسالہ تصنیف کیا ہے۔ ایمان کہتے ہیں کہ دیگر کھیلوں کے مقابلے میں شطرنج ایک دلچسپ کھیل ہے جس سے دماغ روشن ہوتے ہیں۔ ”سردار نامہ“ ۱۲۱۲ھ کی تصنیف ہے۔

ڈاکٹر طریق صلاح کو ”سردار نامہ“ کے صرف ایک ہی نسخہ تک رسائی حاصل ہو سکی جو اورینٹل مینس کریپٹ لائبریری کی زینت ہے۔ اس کتاب کا ایک اور مخطوط کتب خانہ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ قاص میں بھی موجود ہے۔ علامہ کرہ بالا کتب کے علاوہ ایمان کی دو اور غیر مطبوعہ تصانیف کا پتا چلتا ہے۔ ”رسالہ عروض و قافیہ“ اور ”فنِ علم زبان“۔ اول الذکر کتاب نایاب ہے۔ جب کہ آخر الذکر تصنیف کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں ”فنِ علم زبان“ عمر یافعی کے پاس تھا جس کا ذکر انہوں نے ”دیوان ایمان“ کے مخطوطے کے سرورق پر کیا ہے اور ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ راجہ السطور کو تلاش کے باوجود (کتب خانہ آصفیہ) اورینٹل مینس کریپٹ لائبریری میں ”فنِ علم زبان“ کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی - تاریخ ادب اردو جلد دوم صفحہ ۹۷ (فٹ نوٹ)

ڈاکٹر طریق صلاح نے اپنی کتاب عہدِ اسطو جاہ میں ان کتابوں کا تذکرہ نہیں کیا۔
۳ تاریخ ادب اردو جلد دوم صفحہ ۹۷ (فٹ نوٹ)

دیوان ایمان کے قلمی نسخے

شیر محمد خاں ایمان کے دیوان کے جملہ رسات مخطوطات کا پتہ چلتا ہے۔ ایک محفوظ اور نیکل میں کریپٹ لائبریری احمد آباد (کتب خانہ آصفیہ) کی زینت ہے۔ ایک کتب خانہ سالار جنگ کا محفوظ ہے۔ دو نسخے ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد میں موجود ہیں۔ ایک نسخہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ملکیت ہے اور دو نسخے انجمن ترقی اردو کراچی (پاکستان) کے کتب خانہ خاص میں محفوظ ہیں۔ دو ادین ایمان کے قطع نظر، ایمان کا کچھ کلام ”مجموعہ فصاحت“ (قلمی) کتب خانہ سالار جنگ میں بھی موجود ہے۔ ذیل میں ان مخطوطات کی مختصر توضیح پیش کی جاتی ہے۔

۱۔ نسخہ ”الف“ اور نیٹل مینس کریپٹ لائبریری کا یہ نسخہ جس کا نشان فیض الدین تاشمی صاحب نے (۶۱ شاملات) مقرر کیا ہے۔ دیوان ایمان کے دیگر نسخوں کے مقابلے میں مکمل ہے مخطوط کا آغاز حمد سے ہوا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

الہی شکر جاری ہے زبان پر و مبدع تیرا کہ بخش جان دایاں بے نہایت کرم تیرا
 حمد کے بعد تین سو دس غزلیں ہیں۔ جن کے اشعار کی تعداد ۵۷۲ ہوتی ہے۔ غزلوں کے رباعیاں ہیں۔ جن کی تعداد اکتھتر (۱۷) ہے۔ اس کے بعد ایک مثلث اور نو خمس ہیں۔ نختات کے بعد مسدسات شامل کیے گئے ہیں جس میں ستر سو دا، قافیہ جو بحر کے اشعار پر تفسیر کی گئی ہے اس کے بعد مندرجہ ذیل چار مثنویاں نقل کی گئی ہیں۔

- ۱۔ مثنوی برق رتابِ باران ۱۵ اشعار
- ۲۔ مثنوی بیتاب نامہ ۲۷ اشعار
- ۳۔ مثنوی اشتیاق نامہ ۵ اشعار

مثنویوں کے بعد قصائد درج کیے گئے ہیں۔ پہلا قصیدہ نعتیہ ہے جس کے اشعار کی تعداد چونتیس (۳۴) ہے۔ اس کے بعد بالترتیب دیگر قصائد کے عنوانات یہ ہیں

- ۱۔ قصیدہ در منقبت امیر المومنین علیہ السلام
- ۲۔ قصیدہ در مدح خسرو شش صوبہ دکن یعنی میر نظام علی خاں بہادر
- ۳۔ قصیدہ مشتمل بر جشن نوروز و سال گرہ
- ۴۔ قصیدہ بہاریہ در جشن نوروز و سال گرہ
- ۵۔ قصیدہ ہفتابہ
- ۶۔ قصیدہ در تہنیت شادی
- ۷۔ قصیدہ

ان قصائد کے بعد کی منظومات اس طرح ہیں

- ۱۔ نامہ منظوم ۲۔ مثنوی در تہنیت جاسد ۳۔ نعت و منقبت لم۔ منقبت
- ۵۔ مثنوی خسرو و شہرین اور آخر میں مثنوی قلیس و لیلی درج کی گئی ہے۔ خطوط کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے۔

کرتا تھا وہ زید سب قلم بند
مجنوں ہوتا تھا دیکھ کر فوراً سند

تاریخ تصنیف ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۰ء سنہ کتابت ۱۲۴۱ھ

تفطیح ۵۱ x ۸۱ - صفحات ۵۱۴ - سطور ۱۱ فی صفحہ - خط نستعلیق

ترقیمہ : " دیوان شہیر محمد خاں تخلص ایان بتاریخ بست چہارم شہر شوال ۱۲۴۱ھ

روز یکشنبہ بوقت سپہ پیر حسن اختتام رسید مالک سرست خاں :

۲۔ نسخہ " : دیوان ایان کا یہ خطوط جس کا نشان ۵۵ھ لم قرار دیا گیا ہے۔ کتب خانہ

سالار جنگ حیدر آباد کی ملکیت ہے۔ اس نسخہ کا آغاز بھی حمدیہ غزل سے ہوا ہے جس کا

مطلع یہ ہے

کب مجھ سے شکر ہوے بیاں اوس کریم کا عالم نواز جو کہ ہے گنجِ عمیم کا
 اس دیوان میں ردیف وار صرف غزلیں ہی ہیں۔ اکثر مقامات پر ہر ردیف
 کے اختتام پر کچھ جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے تاکہ بعد میں غزلوں کا اضافہ کیا جاسکے۔ اس
 مخطوطے کی ابتدا اور خاتمے پر "سید محمد علی خاں" اور "غلام علی" نام کی دو ہر میں مثبت ہیں۔
 اول الذکر مہر میں ۱۲۲۱ھ لکھا گیا ہے۔ دیوان میں ایک سو بار (۱۱۲) غزلیں موجود ہیں جن
 کے اشعار کی تعداد تقریباً ۱۵۲۴ ہوتی ہے۔

مخطوطے کا اختتام درج ذیل شعر پر ہوتا ہے
 نظم کر غور سے ایمان اوس کے نظارہ وطمہ کو کرب سنگ سنگ پر شام و سحر گزرا چلتا ہے
 تاریخ تصنیف قبل ۱۲۲۰ھ - تقطیع (۴۰ × ۲۱/۲) ھ
 صفحات ۱۵۳ - مسطر ۳۱ اسطور فی صفحہ
 خط کستہ نستعلیق - کاغذ دیسی۔

۳۔ نسخہ "ج" : "دیوان ایمان" کا یہ مخطوط ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد کی زینت ہے۔
 ڈاکٹر زور نے اس کا نشان ۵۸۷ مقرر کیا ہے۔ مخطوط کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوتا ہے
 کب مجھ سے شکر ہوے بیاں اوس کریم کا
 عالم نواز جو کہ ہے گنجِ عمیم کا !

ادارہ ادبیات اردو میں ایمان کے کلام پر مشتمل دو مخطوطے ہیں۔

۱۔ دیوان ایمان ۲۔ کلیات ایمان۔ ان مخطوطات کی توضیح بالترتیب نسخہ "ج" اور
 نسخہ "ج" کے تحت کی جا رہی ہے۔ نسخہ "ج" نسخہ "ج" اے پہلے مرتب کیا گیا ہے
 نسخہ "ج" (دیوان ایمان) میں اشعار کی تعداد ایک ہزار پانچ سو ہے جب کہ نسخہ "ج" میں
 تین ہزار اشعار موجود ہیں۔

اس نسخہ میں پہلے غزلیں لکھی گئی ہیں اس کے بعد ترکیب پند ہیں جو نو صفحات پر
 مشتمل ہیں۔ اس دیوان میں "کلیات" کے مقابلے میں فقائد بھی کم ہیں۔ اسطو باہ کی

سالگرہ اور جہاں پر در بیگم کی شادی کے قصائد بھی شامل نہیں ہیں۔ ڈاکٹر زور اس نسخہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ”تذکرہ مخطوطات“ کی تیسری جلد میں لکھتے ہیں کہ ”یہ دیوان اس شادی سے پہلے یعنی ۱۲۰۵ھ میں مرتب کیا تھا۔“

یہ نسخہ ”قصیدہ در مدح وزیر آغظم امیر الامرا بہادر ارسلو جاہ“ پر ختم ہوتا ہے غزلوں کا اختتام ان اشعار پر ہوا ہے

آہستہ صبا باغ میں سوتا ہے وہ گل رو کلبوں کی چٹک خواب بیدار چلے کی
سنبھل کے خم و پیچ کو مت دیکھو آد دل کوئی زلف بنی سر سے گرفتار چلے کی
تاریخ تصنیف قبل ۱۲۰۵ھ کا تب کا نام۔ سنہ کتابت ندارد

صفحات ۳۴۔ سائز ۹ ۱/۴ x ۵ ۱/۴۔ سطر ۷، اسطر فی صفحہ خط شکستہ تعلیق۔
کاغذ قدیم۔ چمڑے کی جلد جس پر عمدہ کشمیری کام کے نقش و نگار نمایاں ہیں۔

۱۔ نسخہ ”ج ۱“ ”کلیات ایمان“ کا یہ مخطوط بھی ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد کی ملکیت ہے۔ اس کا نشان ڈاکٹر زور کے مطابق ۱۱۸۸/۱۲۱۱ھ ہے۔ اس نسخہ میں پہلے غزلیں ہیں۔ جو ورق ۹۵ پر ختم ہوتی ہیں۔ اس میں بقول ڈاکٹر زور تین ہزار اشعار ہیں۔ ورق ۹۵ کے آخر میں حسب ذیل قطعہ درج ہے۔

دیکھ پروانے کو بسوز و گداز	شمع مغل نے ایک رات کہا
آہ و نالہ سے ہے سدا دساز	وہ جھپٹے غم لیب عاشق گل
ہم پر اب تک کھلا نہیں یہ راز	چپ ہی چپ تو خود سے ہے جان غور
آہ یہ شعر سعدی شیراز	سن کے پروانے نے پڑھا ایمان
برنمایہ ز کشتگان آواز	عاشقان کشتگان معشوق اند

ورق ۹۶ سے رباعیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ اس نسخہ میں کل ستر (۷۰) رباعیاں ہیں۔ ورق ۱۰۳ سے مخمس اور سدس لکھے گئے ہیں۔ جن کا اختتام ورق ۱۱۴ پر ہوتا ہے۔ ان منظومات کے علاوہ اس نسخے میں دس قصیدے بھی شامل ہیں جن کے اشعار کی تعداد تقریباً پانچ سو (۵۰۰) ہے۔ قصائد کے بعد مثنویاں لکھی گئی ہیں اور پھر منظوم نامہجات تحریر کئے گئے ہیں اور آخر میں ”مثنوی در تہیہ حاشہ“ قلمبند کی گئی ہے۔ مثنویوں کے بعد مخمس کی ہیئت میں ایک منقبت لکھی گئی ہے۔

کلیات ایمان کے ابتدائی اور اختتامی اشعار یہ ہیں۔

آغاز

الہی شکر جاری ہے زباں پر دم بدم تیرا کہ بچشا جان وایاں بے نہایت ہے کم تیرا
کرے ہے بندگی کا پہلے ہی تجھ کو اداس جدا بعد آداب پھر اوصاف لکھے ہے قلم تیرا

اختتام

شور و فغاں و گریہ و اندوہ و درد و غم آخر ہمارے ساتھ یہ رب شغلے چلے
ایمان اس جہاں سے بجز بار معصیت افسوس مد ہزار کہ ہم کچھ نہ لے چلے
تاریخ تصنیف قبل ۱۲۲۰ھ - کتابت ۱۲۲۹ھ - کاتب محمد ہاشم صفحات ۳۱۲

سطح ۱۵ سطحیں فی صفحہ

خط نستعلیق پاکیزہ۔ عنوانات سرخ روستنائی سے لکھے گئے ہیں
ترقیمہ: ”تاریخ پانزدہم شہر صفر المنظر ۱۲۲۹ھ مقدمہ تمت
المکتب یعنی ایں دیوان شیر محمد خاں ایمان کاتب الحروف

محمد ہاشم

ایمان دے اوس کو خدا دیدار کو اپنے دکھا

ترقیمہ کے روبرو ایک بیضوی ہر ثبت ہے۔ جس پر

”مصدر الطاف و غایت حسین“ درج ہے۔

۵۔ نسخہ ”د“ : ”کلیات ایمان“ کا یہ مخطوطہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں محفوظ ہے۔ پروفیسر عبدالقادر سیروی کے مطابق اس نسخہ کا نشان ۱۴۷/۲ ہے۔ کلیات کی ابتدا میں ایک ختم سا فارسی دیباچہ تحریر ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

”مجملی از مفصل و مفصلی از مجمل ذکر شاعر نامور مرحوم شیر محمد خاں تخلص یہ ایمان“

اس میں بیشتر وہی حالات درج ہیں جو ”گلزار آصفیہ“ اور تذکرہ شعراء دکن میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کلیات ایمان کی غزلوں، رباعیوں، قصیدوں اور مثنویوں پر مشتمل ہے کبھی غزلیں ردیف و ارتحیر کی گئی ہیں لیکن ردیف ”ن“ کی ایک غزل جس کا مطلع یہ ہے

در دوغم ہجر کا نہ کور کروں یا نہ کروں تجھ سے اخلاص بدستور کروں یا نہ کروں
ردیف ”ی“ میں لکھی گئی ہے۔

رباعیاں ورق ۹۶ سے شروع کی گئی ہیں۔ ورق ۷۶ ب سے مسدسات لکھے گئے ہیں۔ ورق ۸۳ ب سے نغزات لکھے گئے ہیں جس میں سودا اور قاسم کی غزل کی تفصیل بھی شامل ہے۔ ورق ۸۹ ب سے قصائد کا آغاز ہوا ہے۔ ایک نعت میں دوسرا منقبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ایک نواب نظام علی خاں کی مدح ہیں۔ دو نواب آعظم الامرا اسطو جاہ کی سالگرہ کی تہنیت میں۔ نواب مغفرت مآب (نظام الملک آصف جاہ بہادر) کی تہنیت نوروز میں ایک قصیدہ اور ایک قصیدہ زرمیہ در شان غفران مآب (نواب میر نظام علی خاں بہادر) دو قصیدے اسطو جاہ کی مدح میں۔ ایک قصیدہ نواب سردار الملک شہید کی تعریف میں۔ ایک اسطو جاہ کی لڑکی کی شادی کے موقع پر ایک سیلان جاہ کی سالگرہ کی خوشی میں اور ایک قصیدہ بینر الملک کی مدح میں لکھا ہوا ہے۔

ورق ۱۱۸ ب سے مثنویاں شروع کی گئی ہیں پہلی مثنوی ”ورق تاب باران“ ہے۔ اس کے بعد بالترتیب درج ذیل منظومات درج کی گئی ہیں۔

۱۔ مثنوی اشتیاق نامہ

۲۔ مثنوی اشتیاق مع فراق

۳۔ تنزی درہجو صاحب

پہلی غزل کی پیشانی پر ایک ہر ثبت ہے۔ جس پر یہ الفاظ درج ہیں
"بیکنہ لعل ۱۲۷۵ھ"

سنہ کتابت ۱۱ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ صفحہ ۲۵۲

کاتب : مرزا ہاشم بیگ وصف۔ خط تعلیق
مسطر : ۱۲ مسطر - سائز ۶×۹ - قدرے کرم خوردہ
ترقیمہ : "تم تمام شد دیوان شیر محمد خاں ایمان بموجب حکم راہ
سورج مل سرور بتاریخ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ

رام الحروف مرزا ہاشم بیگ وصف

۴۔ نسخہ "۵" دیوان ایمان "کافیہ نسخہ جس کا نشان افسر صدیقی صاحب کے مطابق
۱۳۱۱ء ہے انجمن ترقی اردو کراچی پاکستان کے کتب خانہ خاص کی زینت ہے۔ مخطوط طے
ابتدائی اور اختتامی اشعار یہ ہیں ۵

آغاز

الہی شکر جاری ہے زباں پر دمیدہ مہربا
کہ بخت جان و ایمان بے نہایت ہے کرم تیرا
کہ جسے بندگی کا پہلے ہی تجھ کو اداسجہ
بعد ارمان پھر اوصاف کچھ ہے قلم تیرا

اختتام

فرماں فرماے ہفت کشور
خسرو نامی شہ دلاور
نادیدہ ہوا وہ عاشق اس کا
پہنجا لہن کے ملک تنہا

ابہ امیں ردیف دار غزلیں ہیں جو ۲۰۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔ صفحہ ۲۰۹
سے ۲۲۴ تک رباعیاں ہیں۔ پھر غزلیات ہیں ان میں سے بعض ایمان نے اپنی غزلوں
پر لکھے ہیں اور بعض شمالی ہند کے مشہور شاعروں سودا، نظام اور انشا کی غزلوں پر
ہیں۔

کسی شخص نے دیوان سے قبل فارسی میں یہ عبارت لکھی ہے۔

”اشمس شیر محمد خاں سپہ محمد عاقل خاں در جمیع علوم و فنون کامل روزگار می بود در ۱۲۰۱ھ
روایت۔ حیات نمود۔ مفصل احوال
از تاریخ گلزار آصفیہ بخوبی۔“

تمام ادراک کے حاشیے میں کاغذ کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے تحریر مورتی پیدا ہو گئی ہے۔

سنہ کتابت۔ ندارد۔ کاتب ندارد۔ خط نستعلیق رواں

صفحات۔ ۳۳۶۔ سائز $9\frac{1}{4} \times 5\frac{3}{4}$ ۔ ۳۳ اسطر فی صفحہ

۱۔ نسخہ ”و“ : ایمان کے دیوان کا یہ مخطوط بھی جس کا نشان ۱۳۲ سفر کیا گیا ہے
ابن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ کی ملکیت ہے۔ اس نسخے میں غزلوں کے بعد دو
مہدس تحریر کیے گئے ہیں ایک ”در تشریف فرمائی نواب اعظم الامرا بہادر از قلعہ
مجاہد آباد پورہ“ اور دوسرا ”در تعریف مہرغالبانی حیدر آباد زفاضہ شہور“ ہے۔ اس کے
بعد حمدات ہیں

آغاز

الہی شکر جاری ہے زبان پر و مہم تیرا کہ بخش جان دایا لب نہایت ہے کرم تیرا

اختتام

غزلوں کا آخری شعر یہ ہے

بغدا عاشق ناتواں کئی روز سے تو پیہم جا : نہ لگا دیکھ اسے میاں وہ غریب بھی نہ مال
دیوان کے اختتام پر عربیائی کی یہ عبارت درج ہے

”دیوان شیر محمد خاں ایمان حیدر آبادی نہ کرہ صبح وطن مولع اعظم کے ساتھ شیرازہ
بند تھا جس کو میں نے علیحدہ کر کے جلد بنوا دی ہے اس پر کوئی سنہ کتابت نہیں صبح وطن
پر ۱۲۶۱ھ سن کتابت ہے۔ دیوان ایمان کا ایک نسخہ مولوی محمد عید الزراق صاحب

مددگار صدر محاسب سرکار عالی کے پاس ہے۔ اس دیوان کے طبع سے پہلے میں نے اس کی ایک سرسری نقل کر لی ہے۔ جس کا مقابلہ باقی ہے۔ اب تک دو تصنیف کے نام معلوم ہوئے تھے جو سرورق پر لکھ دے گئے۔

مرقوم ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۲۳۵ھ عمر یافعی ۱۳ جنوری ۱۹۳۵ء

خط نستعلیق - صفحات ۱۹۴

سال تصنیف - قبل ۱۲۳۱ھ - ۱۲ سطور فی صفحہ

سائز ۹ × ۶

۱۔ ”نسخہ ز“ دیوان ایمان اور کلیات ایمان کے قلمی نسخوں کے علاوہ ایمان کا کچھ کلام ”مجموعہ فصاحت“ میں بھی موجود ہے۔ مجموعہ فصاحت جس کا دوسرا نام ”خزینہ سخن“ بھی ہے شاہ تجلی کا مرتب کردہ تذکرہ ہے۔ اس کتاب میں ایک سو تیس (۱۳۰) شعرا کی ان منظومات کو یکجا کیا گیا ہے جن میں ارسطو جاہ کی مدح کی گئی ہے۔ مجموعہ فصاحت دراصل ۱۱۹ھ سے ۱۲۱۵ھ تک کی شاعری کا کارڈ ہے۔ اس کتاب کے دو تالیفی ناموں ”قائد اعظم“ اور ”ریاض قضاہ“ سے اس کی تاریخ تصنیف ”۱۲۱۶ھ“ برآمد ہوتی ہے۔ یہ کتاب تذکرہ نگاری کے اصولوں پر پوری بنی اس اتنی کیوں کہ تجلی نے اس میاں صاحب شاعر و کا نام اور تخلص تحریر کر کے منتخب کلام درج کیا ہے۔ البتہ ارسطو جاہ کے ختم سوالات کے علاوہ انکے کلام پر رائے بھی لکھی گئی ہے۔

جہاں تک ایمان کے کلام کا تعلق ہے ”مجموعہ فصاحت“ میں ایمان کے چہرے قصیدے، مسکس اور مستزاد موجود ہیں۔ جن کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے

۱۔ قصیدہ در مدح ارسطو جاہ

۲۔ قصیدہ (پیدائش، مہر، زندہ سیف الملک)

۳۔ قصیدہ (در مدح وزیر اعظم ارسطو جاہ)

ان قصائد کے بعد ایک مسکس ہے اور اس کے بعد چند مستزاد ہیں پھر

انہیں اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ ہے جو اسطو جاہ کے پوتے کی تسمیہ خوانی کے لئے
 پرکھا گیا ہے۔ اس کے بعد الگرہ سے متعلق نواشعار کا ایک قصیدہ ہے۔ اس کے بعد
 شعر میں جن میں عید کی مبارکباد پیش کی گئی ہے۔

ایمان کے کلیات اور دیوان کے تقریباً سبھی نسخوں کے کاتبوں نے یا معصوم یا بے نجم
 کو معروف اور یا معروف کو مجہول لکھا ہے۔ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ ایک ہی شعر
 میں یا بے مجہول کو معروف اور یا معروف کو مجہول لکھا گیا ہے۔

تقریباً سبھی مخطوطات میں اکثر جگہ الفاظ کو غیر ضروری طور پر مٹا کر لکھا گیا ہے مثلاً
 "بند کیا" (بندگی کا) "امٹکی" (امٹ کے)۔ "جیسی" (جسم سے) "آپسی
 (آپ سے)۔ "الوخت" (اے وحشت) "آب پاکسی" (آب پاک سے)۔ "دن کے تیس" (دن
 بھانوں) (نہ جانوں) "ایچہ ا" (اے خدا) ایچہ خوام ۱۱۔ خوش خرام
 تقریباً تمام مخطوطات میں ک "اورگ" میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ گ
 پر کسی بھی دوسرا مکر نہیں لگایا گیا۔ مثلاً
 "کدا" (گدا) "بندگی" (بندگی) "کندکار" (گنہگار) وغیرہ

غزلیں

ردیف الف

(۱)

الہی شکر جاری ہے زباں پر دم بدم تیرا
کرے ہے بندگی کا پہلے ہی تجھ کو ادا سجدہ
تری یکتائی کی سو گندے خاک یہ سخن ہیگا
کیا مختار تو نے اس کو است کی شفاعت پر
کہ بخشا جان دایماں بے نہایت ہے کرم تیرا
بعد آداب پیر اوصاف کچھ ہے قلم تیرا
خلاّق میں محمدؐ ہے رسول شترم تیرا
قسم ہے تیری رحمت کی بربکب احسان تیرا
بہ تصدیق دل و جاں خجیب پر ایمان لایا ہوں
تو ہی معبود ہے میرا میں بندہ بے درم تیرا

(۲)

کب مجھ سے شک ہوئے بیاں اس کریم کا
دریا نوال یہ کہ ہمیں جسکے فیض سے
احسان ہے کہ چار سوے سگہہ پنج میں؟
بندے میں گرچہ اسکے یہ بے شیخ ویرہن
عالم نواز جو کہ ہے گنجِ عمیم کا
ہر شب چراغ ہاتھ میں درِ یتیم کا
نہایت اقدم کیا ہے رہ مستقیم کا
پیدا کنندہ ہے وہی ناز و نفیم کا
ایمان لبکہ یار کو ہے حسن کا غرور
دن رات مجھ کو شغل ہے اسیدِ یتیم کا

(۳)

کچھ نہیں درکار محجوبات لبکہ
منازلِ معصود کا جادہ مدہ ہے بسمِ اللہ کا

تاج کو کجکول اور کجکول کو دیوے تاج
 وہ متقلب ہے قلوب ہر گدا و شاہ
 جس کی ادنیٰ ہے رسانی خلوت تو سین تک
 میں تو ہوں قربانِ جسد سے اس دلِ آکاہ
 آئینہ ہے صورت اس معنی کی ہر ذرہ کے پنج
 اس کا نور خاص روشن گر ہے ہر دماہ
 بھیجوں ہوں سلوۃ اُس پر اور اُسکی آل پر
 صدق سے ایمان میں بندہ ہوں اُس رکاکہ کا

[۴]

کون دلِ تفتہ چمن میں صبح گرم نالہ تھا
 دانہ شبنم لبِ غنچہ پہ جوں تب خالہ تھا
 رو برو بزمِ پری رو کے جو دیکھا رات کو
 فقط وہ برکار سایے نور ماہ و ہالہ تھا
 تجھ بن اے ساقی پیام نے جو شب خون جگر
 ہم پیالہ داغِ دل اپنا برنگِ الالہ تھا
 تھی سیہ تاب ایک تو تیغِ نگہ خوں ریزِ خلق
 تفس پہ خنجر سا کھینچا سر پہ کاہِ دربالہ تھا
 است اس جعدِ معنبر میں وہ تعویذِ طسلا
 شعلہ یا اختر تھا یا آتش کا اک پرکالہ تھا
 گرمِ سرخست اس قدر تھی رات کو بزمِ طرب
 دور سا غر کا برنگِ شعلہ جوائہ تھا
 بس کہ طوفانِ جوش تھا ایمانِ شب کو ابرغ
 چشم کے منظر کو گویا ہر پلک پر نالہ تھا

[۵]

بتا اے باغبانِ میکش سحرِ جانانہ کسکا تھا
 چمن میں غنچہ و گلِ شیشہ و پیمانہ کسکا تھا
 ہر اک خارِ سرِ دیوار کھینچے دامنِ دل کو
 نہیں معلوم اے وحشت کہ وہ کا شاد کسکا تھا
 جیسا تا ہے غبٹ میں نوشتیوں کو صبحِ یادوں سے
 تیری محفل میں شب کو گویہ مستانہ کسکا تھا
 بتوں کی بزم میں اے شمعِ دل کچھ ہے خبر تجھ کو
 کہ یہ دل سوختہ ہر ایک شب پروانہ کسکا تھا
 ایک چوٹک پڑتا تھا پریِ رو خوابِ رشید سے
 دہپچا نا وہ وحشتِ زردہ افسانہ کسکا تھا
 معطر مغز ہوتا تھا ہر اک نکستِ رگ سے
 میرا یارب دلِ مینابِ خلوت خانہ کسکا تھا

واقفیم لفظ ہے جو تین اشکال (کجکول، کجکول، کجکول) میں لکھا جاتا ہے۔

قیامت میں یہ تھی ایمان کے جو شور و فغاں سے
پری رو تو نے پہچاننا کہ وہ دیوانہ کس کا ہے

[۶]

عاشق ہوں تیرا تب سے میں جب کوئی دیوانہ نہ تھا
بلبل نہ تھا مجھوں نہ تھا فرہاد و پروانہ نہ تھا
نقار میں کوئی لہو دامنِ شہادت سے جھٹک
شیشہ دیا دل کا ٹپک اتنا تو مستانہ نہ تھا
گل گشت تجھ بن جب کیا جوں غنچہ خون اپنا پیا
جز دیدہ ترساقیا مجھ پاس پہمانہ نہ تھا
قسمت میں رہے کہ نقدِ جاں لی حسن کی جنسِ گراں
دل کے سوا اپنے تو یہاں کچھ اور بیگانہ نہ تھا
عاشق کے دل پر بے وفا مارا عیثِ سنگِ جفا
ایسا تو بالطف و صفا کوئی پری خانہ نہ تھا
ہیں یاد تجھ کو وہ بھی دن جس وقت تو تھا صغیر
اے جان میرے ہاتھ بن تجھ زلف کا شانہ نہ تھا
ایمان پر طعنا شعرا کا اک دل فریبِ یار تھا
کچھ یاد ہم لو اس سوا افسون و افسانہ نہ تھا

[۷]

گزشتہ شمع کے مانند جواہر نہ رہیں ہوتا
شہنشاہی کا اسکے سر پہ تاج نہ رہا ہوتا
نکل کر رنگ سے ہر عیب میں کیونکر نہ آئینہ
کر بیٹا باپ سے اس عوالم میں بہتر نہیں ہوتا

اب اس کے سوا اپنی یہیں کچھ ہیاد نہ تھا
شرع کشتہ کے لیے "گزشتہ شمع" خلافِ روزِ مرد ہے
لیکن سچی نسواریں اس طرح دکھا ہے۔

ہوئی ہے ختم تجھ پر خوبی و آہن دلی پیارے
 بجز فولاد لوحا صاحب جو ہر نہیم
 ہوا مست از ابلتے زماں میں جو ہر قابل
 جہاں میں لعل اور یاقوت ہی بہتر نہ
 کیا یہ نام ہم کو حاسدوں نے بے سبب یارو
 فقط اخلاص کیا دنیا میں ہم دیگر نہ
 خدا جانے صنم کیا تجھ میں اسرار تصرف ہے
 کہ تیرے روبرو ایمان کچھ ڈر کر نہیں ہوتا

[۸]

ہر خند میرے گھر وہ ملنا نہیں آتا
 پر اس کی تمنا سے دل باز نہیں
 اس کج نفس کی میں فریاد کروں کس سے
 ابک مرغ بھی بیاں آ کر پرواز نہیں
 اتنی تو مقدم ہے غلط تیری اے ظالم
 جو پاس میرے کوئی ہم ملا نہیں آ
 بے سائنہ حسن اسکا اب فتنہ عالم ہے
 ہر خند اسے کرنا کچھ ناز نہیں آ
 جان کنڈن جہان میں کوئی کبھو پالیں پر
 غمگین میری سن کر آواز نہیں آ
 ہر دم تیری باتوں میں جو کچھ کہے ہیں بخشش
 عیسیٰ کو بھی یہ پیارے اعجاز نہیں آ
 ایمان نڈا جانے انجام محبت کا !
 جب غم میں کچھ اپنے آغاز نہیں آ

[۹]

نہیں پہنچ عالم دوستی ہم اب ہے کھانا قسم بھلا
 تو نباہ کرتا ہے اے صنم کہ نباہ کرتے ہیں ہم بھلا
 میں رکاوٹوں سے گداز سے یہ تعرض بجز دنیا سے
 کبھو اس طرف بھی تو ناسے کرد ملک تو بخیر قدم بھلا

عائنۃ الف میں یہ مصرع اس طرح ہے
 کیا تیرے روبرو ایمان کچھ ڈر نہیں ہوتا

ہوں بتنگ ایسے وجود سے نہیں کام مجھ کو نمود سے
 کہ ہے ایسی پلوج شہور سے تو ہزار درجہ عدم بھلا
 وہ ہے ایک دلبر بیوفا نہیں جانتا ہے بحر دغا
 جو ہوا ایسے طور کا خود ناکو ہے اس سے ربط بھی کم بھلا
 یہ شراب ناناہ مدام ہے کہیں شیشہ ہے کہیں جام ہے
 یہی مئے کشتوں کا پیام ہے جو نہ ہو دے تو تو ہے سم بھلا
 یہ جو سرگزشتوں کا جوق ہے انہیں جی ہی دینے کا ذوق ہے
 اگر امتحان کا شوق ہے ذرا کر تو تیغ علم بھلا !
 جو گل اپنے سینہ پہ کھلے ہے نیا باغ ایک بنا ہے
 اسے کس طرح سے خوش آئے ہے کہو کوئی سیر ارم بھلا
 جو مدام جور کو سہتے ہیں وہ دل اپنا مار کے رہتے ہیں
 تیری خیر خواہ ہی سے کہتے ہیں نہیں عاجزوں پر ہم بھلا
 آہان پر تو ہو یہ کرم کبھور نجم کیجے ادھر قدم !!
 کہ مزاج اسکا تو اے صنم نہیں رہتا ہے کوئی دم بھلا

[۱۰]

ہر گز نہ مڑ سکاں کا بہم دامن سے پھر دامن ملا !!
 آنکھوں سے دریا بہ چلے بجا دوں سے جب راہوں ملا
 کس روز مجھ سے صاف دل توالے وفا دشمن ملا
 یک آن کی محبت میں ہی سو طرح سے بد ظن ملا
 پھر حسن کی وہ جستجو کرتا نہیں ہے کو یہ کو !
 ہمسایہ تیرے مادہ روح جس شخص کو ممکن ملا

کیا فائدہ تلبیس سے ہے جذبِ دل تجنیس سے
 سستا ہے مقناطیس سے کس دن ہمیں آہن ملا
 چلنے لگی باد صبا غنچہ ہر اک کھلنے لگا ۱۱
 تو مجھ سے اے گلگوں قبا کب تک رہیگا ان ملا
 شمشیرِ ابرو تھے علمِ خو خوار پھیلتی زلفِ تخم
 کل تجھ کی وادی میں ہم کو اک عجب رہزن ملا
 حدتے کروں سو دور ہیں دیکھوں نہ پھر گلزار ہیں
 گھر کا تیرے لئے نازیں جس دن کوئی روزن ملا
 ہوں بھٹے لگی ہر دم یہاں کرتے ہیں ہم سیر جہاں
 یہ ناتوانی ہے کہاں گویا انوپے انجن ملا ۱۱
 ایمان کہہ دے پیار سے تو ساغرِ میخوار سے
 ہاں گردنِ دلدار سے شیشہ کی مت گردن ملا

[۱۱]

ببل کا تجھ بغیر نہ اک دم الٹ گیا
 ہر موجِ بحرِ اشکِ یہ طوفان پہ آج ہے
 سینہ میں دم ہوا تھا دوبالا شبِ اسقدر
 کالے نے جو ڈسائیکر میاں زلف کو
 بیعت ہے اپنی ہمتِ عالی کو اس سے یاں
 شاہوں کا تیرے نام کے سنتے ہی اس قسم
 اپنی ہی کچھ یہ چشمِ غلط ہیں کا وہم ہے
 دنیا کے خروجاہ پہ مت بھولیو کہ یاں
 بادش کے انقلاب میں ہے جسطرح شراب
 روتے ہی روتے دیدہ شبنم الٹ گیا
 علم سے جس کے تختہ عالم الٹ گیا
 ہر داغِ دل کا پنیہ مرہم الٹ گیا
 اس کا تو اسکی ذات ہی پر ہم الٹ گیا
 جس دستِ رو سے پیچھے سام الٹ گیا
 بیتاب ہو لیکن خاتم الٹ گیا ۱۱
 اس کا نقاب تو نہ کہیں ہم الٹ گیا
 یک آن ہی میں چتر کی دجہم الٹ گیا
 مے لیکوں نہ جلوہ گر ہو کہیب غم الٹ گیا

عزیمت ہے شمالی و جنوبی کا جمل

ایمان یاں تو عمر میں واللہ سیر ہے
ہر چند روتے روتے تیرا دم الٹ گیا

[۱۲]

سب کو سے گل رنگ پلا نامزہ جانا
بوسہ نہ لیا جام کا زہار کہ ہم نے !
اب فرقہ عشاق کی مت پوچھ کہ اس نے
ہم نے تو شب و دل میں اس آئینہ بد کو
بانی وہ ہوا ایک ہی بوسہ پہ تو ہم نے
اس دبر عیار نے ایمان میکر ساتھ
ہر بات میں اب ہونٹ چبانا مزہ جانا

[۱۳]

کیسا یہ تمنائے اللہ دیکھا !!
جون برق ناکاہ جھپکی ہیں آنکھیں
جذب محبت ہے ہے بلا ہے
الفت کا لیجیومت نام کوئی !
آرناہ اک دن وہ سنگدل یاں
تجھ بن کسو کو ہم نے نہ اس عشق
رشاد کہ آئے وہ رشک یوسف
زہد و عبادت اپنی پہ ہم نے
شب گل رخون کی مجلس میں ہم نے

دبر کو ایک روز دلخواہ دیکھا
جب اسکو ہم نے ناکاہ دیکھا
لے کھربا سے تاکاہ دیکھا
یہ درد ہم نے جانکاہ دیکھا
تیکر اثر کو اسے آہ دیکھا
اسرار دل سے آگاہ دیکھا
چنے میں ہم نے شب ماہ دیکھا
کیا شیخ کو بھی گمراہ دیکھا
جو شفیق دیکھا شتاہ دیکھا

ایمان اپنی وحشت کے آگے عرصہ جہاں کا کوتاہ دیکھا۔

[۱۴]

یہاں نہ ذہن نکتہ رس فکر وہاں میں رہ گیا
ہوش بھی باریک بین موئے میاں میں رہ گیا
کونسا رونا جوان اس گلستاں میں رہ گیا
جس کی قامت کاشاں سر و چہاں میں رہ گیا
پیشم نرگس ہی نہ بھینکی اس کے برقی حسن سے
مرغ بھی ہر اک پھر ملک کے آستان میں رہ گیا
کیا کہوں کیفیت شب تجھ سے میں اے ہم نشین
شیشہ دل چور ہو بزم بتاں میں رہ گیا
راہ رو پہنچے ہیں اکثر منزل مقصود کو
ناآواں مجنوں ہی گرد کارواں میں رہ گیا
دل لگست بیٹھو اس طاق رنگیں سے کہیں
چار دن ہر کوئی قصر آسمان میں رہ گیا
وہ مژہ زیرِ خم ابرو نہ سمجھو زینہار !!
تیر یہ جوڑا ہوا یوں ہی کمان میں رہ گیا
زندہ جاوید کہتے ہیں اسے ایمان ہم !!
جسکا نام نیک آخر اس جہاں میں رہ گیا

[۱۵]

نریاں گلبرگ ہے پروردہ شہبہ نابت گویا
مہر اس کے آئینہ کا یوں عارض پہ چمکے ہے
دیا غوطہ لبوں کو مرفحہ عناب میں گویا
پری کے ہاتھ ہے شیشہ شب ہنسنا گویا

خدا ہے پُر

ے رشک یوسف پہلے ہی اس طرح بچوانا
 دے جانے میں عجب مڑگاں کا عالم ہے
 اس شمع کا جب اس دل بیتاب میں آیا
 اسکی دہڑ میں جس نے دیکھا وہ کہتا ہے
 شہری تصویر کو دیکھا تھا میں نے خواب گویا
 جماعت ہے کھڑی صف بانہ کھر خراب گویا
 بڑا بجلی کا سایہ چشمہ سیلاب میں گویا
 پرویا تار قرمز گوہر خوش آب میں گویا
 بیاغ اشعار کی جس وقت تمنائی میں دیکھوں ہوں
 تو ہوں ایمان بیٹھا مجلس احباب میں گویا

[۱۶]

تو ایک ہاتھ میں بسمل نے غش کیا
 اٹھا جو رخ سے پریرد کے رات کو
 ہاتھ دیا کی اتنی سووم خمیر
 کی شمیم زلف پہ لائی ہے اب نسیم
 کی مزاج کی پردے کو چھوڑتی
 یں سے بحر غم کے بچا پر ہوں نیم جاں
 اور ہر لہو کو دیکھ کے قاتل نے غش کیا
 ایک اپنی کیا کہوں بھی محفل نے غش کیا
 پہلے قدم میں دہرد منزل نے غش کیا
 ٹک سو نکھتے ہی عاشق بیدل نے غش کیا
 مجنون پہنچ کہ صاحب محل نے غش کیا
 جیسے نکل کے طالب سانس نے غش کیا
 تعریف دربار کے سراپا کی کیا کہیں
 ایمان ہم کو ایک ہی بس تل نے غش کیا

[۱۷]

ہی زرخیدوں میں فیر درخت تھا
 میں تیری کاوش مڑگاں کے ہاتھ سے
 تو چیر کو صفت مڑگان نکل گی
 بگہ از دل ہے سراپا اے شمع رو
 قیمت میں جسکی پھر دیں شاہی کا تخت تھا
 غنچہ نمط ہر ایک جگر لخت تھا
 لڑکا تھا خور دسال پہ دل کا کرخت تھا
 جوں نخل موم باغ میں ہر ایک تخت تھا
 ایمان آفریں ہے کہ اس بد مزاج سے

یارانے کا نیا ہنس دستور سخت تھا

”اگے بٹل“ سب پرویا تار قرمز در خوش آب میں گویا

[۱۸]

تجربہ بنائے شمعِ رویں جو رونا تھا روچکا
عاشق کی زیتِ مثلِ سمندر ہے سو شوق
اپنے بگڑے داغ جو دھونا تھا دھو چکا
قسمت کا جس کسو کی جو ہونا تھا ہو چکا
میں اپنے جان و دل کو جو کھونا تھا کھو چکا
غافلِ ملک اب تو جاگ جو سونا تھا سوچا
ایمان نے کئی نکلِ معنی کے تحنم کس
اے یار اس زمیں میں جو بونا تھا بوچکا

[۱۹]

رکھتا ہے کس ادا سے وہ عالیِ دماغِ پا
سحر و مال سے دیتے ہیں شمشاد کو شال
نگِ سناسہ ہوتا ہے جب رشکِ باغِ پا
گو یا خرامِ کبک یہ رکھتا ہے زاغِ پا
کمر تے ہیں اپنا دیکھ کے بسترِ فراغِ پا
منہ ہی کے رنگ سے جو ہوا داغِ فراغِ پا
لیکن وہ چھوٹی نہیں ہونا چراغِ پا
کرتا ہے بے ملاحظہ ہر سو فراغِ پا
ترکی کو اور تازی کو مارے اداغِ پا
مشہور ہے مثلِ کہ حمایت کی راہ سے
جاؤں میں کوئے یار سے ایمان کس طرح
پہنچا ہے اپنے دل کا یہاں تک سراغِ پا

[۲۰]

کون کسے تجھ کو سیریِ جانِ جا
بیٹھ کھس ملک تو کہا مانِ جا
وہمِ فرشتے کا نہ چہنچے جہاں
پہنچا ہے وہاں حضرتِ انسانِ جا

میں ہوں میان دل سے تیرا جان نثار
 آج سے اس بات کو پہچان جا
 تو نے جو باندھی ہے سفر پر کمر
 ہے تیرا اللہ نگہبان جا
 سن کے ہے ناہید بھی اب چرخ میں
 دکھیں پہنچی ہے کہاں تان جا
 یسوع کے رشتے میں ہیں سب شمع رو
 کوئی بھینجا ہے کوئی بھانجا
 اتنی شتابی نہیں لازم مجھے
 کھا کے میسر ہاتھ سے دو پاں جا
 کلیہ افسان کے سوا شمع رو
 غیر کے گھر کو تو نہ مہمان جا

پھر نہ گئی وہاں ہے کسوچین کی

لے کے فقط یہاں سے تو ایمان جا

[۲۱]

تیرے خواب ناز میں رات کو جو میرے سے رنگ دغا ہوا
 تجھے اپنے سر کی قسم ہے کہہ کہ تو خوش ہوا یا خفا ہوا
 نہیں اور کچھ مجھے آرزو ہے ملام انہی ہی جیتجو
 کہ تمام شب تو کبھو کبھو تو رہے اسکل سے ملا ہوا
 تیسرے روٹھنے نے فنا کیا تیسرے ہنس کے ملتے زنبہ دیا
 میں اسی ہی سوچ میں ہوں کہ الو صم کہاں کہ خدا ہوا
 میں ہوں گر حبیہ بندہ با صفا تو ہنوز ہے سسر جفا
 تیسرے ہاتھ جا کے اے بے وفا مراد دل پھر اسو بھلا ہوا
 نہ دریغ تجھ سے ہے سیم ذرا ایمان و دین نہ دل دگر
 تیری یک نگاہ حجاب پر میں ہزار جی سے خدا ہوا

[۲۲]

کیوں نہ ہر سرکش ہو اب پامال سر جنگِ حنا
 اس شہِ خوباں کے ہاتھ آیا ہے اورنگِ حنا
 ہر سر انگشتِ جون پیکانِ رنگینِ شہتِ بند
 ہے یہ کس بیتاب کے شبِ خوں پر آہنگِ حنا
 گو کہ ہے جوں مرغِ دستِ آموزِ پنجہ میں تیر
 پر اڑا جاتا ہے ہر دم اے صنم رنگِ حنا
 اس ستمِ ایجاد کے نزدیک خونِ عاشقان
 کفِ انصاف میں ہووے نہ پائے سنگِ حنا
 ہاتھ میں جامِ زمرّد جبکہ ہووے عملِ قلم
 کب نہ ہو اس ہر پیکر کے تیں سنگِ حنا
 باندھے ہے ایمانِ اب مضمونِ رنگینِ بے شمار
 کیوں نہ ہو گل گلِ شکفتہ عرصہٗ سنگِ حنا

[۲۳]

دہکا کے بھلو بوسے سے وہ جب سرک گیا
 میں نے بھی باتوں باتوں میں کچھ کچھ تو یک گیا
 آویزہ گھر بھی عجب کم نصیب ہے !
 پہنچا تھا اس کے کان تلک پر تلک گیا
 تشبیہ اس کو مشک سے دیجے تو ہے خطا
 ایدھر کھلی وہ زلف کہ عالم ملک گیا !
 سونے کا رنگ یہ کہ لکڑی کا یک پڑے ہے چونک
 زردہ کہیں جو پاؤں کا گھنگھرو بھٹک گیا

زلف سے کانکھوں میں اب تار پتے بندھا
یارب یہ کس بلا سے میرا دل اٹک گیا
خاطر پہ اس کے میری طرف سے ہے کیا غبار
ٹلک بیٹھ اگر کہا ہوں تو دامن جوٹک گیا
ایمان ہم نہ کہتے تھے مت فکرِ شعر کر !!
بتیں ہی پڑھتے پڑھتے نہ آخر بیکس گیا

[۲۲]

رات دیکھا میں ایک کوپے میں
جس طرح آسمان پر تارے
حلقہٴ منتہٰی خصوص مکھڑے پر
شاہزادہ تھا یا شہنشاہ تھا
شوکت و شان کیا کہوں اس کی
غیر لب، گلزارِ نرگس چشم
دو ہی یک دو قدم خراماں ہو
سایاں میں ہی اسکے ساتھ چلا
فی البدیہہ یشعر حسبِ حال
مرغ دل بسکہ آہ منتظر تھا
ستے ہی پھر کھڑا رہا یک یار !!
کہنے لگا تو کون ہے اسے شخص
تب کہا میں غلام ہوں تیرا

بدر تھا یا کہ مہر انور تھا
یوں چمکتا تھا جو کہ زیور تھا
عبید کا جوں ہلالِ اظہر تھا
حسن کا جس کے ساتھ لشکر تھا
صاحبِ تاج و تخت افسر تھا
گلشنِ حسن کا صنوبر تھا
پھر گیا اس طرف بدتر گھر تھا
جب کہ پہنچا وہاں جہاں در تھا
پہنچا اس گوشِ تنگ کہ گوہر تھا
اڑ گیا اب تو گرچہ بے پر تھا
شعر تھا یا فسوں تھا سنتر تھا
جان کا اپنے کچھ تجھے ڈر تھا
شوق دیدار تھا مجھے گر تھا

بول اٹھا پھر تو چل ہمارے ساتھ برین الفاف کا وہ اختراع تھا
 لے گیا جس جگہ مجھے وہ ہاتھ پکڑا بہتر از قمر لعل و گوہر تھا
 تھا بچھا اک پلنگ وہاں ایسا تخت نیلم سے جو کہ بہتر تھا
 جبکہ ہم دونوں مل کے جا بیٹھے پوچھنا کیا ہے پھر تو اظہر تھا
 عیش و آرام خوب ہی لوٹے ۱۱ بسکہ وہ ہر ذرہ پرور تھا
 مجھ سے ایمان تا کجا کہمے
 قصہ کوتاہ ورنہ دفتر تھا

[۲۵]

شکر اللہ کہ ہاتھ دل آیا بے بہا لعل تھا پرٹا پایا
 جب میں پوچھا غلام کب آوے ہاتھ میں لے کے زلف بل کھلایا
 دانت میرا ہے اس لبوں اوپر جٹکویا قوت دیکھ شرمایا
 خون سر بہہ گئی بجائے رود کوہ کن کا یہی تھا سرمایہ
 اس بن ایمان ایک دم نہ رہا
 ہم نے ہر چند دل کو بہلایا

[۲۶]

الٰہی کمر موثر اس قدر شور و فغاں میرا
 سنے ملک گوش دل سے ایک دم وہ جا ستا میرا

۱۔ ب۔ تب "ب" لے گی وہاں مجھے وہ ہاتھ پکڑا۔

۲۔ الف "تھا پچھا ایک وہاں پلنگ ایسا تخت نیلم سے جو برابر تھا۔"

۳۔ "ہاتھ میں زلف لیکہ بل کھلایا"۔ ہ۔ ب "جسکو"

اگرچہ ہوں غس و غاشاک کہ عالم سب پر روشن ہے
چسراغ شعلہ کو روشن کرے ہے دودمان بیلر
عبث بکثی ہے اے قمری بس اپنی چوچ کھیت رہا
کہاں شمشاد یک تنکہ کہاں سرو رواں مسیرا
شہادت جب سے پایا دل نے کافر تیغ ابرو سے
مجھ آتا ہے ہر دم یاد وہ جنت مسکاں مسیرا
سدا خوف ورجاہی میں مجھے ایمان گزر رہے
مزاج یار نازک ہے یہی دارالامان مسیرا

[۲۷]

دیت اس قاتل بے رحم سے کیا لیجے گا
پھر نہیں ہونے کی تعمیر تو اسی ہرگز
اس قدر سنگدلی تم کو نہیں ہے لازم
لخت دل خاک میں دیتا ہے کوئی بھی ہے
پھر نہ چھتا دہیں بعد بیکر جانے کے
روٹھ کر جائے کوئی اپنے سے پیار تو نہیں
اپنے مشتاق کو لازم ہے کہ گاہے بلے
ایک مدت ہوئی کچھ حرف و حکایت ہی نہیں
کسی جلسہ میں جو ایمان کہو تو جسا نہیں

اپنی ہی آنکھوں سے اب خون بہا لیجے گا
اب کی طرح میری جان بچا لیجے گا
کسی مظلوم کی گاہے تو دعا لیجے گا
نگر پڑے اشک تو آنکھوں سے اٹھا لیجے گا
گالیاں ادا ہوں باقی تو سنا لیجے گا
چاہیے آپ سگے پڑ کے سنا لیجے گا
غیر کی آنکھ بچا گھر میں بلا لیجے گا
جی میں ہے آج تو باتوں میں لگا لیجے گا
گھر میں یوں بیٹھ ہوئے شعر بنا لیجے گا

[۲۸]

کام عاشق کا تری پلکوں نے فنیسل کر دیا
 دل میں چبھ چبھ کے اہیں کانٹوں نے بیکل کر دیا
 توجو تھا سوے ایلیہ بزم شب کو ماہ رو ۱۱
 شمع نے توجی کو اپنے شرم سے گل کر دیا
 چشم بد دور اس سے پائے جان، تازہ دم بم
 جس نے اپنا ہاتھ اس گردن میں ہیکل کر دیا
 ماہِ نو سے ہمر کا بی ہونہ اس کی زنیہ سار
 شہسواروں کو جلو میں جس نے پیدل کر دیا
 خار خار شوق نے اے نوہالِ باغ حسن
 گلشنِ جنتِ میری آنکھوں میں جنگل کر دیا
 کلبِ دن کی خواب میں جلوہ فروری دیکھتے
 چاندنی کا فرش جس نے سرخ مغل کر دیا
 اس کی خواب سے اگر واقف نہیں، پر عشق نے
 مہیکر ہر اک استخوان کو چوبِ صندل کر دیا
 دیکھ پروانے کو شبِ سرگرمِ عرضِ سوز و ساز
 کچھ جوابِ صافِ آخرِ شمع نے جل کر دیا
 لے خبر ایمان کی ہو تلہے ہر دم وہ نہ طحال
 تیغِ ابرو نے تیری بے طرح گھائل کر دیا !

[۲۹]

نشہ ہوا اور رات ہو ابد بامِ دہشتاب دہوا ۱۱
 اس جگہ تو ہو بغل میں سنگ اور خواب دہوا

ماتوں سے دیکھتا ہوں خیمہ زنا ہے گاجاب
 روز خوش آتی ہے دریا کی اسے آب و ہوا
 مجھ سے اشک و آہ نے شمشیر قاتل کی دوچار
 موج کو کرتے ہیں پیدا مل کے سیلاب و ہوا
 زاہد اکیا جانتا ہے گلشن دنیا کی سپریم !!
 عیش ہی گر ہو میسر عالم آب و ہوا !!
 بے سبب ایمان کا خاموش رہنا مت سمجھ
 شور میں لاوے دوانے کو سے ناب و ہوا

[۳۰]

دلبری کی رسم غیروں سے کرے ہے تو ادا
 ملک ادھر بھی دیکھو اور عشوہ گر جادو ادا
 کیوں نہ اک عالم تیرا دیوانہ ہوئے اے پری
 معجزہ عشوہ فسون غمزہ ہے اور جا دو ادا
 گاہ دل پامال کرنا گاہ جاں بخشی کی چال
 سب کے تیس کرتے ہیں تیرے پاؤں گھنگرو ادا
 کیوں نہ ہوں دیوانہ میں تیرے خرام نماز کا
 یہ چلیں یہ شوخیاں کرتا ہے کب آہو ادا !
 سرزمین دل پہ عالم کے ہے اک بھو نچال سا
 کیا غضب کرتی ہے تیری جنبش ابرو ادا
 ابرو ترنگاں جی دھڑکتا ہے تیرے طوفان سے
 مت کہیں اس خاکداں کا ہو دے بہ ٹپاؤ ادا

اس کی ہر ایک آن کی لطف و عنایت دیکھ کر
شکر کرتا ہے میرا ایمان ہر ایک مواردا
[۳۱]

سیکھا ہے کس سے تو نے قانونِ تان لینا
دیرِ درہ نوازش عاشق کا جان لینا
لاکھوں میں ایک دو کو ہے یہ نصیب دولت
ہاتھوں سے دلبروں کے گلِ عطر وِ پان لینا
آتا ہے جی میں اکثر جونِ نقشِ پا سرِ رہ
کوچہ میں گھرِ خون کے کوئی مکان لینا
کا ہے تو بندہ پرورِ ملک واسطے خدا کے
اس خیرِ خواہ کے بھی کہنے کو مان لینا
جونِ تیغ ہاتھ آوے گھرِ جوہرِ شجاعت
قبضہ میں پھر نہیں ہے مشکلِ جہان لینا
دل کی ہو س نہ کہیو اس شاہناز سے تو
ایمان جی کی اپنے پہلے امان لینا ۱۱

[۳۲]

آنکھوں سے ہاتھ دھو کر جیتا رہا تو پھر کیا
قاصد نے حال میرا جا کر کہا تو پھر کیا
خلقت میں اسی کے ہرگز بولے دفا نہیں ہے
جو دوستم ہزاروں میں نے سہا تو پھر کیا
اس وقت میں بھلا ہے ملنا کہ بعد میں
آیا مزار اوپر تو یار ہا تو پھر کیا ۱۱

حُسنِ عمل سے جلدی نقش و نگار کر لے
 اس قمرِ زندگی کا پایہ ڈھا تو پھر کیا
 ایک قطرہ با اثر ہو ایمانِ مثلِ گوہر !!
 مانند ابرو دو دریا ہوا تو پھر کیا
 بلبل کا آشیاں تو ہے گلزار میں بندھا
 گل یوں پھرے ہے کوچہ و بازار میں بندھا
 قطرہ نہیں ہے اسکا نرگس کی شاخِ ادھر
 تعویذ ہے یہ گر دنِ بیمار میں بندھا
 غنچہ دہن سے میں نے جو بوسہ طلب کیا
 عقدہ پھر ایک تازہ دلِ یار میں بندھا
 تیسرے مژدہ نہ چھوڑے نشانے کے نام کو
 ایک تار سے اگر ہوشِ تار میں بندھا
 فریادِ ٹوکِ سنجال کے سر پر اٹھایو !!
 سنگِ گرہں ہے دامنِ کھار میں بندھا
 جب سے کہ بوسے زلف کا بازار گرم ہے
 رہتا ہے مشکِ ناقہ تار میں بندھا
 ایمان تو نے ریختہ لکھا تو ہے دے
 مضمون کوئی تازہ ہے اشتعال میں بندھا

[۳۴]

کچھ سرخ جو ہے رنگ مرا شکریاں کا
 شاید کوئی ٹوٹا دل مجروح کا ٹانکا
 اٹھتے ہیں دل تفتہ سے تجھ بحر میں شعلے
 مضمون یہ روشن ہے میری شمع زباں کا
 طوطی کا سخن ایک بھی سربسز نہ ہووے
 یہ کچھ لب و لہجہ ہے میرے شیعہ دہاں کا
 پہنچی جو تری وصف کر یا کہ دہن کو !
 نہ وہم کا یا لا ہے نہ مقدور گماں کا !
 خسرو سے ادھر جنگ ادھر کوہ سے کاوش
 دیکھا نہیں ہم نے کوئی فرما دسا باں کا
 دل سینہ میں بیتاب جو ہے دژہ کی مانند
 منظر کے تئیں کھول کے اب کس نے یہ جھانکا
 دیکھے جو خرابات کا یک بار کرشمہ !!
 پھر شیخ مرید آن کے ہو پیر مٹاں کا
 یک قطرہ خون تیر مژہ دل سے نہ چھوڑے
 میں حلقہ بگوش آج ہوں ابرو کی کماں کا
 اک طالب دیدار میں ایساں قسم ہے
 ہم کو تو کبھو نہ کر ہے یاں کا نہ دیاں کا

[۳۵]

اک شب وہ دلربا اس دلیکیر تک نہ پہنچا
 نالہ کبھو ہمارا تاثیر تک نہ پہنچا
 وہ صید کیوں نہ ہووے محروم لذت مرگ
 ابرو کمان صنم کی جوتیر تک نہ پہنچا
 زلفوں کے سلسلے میں پایتہ بسکہ ہو غمخے
 جوشِ جنوں ہمارا زنجیر تک نہ پہنچا
 ہیں خو پذیر اتنے آدابِ عشق سے ہم
 یکبار مطلبِ دل تقریر تک نہ پہنچا
 شہرِ بتاں میں اکثر کرتے ہیں قتل اسکو
 جس کا گنہ ثبوتِ تقصیر تک نہ پہنچا
 ہر چہ آگ دی ہے سو بار عشق نے پر
 سیلابِ دل ہمارا اکسیر تک نہ پہنچا
 ایمانِ عاشقوں میں ایسا کوئی نہ دیکھا
 آخر کو کام جسکا تشہیر تک نہ پہنچا

[۳۶]

جب چمن کی سیر کو میرا وہ رشک مہ گیا
 باغ میں ہر ایک گل منہ دیکھ اس کا رہ گیا
 ہاتھ سے دل کی گرفتاری کے مرتے دم تلک
 کونسا وہ جور تھا جس کو نہ میں نے سہ گیا
 کل بھری مجلس میں جھکو دیکھ کر اسے ہم نشین
 کیا کہوں جو کچھ کر کے منہ میں آیا کہہ گیا

ایک دن شاید کہ آنکھوں سے نکل جاوے گا جی
 دل تو سیلِ اشک میں اب غون ہو کر بہ گیا
 ہاتھ سے کافر بتوں کے کیا کہوں ایمان اب
 حنائے دل جسکو کعبہ بولے سو ڈھو گیا
 جب سے کہ میرے دل میں ^(نہ) محبت ہوئی پیدا
 تا کام و تہاں اور ہی لذت ہوئی پیدا
 کس کے مجھے دیدار کی یارب ہے متنا
 اب صورتِ آئینہ جو حیرت ہوئی پیدا
 مشاط نے جس اُن کہ غارِ غریب رکھا تل
 اک تازہ میری جان کو آفت ہوئی پیدا
 میں تو سرِ موزلف سے واقف ہی نہیں تھا
 کیدِ حر سے الہی یہ ملامت ہوئی پیدا
 تھا مہینچہ اک آفت جانِ گھر میں مفاں کے
 اب دخترِ زر اور قیامت ہوئی پیدا
 اک بوسہ شیریں کے لیے اتنے ہوئے تلخ
 فرمایے کیا اس میں قنوت ہوئی پیدا
 خط سے جو ہوا سبز تیرا گلشنِ رخسار
 بوسہ کی مجھے اور بھی حسرت ہوئی پیدا
 آغوش میں آیا وہ گلِ اندام ہے جس دم
 ایک تازہ ہی کچھ اور نزاکت ہوئی پیدا
 حاتم سے جس وقت کہ نکلا وہ پری رو
 کچھ اور ہی ایمانِ لطافت ہوئی پیدا

نہ شبنم کی طرح گلشن میں ہر گز چشم تر لیجا
گرہ میں باندھ کر مانند غنچہ مشت زریجا
چمن کی سمت یاد تبت جنوں میں کیسے کر لیجا
تراے عشق بندہ ہوں جدھر جا ہے ادھر لیجا
عصا کی طرح بس ہے دستگیری ایک حسن کی
نہ مثل رشتہ تبسیم حاجت در بدر لے جا
سمجھو قدر اے یا قوت لب دل کی میرے ورنہ
یہ لعل رے بہا دینے کے لائق نہیں ہے پلو لے جا
رسائی زلیست میں ہر گز نہ تھی اپنی تو گلشن تک
نفیس سے اب لڑا کر لے صبا یہ مشت پر لے جا
مناں اللہ نے تجھ کو کیا ہے گھا تو لازم ہے
بخیر اس باغ سے کچھ نیک نامی کا ثمر لیجا
اگر ایساں یاروں کے لیے کچھ ارمغاں چاہے
سخن دو چار رنگیں ہیں بہ از لعل و گہر لے جا

جو اہر خانہ دیکھا وہاں اگر یہ چشم تر اپنا
تو سنگ رشک سے سر چوڑیں لعل و گہر اپنا
تجھے جس دن سے دیکھا ہے نہیں اس دن سے ہر گز
دم اپنا ہوش اپنا اور دل اپنا جگر اپنا
جو اہر سہرہ ہووے جسکی آنکھوں میں موت کا
وہی ہے گاہری زانو میں منظور نظر اپنا

بلا و سواس بیٹھو، لوٹو لوٹو سور ہو صاحب
 سمجھے بندہ خانہ کو مقرر آپ گھر اپنا
 سپاہی زادہ خوزیر ہے تو من جلتا ہے
 دلا میں کیوں کہوں بدخواہ ہے تو بس قدر اپنا
 مگر دیوار تہقہ ہے صنم کا کوچہ دل کش
 نہیں پھر تا جو اودھر سے کوئی نامہ ہر اپنا
 اگر سمیر غ سے سمیر غ ہو ویں ہوش اور جاویں
 کریں جس جائے ہم اظہار زور بال و پر اپنا
 رنگ شمع پامردی ہے گر امر ریاست میں
 کہ سرکٹ جائے پھر بھی چھوڑے کب تاج زرا اپنا
 برہمن دیر کے زنا را اپنے سب جلا دیو یں !
 جھینکا ملک دکھا دیوے جو وہ زاہد پسر اپنا
 ہزاروں رنگ کے سرسبز وہاں گلزار ہوتے ہیں
 خیال آجائے ہے بیٹھے ہی بیٹھے ملک جدھر اپنا
 تلکے ہے تشنہ لب ایمان کب سے تیری آنکھوں کو
 اشارہ کر دے اے ساقی کہ تو بھی جام بھر اپنا

[۲۰]

فزون ہر دم جو دیکھا حسن اس کی نوجوانی کا
 کہوں کیا یک قلم رنگ اڑ گیا چہرہ سے بانی کا
 مر ہی زخم دل پر اس کو رہتی ہے نیک پاشی
 جہاں میں شور ہے جس شوخ کی شیریں زبانی کا

کروں کیوں کر کونہ ملنا ترک میل اب سارے عالم سے
 مجھے رہتا ہے اندیشہ کمی کی بدگمانی کا !!
 چمن میں ہم صفیروں کو سلام شوق کہہ دیجو
 صبا سے ہے یہی پیغام مرغ آسنیانی کا
 مجھے اس لعل نوشیں کا ہے بس اسے خضر یک بوسہ
 نہیں ہوں تشنہ لب میں چشمہ حیواں کے پانی کا
 گزرت شایوہ احسان سے مقدر تک ہر گز
 تر ہے گا یہی جاری نہال زندگانی کا !!
 مجھے اب بندگی سے کام ہے سرکار کی حباب
 کہ میں مرہون منت ہوں تمہاری ہر بانی کا
 خدا محفوظ ہی رکھے کسو کے چشم ازرق سے
 تحمل ہو سکے کس سے بلائے آسمانی کا عا
 کر دیکھ نجد کی وادی کی باتیں دوستو مجھ سے
 کہ دیوانہ ہوں میں مجنوں دیلی کی کہانی کا
 ترپنا کس کو کہتے ہیں سکتا بھی نہیں کوئی
 عجب اتلا ہے شمشیر کے اس کی روانی کا
 کرے ہے اک اشارہ میں دل عتاق دو ٹکڑے
 تری بار و کورنیاں ہے لقب شمشیر خوانی کا

د۔ ب۔ "تحمل ہو سکے کیسے بلائی آسمانے کا"

ع۔ الف۔ "کر دیکھ نجد کی وادی میں باتیں دوستو مجھ سے"

تجھے بھی یاد کچھ آتا ہے اے سرواں پیسے ہے
 وہ گل گشتِ گلستاں اور وہ عالم نوجوانی کا
 ایچ تانوں کی ہو قہ ہے جد اک پر یارو سے
 دما دم دور جاری ہے شرابِ ارغوانی کا
 لطیف ہے جگت ہے ضلع گونی شعر خوانی ہے
 صفائی دل سے یاروں میں مزرہ ہے ہمزبانی کا
 میرا دل ڈوب ہی جاتا ہے جسم یاد آتا ہے
 وہ ہرانا کنارِ بحرِ سروبوستانی کا ۱۱

[۲۱]

جو لختِ جگر دیدہ تر میں نہیں بھرتا
 اٹھ ساقیِ خورشید ہمیں سج ہوئی دیکھ
 جورات میری جان پہ یہاں گزری ہے کوئی
 کب نالہ گرم آہ نکلتا ہے جگر سے
 دانتوں کی صفا جب سے کہ دیکھی ہے تبار
 کس شکل سے خالی کرے دل اپنا پیار
 حیرت ہے مجھے لے بت خونریز کٹاک میں
 جس روز کہ دیکھے ہے (تجھے) شرم سے خورشید
 پیکان وہ کس طرح ہو دلچسپ کہ جسکا

ایمان یہ ہے فیض بہار اب کہ زرخ
 وہ کون گل ہے کہ سپر میں نہیں بھرتا

[۴۲]

عزیز زلف صبا کون چمن سے گزرا
نکبتِ گل سے مرا مغز ہوا رشکِ چمن
کہ ہر ایک سنبل پر پیرچ شکن سے گزرا
چمن ہو کر جو میں اس فغمہ دہن سے گزرا
باغبان میں ہوں سیرِ چمن سے گزرا
رات جب دل طرفِ چادرِ حق سے گزرا
ایک دن اپنے شہیدوں کے جورن سے گزرا
قافلہ باد کا جب دشتِ حق سے گزرا
بزمِ خواباں میں وہ گل اور پھل سے گزرا

[۴۳]

تجھ بن لے شمعِ دہ میں جو روزِ ناتھا روچکا !
اپنے بگر کے داغ جو دھونا تھا دھو چکا !
عاشق کی زیت، شل سمندر، سوزِ عشق
قسمت کا جس کسو کی جو ہونا تھا ہو چکا
پایان وہ مزاج کبھو برسرِ وفا !!
میں اپنے جان و دل کو جو کھونا تھا کھو چکا
گذری شبِ جوانی و پیری کی صبح ہوئی
غافل ملک اب تو جاگ جو سونا تھا سوچکا
ایمان ہو گئے گلِ معنی کے تخم کو !!
اے یارِ اکس زریں میں جو بونا تھا بوچکا

[۴۴]

موجزن تھا آب جس دم غنبر جلا د کا
 شور تھا چاروں طرف سے ہر چہ باد اباد کا
 باغیاں مشتاق کب ہو یگا ترے شمشاد کا
 میں تو بندہ ہوں کسی کی قامت آزاد کا
 آج گل رو کی خوابندی کی ہے پھر تہمت
 کیوں نہ رنگیں تر بندھے مضمون مبارک باد کا
 صاحب ہمت کو کیا درکار ہے خود روزہ
 ہاتھ میں شمشیر عریاں گوٹ ہے فولاد کا
 شعر تیرا عین عشرت جانے ہے اہل سخن
 فیض ہے ایمان تجھ پر حضرت استاد کا

[۴۵]

کس روز الہی وہ مرا یار ملے گا ؛
 جوں چاہیے ووں دل کی نکالوں گا ہونٹیاں
 اک عمر سے پھر تا ہوں یہ دل کو فعل میں
 مل جائے گا پھر آپ سے بے زخم جگر بھی
 یہ یاد رکھ اے کافر بدکیش قسم ہے
 ایمان نہ کہتا تھا میں تجھ سے یہ ہمیشہ

ایسا بھی کہی ہوگا کہ دلدار ملے گا
 جس دن وہ تجھے کیف میں سرشار ملے گا
 اس جس کا بھی کوئی خریدار ملے گا
 جس روز کہ مجھ سے وہ ستمگار ملے گا
 مجھ سانہ کوئی تجھ کو گرفتار ملے گا
 جو شونخ ملے گا سودل آزار ملے گا

[۴۶]

سلاسل کا قیدی بھی یکبار چھوٹا نہ اس زلف کا پر گر قنار چھوٹا
 ہوا روشِ آفتاب زمانہ ! جب آئینہ دل سے زنگار چھوٹا
 جنون تیری دولت تو اب تک مجھ سے نہ جنگل ہے چھوٹا نہ کھار چھوٹا
 تماشے کے قابل ہے نالہ ہمارا انداز اس طرح کب شر بار چھوٹا
 ہوا اب جو پیوند عاشق زمیں کا ازیت سے بارے بہ بیمار چھوٹا
 جنون کا زیر دست اتنا ہے پیچہ گریبان کا جس سے نہ ایک تار چھوٹا
 ایک ہی لبِ مرغ دل کو جنون نے کدھر سے یہ شہباز خوشخوار چھوٹا
 کیا ہم نے سب اس کی مرضی موافق پر اس کا چلنا نہ زہار چھوٹا
 ہوئی عیدِ ایمان سو بار لیکن
 نہ ادنیٰ بھی یاں کا گناہ گار چھوٹا

”رذیفہ“

[1]

پہ ہے مشہور جگ میں شاہِ خاوار آفتاب حسن عالمگیر کا تیری ہے چاکر آفتاب
 سے چہرہ کے تیرے انوار کا ہے مقبس شوق سے غیب تک کہتے ہے شکر آفتاب
 شہِ اقلیمِ خوبان ہر سحر تیکر حنفیہ بھر شرابِ نور سے لاتا ہے ساعر آفتاب
 (اسے) خطِ شمعائی نور افزا صد ہزار کب تیرے دستِ زریں کے ہو ہمسرا آفتاب

الف ”گور کے خطِ شمعائی نور افزا صد ہزار“
 ب ”گو کہ ہے خطِ شمعائی نور افزا صد ہزار“

بلکہ ہے تو نور بخش دو جہاں اسے بادشہ
 گر چہ ہے وہ نور افروز زمین و آسماں
 نامیہ ساہر سحر ہے تیرے در پر آفتاب
 پر تیرے آگے تو ہے ذرہ سے کمتر آفتاب
 یا نبی ایمان کو سایہ میں اپنے دو جگہ
 جب سوائیزہ پر آوے روز محشر آفتاب

[۲]

میرا دل بتاب کہاں ہووے گکایارب
 جی کو بھی کبھو میسر کہاں ہووے گکایارب
 قمر کی طرح میری بھی قمر یار ہے ککو کو
 کس باغ میں وہ سرو رواں ہووے گکایارب
 آئینہ نمط خانہ دل صاف کیا ہوں !
 آنا کبھو اسکا میسر یاں ہووے گکایارب
 ملت سے تمنائے یہی رو برو اس کے
 میرا بھی کسو روز بیاں ہووے گکایارب
 عاشق کے بھی دل کو ہو ملک آرام کی صورت
 خوش ہووے گا وہ آپ جہاں ہووے گکایارب
 جون تیر گزرتا ہے ہر ایک دم میں جگر سے
 کس غمزدہ کا شورِ فغاں ہووے گکایارب
 ایمان کی ہے عرض تیرے جلوہ کی حنا ط
 بہتر کوئی دل سے بھی مکان ہووے گکایارب

[۳]

گم ہے جانے کا میسر محرم نہ کر آخر شب
 ہے سوزِ لاف میں اس دل کا گزر آخر شب
 کہ مسافر کو ہے چلنے میں خطر آخر شب
 دُور کر جائے ہے اپنا تو ہنر آخر شب

ان کی وہ پہچان ہے کہاں گرد کو صبر
انے دیکھا تیری چوٹی بی پراسخ موبان
فلش میں کرے کیوں نہ حقن کیسہ نر
بلبل نے یہ فریاد چلا جب گل چیں
خردش میں گواہ ہے کہ ہر پیر فلک
بھوکہ نہیں اتنی کہن سالی پر
رائی کے تصور سے نہیں قمتا ہے
غیار ہے بخود وہ کہیں ملتا ہے
آہ سینہ میں نہیں رکھتی ہے ایمان کبھو
چلے آفاق میں جب بادِ سحر آخر شب

[۴]

سایوں کرنے ہو اغیار مصاحب
علق سے محبت اسے رہتی ہے شبِ روز
تیسرے چشم کی ہے نرگس شہلا
وہ ملک زلف سوا کس کی رسائی
لوے نہ بلبل کے تئیں گل سو بجا ہے
شہ کو صدا جام سے آمیزش دل ہے
ایمان نہ کر اس بات بدکیش کی حسرت
کافر کا نہ ہووے کوئی دیندار مصاحب

ب ”کہا آیا ہی شفق آج نظرِ آخر شب“ * یہ اشعار نسخہ الف میں نہیں ہیں
میں کلا

[۵]

کٹی فصل ہے نوجوانی کی اب
 یہاں دل سے دل مل گیا نامہ بر !
 نہیں اب تو ایمان عشاق سے
 کرین سرفراز معشوق میں
 نہ خسرو کی دہشت نہ حرمت کاپاس
 کہاں کا وہ فرہاد اور بے ستون
 ہوں کس لیے زندگانی کی اب
 نہیں بات باقی زبانی کی اب
 سنیں بات شیریں بیانی کی اب
 دکھاویں ہوس جانفشانی کی اب
 رہے دہن بندھے یار جانی کے اب
 یہ باتیں ہوتی ہیں کہانی کی اب
 لے آیا ہے ایک کوہن جوئے شیر
 کوئی نہر تو لاوے پانی کی اب

[۶]

بندش نہ ایک طرہ طرار کی عجب !!
 قامت عجب ہے طرز ہے رفتار کی عجب !
 نرگس کے جس کو دیکھ کے آنسو ٹپک پڑے
 صورت ہے ان دنوں تن کر بیمار کی عجب
 ہے عندلیب گرچہ خوش آواز باغ میں
 لیکن صدا ہے مرغ گرفتار کی عجب
 طوطی برنگ آئینہ حیراں ہے روبرو
 شیریں دہن کی طرز ہے گفتار کی عجب
 ثنابت نہ مثل بدر رہا کوئی باکمال !!
 گردش کئی دنوں سے ہے سیار کی عجب
 خاموش بھی نہ کہتے نہ روشن ہیں عکاس
 اس شمع رونے لات کو گفتار کی عجب
 پل مارتے ہوا ہے جہاں رشک گل زمین
 بارش ہے آج دہلے خواہ کدے

ہا شکبار شبنم و نالاں ہے عند لب !!
 تیکر بغیر شکل ہے گلزار کی عجب
 ملک پاس آ کے پیار کی آنکھوں سے دیکھ لے
 حالت ہے تجھ سے دور تکرار کی عجب
 فردوس میں اگر چہ ہیں آرام صد ہزار
 راحت ہے ایک سایہ دیوار کی عجب !!
 صحبت کے گرم ہوتے ہیں یہ سرد ہر باں
 تو نے تو آشنائی میسر یار کی عجب
 پروانہ آپ پل کے گرا پائے شمع پر
 دیکھی ہے معذرت یہ گنہ گار کی عجب
 لیوے کبھو نہ جان نہ بخشے کبھو گناہ
 کیا پوچھتے ہو خو ہے ستمگار کی عجب
 ظالم پہنچ شتاب و گرنہ تکر بغیر
 جانا نہیں ہے جان کا دوچار کی عجب
 ایمان ایک سے ہی بنا ہی نہ آج تک
 خلعت ہے آشنائی میں دندار کی عجب
 [۷]

تجھ سے صنم دل کی عبث رکھتے ہیں عشاق طلب
 ہم تو خدا کی قسم ہیں فقط اشفاق طلب
 شمس و قمر گرچہ ہیں یاں شام و سحر نور افزا
 تیسری ہی نت جلوہ گری کی رکھے آفاق طلب

اشک کا ہر قطرہ تو ہے مثل شرر گرم طیش
 جنبش مژگناں ہلکے سے اب ہم تو ہیں چقماق طلب
 نوکری کی ہم نے سدا ایک ہی بوسہ کے لئے
 آپ کی سرکار سے کیونکر ہوئے بیباک طلب
 فاقہ چلا سے انہیں آج افاقہ جو ہوا !!
 شیخ بھی اب نہ کریں قیمہ و قیماق طلب
 جو ہیں آزاد منش عرصہ ہستی میں وہ ہیں
 عالم قید سے ہیں عالم اطلاق طلب !!
 سبزہ خط جب کہ ہوا زہر مسکرتی میں منم
 بوسہ لب سے تیسرے کیوں نہ ہوں تریاق طلب
 دیتے ہم کو بھی کبھو بوسہ شیریں بخوشی
 طبع پر سرکار کے اب گو کہ ہے یہ ساق طلب
 اس کی ثنا پھر بھی کبھو ہووے نہ ایمان ادا
 برگ درختوں سے اگر کوئی ہوا اوراق طلب

[۸]

محمکوں اپنے عشق کی ہر دم شراب رب !!
 عشرت میں پھر تو لینا ہے آخر حساب سب
 کرتا ہوں چاک چاک گریبان برنگ گل
 غنچہ دہن وہ مجھ سے کرے ہے حجاب جب
 ایسا تو سرو قامت و گلگوں بدن ہے یار
 بوسے دہن سے نہت دبرگ رکاب لب

گر عزم ہو دے سیر کا اس شاہ حسن کو
حاضر ہوئے جلو میں نشان آفتاب تب
بوڑھا سمجھ کیود فلک کو نہ ہو سوار !
اور ماہ نو کے گھنے لگاوے رکاب کب
ایمان جب کہ بزم میں آیا وہ شمع رو
پروانہ ساں نثار ہوئے شیخ و شایب
تمہیں تو کام نہ تھا رات کچھ سوائے شراب
پینا ہوں خوں میں اپنا یہاں بجائے شراب
رقیب دیکھ کے جل جل کباب ہو جائے
تو اپنے ہاتھ سے جس دم مجھے پلائے شراب
نگاہیں بند تھیں میں ہے عجب کیفیت !
کہ افشرہ میں کوئی جس طرح ملائے شراب
وہ جام زہر ہلا ہل ہو سا قیاس مرگ
ہمارے نام پہ پہلے نہ گریہاے شراب
عیاں ہے اس پہ ہی ایمان جزو کل کا حال
پیا ہے جس نے کہ جام جہاں نمائے شراب

ردیف (پ)

خوشنما رخسار سے ہوتا ہے کمال کا ملاپ
تو ہم آغوش ہوتا ہی نہیں دل کھول کر
عشق میں ہم درد ہیں اسے باغیاں میں اور وہ
خون دل آتا ہے بھر کر چشم میں تیرے بغیر
بیکہ گریہ نہیں ہنس کے ملتے ہیں پری رو جیسے
ہم بجا ہیں اس کے ہووین آشنا جس کے ہزار
ماہ و ایمان ملتا ہے کعبہ دن عید کے

عارض گلشن ہو جیسے زلفِ سنبل کا ملاپ
اس قدر مجھ سے ہے کیوں تجھ کو تامل کا ملاپ
صلِ گل میں مجھ کو خوش آتا ہے بلبل کا ملاپ
بزم میں شیشے سے ہو جب ساغر کا ملاپ
خندہ بیک روی سے شور قفل کا ملاپ
باغیاں بلبل کو ہی منظور ہے گل کا ملاپ
پر مجھے بھاتا نہیں ایسا آفاق کا ملاپ

ردیف ت

[۱]

ہے پیار دن ہی میں کلفت جہاں یہاں الفت
 بنا ہے عمر تلک یار سو کہاں الفت
 کسو بھی دن مجھے چاہا نہ تو نے اے بے ہر
 ہزار حیف گئی میری رائیگاں الفت
 نکل ہی جلے ہے پھر خاک میں ملا اک روز
 رکھے ہے جسم سے ہر چند اب تو جان الفت
 یہ سب سلوک ہیں دل لینے کے سمجھتا انوں
 کرے ہے کون کسو سے اے ہسرباں الفت
 ادھر کو شمع جلی ہے ادھر کو پروانہ
 جہاں کے پیچ ہے ان دونوں کی عیاں الفت
 اسی کا نام ہے عالم میں مجمع البحرین
 بڑھے ہے دونوں طرف سے جوہر زماں الفت
 بدل عداوت جانے سے ہووے استخر کار
 غرض کے دیکھا ہوں ایمان ہے جہاں الفت
 [۲]

کسی کس طرح سے چلتی ہے باد بہار مست
 پہنچے ہے سے پرست کو تجھ چشم کے کہیں
 ساقی اگر دے اک سے ارغواں کا جام
 دامن تلک ہو چاک گریبان گل اگر !
 زاہد بھی دیکھ ہو گیا جوں بادہ خوار مست
 بلبل اگر ہوسا غزل سے ہزار مست
 ایسی غزل پڑھوں کہ ابھی سب ہوں یکار
 سنبل کی طرح جیب کریں تلتلہ مست

گل مست غنچہ مست ہے اور خار مست
 ہر ایک غنچہ لب ہے گویا ہزار مست
 قمری جدی ہے کو کو میں ایک خاکسار مست
 سکتے ہیں سب چمن پہ جو ہولالہ زار مست
 دیکھو جو آثار کو بھی اشکبار مست
 ابرسیاہ آوے ہے بے اختیار مست
 بیٹھے ہیں جربار کے اب داریار مست
 یعنی ہے عالم آب کا ہواک یار مست
 دیوار و در ہیں مست ہر اک برگ و بار مست

اب کے چمن میں آئی ہے وہ نوبہار مست
 بھرتی ہے یہ بھی لطمے اپنی لہر میں
 پی پی کی برٹھ میں ہے یہ پیپہانہ کے سج
 یا قوت کا ہے جام ہر اک گل کے ہاتھ میں
 نوازاں بات میں پڑتا ہے اب ابھل
 مطرب ترانہ سنج ہے موج ہوا کو دیکھ
 بنائے سرو سے جو دوبالا ہوئی ہے کین
 چشک زنی حباب کی ہوتی ہے دم بدل
 ایمان آج اور ہے کیفیت چمن !!

[۳]

پراپنی زبان سے نہ ہو اظہار محبت
 پروانہ نہ ہوئے جو خریدار محبت !!
 چسپتا ہے میسر پاؤں میں گزرا محبت
 جو کوئی ہو ادھر میں میخوار محبت !!
 ہے سبزہ خط مرہم انکار محبت !!
 ہوتا ہی نہیں مجھ سے تو انکار محبت
 مانندہ رگ سنگ ہے ترنا ر محبت
 بھولا ہے عجب رنگ سے گلزار محبت
 بہتر دم عیسیٰ سے ہے گفتار محبت
 مجھ سا تو نہ ہووے گا گرفتار محبت
 جو ہووے سمہو میں ہوں مرقدار محبت

چھتے نہیں ہر جیت کہ آثار محبت
 کب شمع کرے گوتی بازار محبت
 سر پر میں چڑھاتا ہوں اسے گل کی طرح
 جز خون رگ رگ سا غر دل بھرتے نہ دیکھا
 اب کیوں کر شفا پائے نہ زخم دل عاشق
 اقرار میرا ہے یہ تیکر جو رستم ہے
 ہر بت کے گلے بیچ تیرے عشق میں کافر
 لے لالہ رو سینہ کے مرے دیکھو ٹکڑا غ
 جاں بخشی بیمار کو تجھ چشم کی پیارے
 اس جو رد جفا پر بھی فدا ہوتا ہوں جی سے
 ایمان عداوت سے رقیوں کی نہیں خون

یہ بہار نوجوانی سمجھ اے صنم غنیمت
 رہے کچھ نہ کچھ علاقہ شب و روز دلہوں سے
 تجھے بے خدا وہ جو ہر جے کیسے قدر دانی
 نہیں بندگی بذرا تو جواب صاف دیجئے
 تجھے دیر تک بتوں کی جو نہیں کہور سائی
 نہیں اور اس جہاں میں کوئی لطف زندگی کا
 شب و روز طے ہوں کیونکر یہ بدوں مشغلے کے
 کروں اپنے گریہ کیا میں ہو کس طرح سے شکوہ
 توہم کہنے میں ایساں جو کچھ ہے تازہ مضمون
 جو خوشی کے ساتھ گزرے وہی جلا
 جو نہ ہوئے ہر بانی تو ہے پھر ستم
 کہ ہیں عاشقوں میں تیرے میری اجالہ
 میسر حال پر تمہارا لہجہ ہی کرم غیب
 تیرے حق میں شیخ کیونکر یہ نہ ہوجرم
 بخند اتوں کی صحبت نہ سمجھو کم فدا
 نہ ہو عیش کرمیر تو ہے تو ہے دستار
 تپ دل کی ٹانگ بھٹانے کو ہے چشم نہ
 لگے ہاتھ یہ کہاں سے تیرے یک قفا

ردیف ٹ

یوں سراپا رہوں یارب قد جانان سے پیٹ^(۱)
 عشق بیجاں رہے جیوں سر و گلستان سے پیٹ
 میری مشہد سے جو گزرے وہ کبھو حسرت دل
 گرد کی طرح چلی گوشہ دامان سے پیٹ
 یاد کر اپنی وہ پابندی آزادی ہم بہ
 موعے گل روز ہر ایک طفل دستان سے پیٹ
 داغ ہوتا ہوں سراپا میں ہر اک محفل میں
 جلتے پروانہ اگر شمع شبتان سے پیٹ
 بسکہ حیراں میری صورت کا ہوں اے آئینہ رو
 رہے جیوں در نجف اشک لہی ترنگاں سے پیٹ
 ایک دیوانے کو ایساں چمن میں دیکھسا
 بوٹے سے اس قلعہ کو پر سنبل وریجاں سے پیٹ

ایر دے یار بے طرح ہوا دل مساکل !
 دمیدم جاوے ہے اس خنجر پر ال سے لپٹ
 فائدہ کچھ نہیں جون شمع مجھے اب سرشک
 آتش عشق گئی اب تو میری جاں سے لپٹ
 یارب آغوش ہے اب تک جو کھلا مثل ہلال !
 رات کو سوتے تھے ہم کس مہ تاباں سے لپٹ
 روز روشن ہو میری چشم میں گویا شب تارا
 شانہ جاتا ہے جب اس کا گل پیچاں سے لپٹ

کھیرے باد صبا تو بدم سردی سی !!
 یارب آئی ہے کسی غنچہ دہن کی رخت
 لخت دل چشم سے یکبار نکلتے ہیں ہزار
 دیدہ دیدار کا اتنا ہے ندیدہ پیارے
 اے خوشا وقت کہ اک پل میں ملا نور بعمر
 گوش دلدار کے اس مگوہر غلطان سے لپٹ
 روئے جب صبح کو شبنم گل خنداں سے لپٹ
 ہار بن جاتے ہیں پھر تار گریباں سے لپٹ
 جاوے اس بیت کو پڑھ سر و خیاں سے لپٹ
 پیر کنگان جو رویا مہ کنگاں سے لپٹ

ردیف دشت

{ ۱ }

عاشق کے قتل کے لیے تدبیر ہے عبت عا
 وہ آپ جان نثار ہے تمشیر ہے عبت
 دل آپ مید ہو کے تڑپتا ہے پاؤں پر
 ایرد کمان اور مژہ تیر ہے عبت !!
 ایک شب بھی مجھ سے دست درازی نہ ہوئی کبھو
 غافل کسو کی طرف کی دیگر ہے عبت !

عاشق کے قتل کے لیے تدبیر ہے عبت

غیرت اگر ہے عشق کی تجھ کو اے کوہ کن کنی ۱۱
 شیریں کی پھر تو کھینچنا تصور ہے عبث
 آیا نہ ایک روز بھی وہ سنگدل ادھر
 آہ سحر یہ سب تیری تاثیر ہے عبث
 دیوانہ تیرے رشتہ الفت میں قید ہے
 یہ حلقہ حلقہ زلف کی زنجیر ہے عبث
 احرام قبلہ رو کا جو باندھا تو میل نکل
 ایمان کا رخسار میں تاثیر ہے عبث

[۲]

نہیں ہے گلی گڑھ بلبل ہزار کی میراث
 یہ حسن ہے میگر ہی یار کی میراث
 یہ چار دن ہے تصرف فزاں کا گلشن میں
 زمینِ باغ ہے آخر پیر کی میراث
 تو پھول پھول عبث جیتھتی ہے اے بلبل
 کہ کٹا خد تو ہے برگ و بار کی میراث
 جسے تو کوچہ میں گڑبڑ کے جائے لے رہا
 ہے نقش پا کی طرح حنا کار کی میراث
 جہاں میں علم ہے رمانِ دولتِ عظمیٰ
 کہ ابنیا ہیں یہاں رہنما کی میراث

بھڑے بن اور کب وخت کے سال کا ہوا وارث
 کہ میں ہی بعد بچوں کے پیان کا ہوا وارث
 وہاں شانہ تو اس رات پریشان کا ہوا وارث
 یہاں دست بخون چاک گریباں کا ہوا وارث
 نہ پوچھو انقلاب دہر کی سفلہ نوازی کو
 کہ چندے دیو بھی ملک سلیمان کا ہوا وارث
 گویا ہی دیدہ دانتہ دیتا ہے صفیں اکثر
 یہ طفل اشک جیسے فوج مرگیاں کا ہوا وارث
 زانچا کوئی گویا کہ ہفت اقلیم کی شاہی
 عزیز مصر جس دن ماہ کنعاں کا ہوا وارث
 کہتاں ہیں شور شیں تیری پہنچ اسے افسردہ دل
 یہاں زخم جگر کا اب تو ہر ٹانگا ہوا وارث
 جو تھے زہرہ ہیں جادو نگہ سب ہو گئے باطل
 کہ تہہ جب سے اسکی چشم کٹاں کا ہوا وارث
 بجا ہے بندہ شلوار اس پیری کی ناف پر نازاں
 کہ اکثر اڑ چھا ہی گئے یہناں کا ہوا وارث
 ہزاروں حسرتیں دن رات ناحق قتل ہوتی ہیں
 دیار دل کا اپنے جب سے وہ بالکا ہوا وارث
 چراغ افسوس لاتا ہے کوئی کب خاک پر اپنی
 کہ دہخ دل یہاں گور غریباں کا ہوا وارث

سخن کرسی نشیں کیوں کر نہ ہو ایمان کا یار د
کہ یہ بھی رفتہ رفتہ اب تو دیواں کا ہو ادارت

ردیف ج

[۱]

نیمہ تیرا تگمہ دار ایسا ہے جہاں تن سے آج
کوئی خوبی لے گیا یوسف کے پیرا ہن سے آج
سنبل ترکس نے کھولا باغ میں جا اے صبا
بے مشک آتی ہے بھگو نکھت گلشن سے آج
قطع ہوئی ہے تیسرے قیامت پر قبائے دہری
ہاتھ اٹھانے کا نہیں پیارے تیرے دامن سے آج
قیامت دلدار نے برپا قیامت کر دیا عرا
سرور رعنا کیوں نہ پیدا ہوں میرے دن سے آج
بدشمر مژگن کی شدت نے کیا اپنے پہ اوج
جو طوف ہفت آسمان پھینکتے ہیں ہر روزن سے آج
حسانہ تاریک کو ایمان کے نور بشید رو
رستگرمشرفی کر تو اپنے چہرہ روشن سے آج

[۲]

یار کے ابرو کی اے دل کیوں نہ ہو تصویر کج
جو ہر برش ہے اس میں جو بھی تصویر کج

کوئی ہمان نے نہیں گردوں میں پایا راستی
 کچھ بنا ہی سے پڑی اس گھر کی ہے تعمیر کج
 لاگتے ہیں صاف یہ برگشتہ مژگان ہی عجب
 کام کا کیا اے کمان ابرو جو ہووے تیسرے کج
 خضر طولِ عمر سے کیا فائدہ ہے جوں ہلال
 غایت زیرِ فلک ہوتی ہے پشتِ پیر کج
 جا پڑا چاہِ ذوق میں عزمِ کز لہوؤں کا دل
 عشق کے جنگل میں پڑتی ہے رہ شبِ گیر کج
 شور موجِ بحر سے اکثر شنوار ہوئیں عنبرِ ق
 راستی اس میں کہاں ہے جس کی ہو تقریر کج
 کچھ سخن میں سقم یوں آیمان کے اب ہو تو ہو
 جوں بیاموں میں کریں استدعا کو تحریر کج

{ ۳ }

مختب کے ہاتھ سے جاتی ہے میخانے کی لاج
 تیری ہی آنکھوں نے رکھ لی آج سپانے کی لاج
 بدرِ بانی ہم نے سکھائی تھے اے غنچہ لب
 کب ہمیں آتی ہے تیری گالیاں کھانے کی لاج
 دیکھ کر سوتر جگر میرا نہ پگھلا دل تیسرا
 شمع کو کب ہووے پروانے کے جل جانے کی لاج

بائی کھائی تو کبھو مجھ سے ملا کر گاہ گاہ !!
 ہے تجھے ہر چند میسر گھر میں چل آئیگی لاج
 لطف کیا رکھتا ہے ساقی دور ساغر دمیہم
 کچھ بھی آتی ہے تجھے مجلس کے چل جانیکلی لاج
 تاکہ شبنم ہی اڑامت دے ہو اے گلستان
 کچھ تو رکھ اے عندلیب اس آب اور دانے کی لاج
 گھر میسر آیا ہے چل کر چلے سو کہہ لے وہ اب
 ہے مجھے ایمان اس تشریف فرمانے کی لاج
 [۴]

دیکھ تیسرے عہد میں ہر د محبت کا رواج
 اٹھ گیا اے بیوفا عالم سے الفت کا رواج
 جس طرف دیکھو تو ہے جو روحنا عاشق پر
 ملک خوبیاں میں نہیں لے دل مروت کا رواج
 گل کو بلیل سے لگا دیں شمع کو پروانہ سے
 تیسری مجلس میں تو ہے بے طرح تہمت کا رواج
 خوب ہنسنے میں نکل آتے ہیں آنسو یار ہا
 یہاں تو ہے سامان عشرت بیچ حسرت کا رواج
 آشنا گل کے ہزاروں دیکھتا ہے عندلیب
 کب ہے مشرب بیچ بلبلوں کی غیرت کا رواج؟
 فتنہ عالم ہے ازلیں حسن تیسرا اے نگار
 کیوں نہ ہو خلقت میں چاروں سمت وحشت کا رواج

جشن ہے نور روز کا ایمان جوں گل شاد ہو
دیکھ لے ہر بزم میں ہے عیش و عشرت کا رواج
[۵]

کون جز چشمِ حباب اب جانے ہے تحریر موج
غیر دریا کوئی سمجھے ہے کہاں تقریر موج
حسن اس چینِ رحیم کا دیکھ مانی نے کہا
چشمہ خورشید پر کھینچے ہے یہ تصویر موج
پائمالی سے پیری مت خوف کراے خوش خرام
کب خس و خاشاک ہو سکتا ہے دامن گیر موج
کٹ گیا ہر ایک ماہی کا گلا بسل کی طرح
بسکہ دریا میں چلی ہے راتِ دینِ شمشیر موج
تشنہ لب کیجئے حفاظت ملکِ دل بیتاب کی
دام اندازی میں بری طرح ماہی گسیر موج
کیونکہ ہر غرقاب کے زنداں سے جاں بروہ جسے
طوق گر ڈالے گلے میں پادوں میں زنجیر موج
بحرِ طوفاں جوشِ قدرت جبکہ ہو آشوبِ خیز
نا خدا سے ہونہیں سکتی ہے پھر تدبیر موج
بسکہ بے پروا خرابی ہے محیطِ ناز ؟ !!
غرق ہونے میں ہمیں کشتی کی کچھ توقیر موج
گوہرِ معنی سے ہے ایمان از بس آشنا
خوب بحرِ شعر میں اس سے ہوئی تسخیر موج

سخت یاروں میں متارے ہاتھ سے ہوں لا علاج
 کیوں ستاتے ہو مجھے کیسی دوا کس کا علاج
 قیس کی وابستہ ہے حاکم کی لیلیٰ سے ہے زیست
 سود پھاں حاصل نہیں کرتا ہے جز سودا علاج
 کوئی جاتی ہے مسیحا تجھ سے یہ دل کی طیش
 ہو اسی یا قوئی لب سے مگر سیرا علاج
 مجھکو ان بیمار آنکھوں میں شفا ممکن؟ نہیں
 اے طبیب اٹھ میسر بالیں سے پرے سر کا علاج

تب تو میں نے صاف یہ خد مستیں اسکی عرض کی
 کیا کروں مجھ سے نہیں زہنہار ہو سکتا علاج
 تیر ہی لب سے تمہارے جب نہ ہوں میں کامیاب
 آپ ہی فرمائیے پھر درد دل کا کیا علاج
 میں تپا حیراں سے مثل شمع پہنچا جاں بلب
 آفریں صد آفریں تم نے کیا اچھا علاج

ایک دن اس تنوخ نے ایمان تجھ سے کیا کہوں
 درد دل کے ہاتھ سے دیکھا جو مجھکو لا علاج
 چشم تر کچھ ہو گئے چھاتی سے لگایا اور کہا
 مجھکو ... کرنے کرتا رہے اپنا علاج

ردیف بیچ

[۱]

اے آہ گو کہ ہے تجھے افلاک تک پہنچ
اپنے غبار کو تو صبا ہونہ زینہار ۱۱
دل پا مال خاک پہ ہوتا ہے تو عبث
ریشیوں کی جائے اپنی رگ جاں بدل کریں
تار نگاہ چشم بتاں کی تجھے قسم ۱۱
شب تیک انتظار میں پیارے ہر ایک دم
مجھ ہاتھوں سے گر گئی بازار حسن ہے
دیوانگی کو خانہ زنجیر سے ہے تنگ

لیکن اس آستان کی نہیں خاک تک پہنچ
اس گرم رو کی تو سن چالاک تک پہنچ
اے صید ناتواں سرفتر اک تک پہنچ
ہو دست میکشاں کو اگر تاک تک پہنچ
اے سوزن مرثہ دل صد چاک تک پہنچ
جاں پھر گئی ہے دیدہ مناک تک پہنچ
آتش بلند جس سے ہو خاشاک تک پہنچ
اے خون گرفتہ قاتل بے باک تک پہنچ

ایمان دل کو جسم میں قدرت ہے ہیشمار
خرمن بنے ہے دانہ ہیشاں خاک تک پہنچ

[۲]

یہ حسنِ عارض جانالہی ہے عرق کے بیچ
دھرے ہیں گوہر غلطاں گویا طبع کے بیچ
حسن کو شوخ کے ناخن پہ دیکھ پا بہ رکاب
ہلال نعل در آتش ہوا شفق کے بیچ
نہ راہ بزم میں دے لیا لہوس کو اب زہنہار
خلل نہ آوے کہیں جشن کے نسق کے بیچ
میں نام نہر سے جوں بیدِ برگ لرزاں ہوں
مندانہ دالے یہ محلے لق و ق کے بیچ

نہ آوے اب کوئی عاشق تلک زراہ کرم
مگو یہ رسم تھی خوبانِ رام سبق کے پیچ
بن عقیب اسے بار بار ہر بار ب ۱۱
کمرے پہنچے نین زرقی ہو کسو کے حق کے پیچ
دوسیر غور سے ایمان کر گنگتان کا
عجب ہی مٹی رنگیں ہے ہر زرقی کے پیچ

روایف ح (۱)

اے شعلہ خور از غیثِ رودی طریح
پیش کو حکم جو تو نکالے تیرا دماغ
غیر از زبانِ نظر نہ پڑے سود کی طرح
لعلی ہو پاکہ اشکِ خوں آلود کی طرح
آوے نظر نہ منترِ مقصود کی طرح
کھوے گلزارِ نغمہ داود کی طرح ۱۱

آیمان میں نے احمد بے ہم کے سوا
پایا کسو بشر میں نہ معبود کی طرح

(۲)

اس بے وفا پہ جان کا دینا ہے کیا صلاح
دیتا رہا میں دل کو یہی بار بار صلاح
مطلق ہی اختیار سے جاتا رہا ہے دل
ناصح یہ سخت چین ہے اب کچھ بتانا صلاح
بائیں کس اتحاد کی پہلے صیں مجھ سے یار
میں جانتا نہ تھا کہ یہ ہوگی دینا صلاح

ہاتھ آبرو سے دھوؤں کہ باز آؤں عشق سے
اب تو ہی کچھ بتا مجھ اے بے وفا صلاح
کچھ کو جاؤں یا کہ کروں میں طوافِ دل
ایمان کہہ خدا کے لیے اب ہے کیا صلاح
[۳]

تجھ سے اے خورشیدِ روزِ بیکِ شرماتی ہے صبح
دیکھتے ہی منہ تیرا اک دم میں چھپ جاتی ہے صبح
خونِ دل پینے کا شکوہ کیوں نہ ظاہر ہو فلک
منہ کو غنچوں کے صبا کے ہاتھ کھلواتی ہے صبح
ای شبِ فرقت کی میں یارِ درازی کیا کہوں
سامنے میسرِ قیامت تک نہیں آتی ہے صبح
لالہ رو تجھ عشق میں ہر ایک دن سینہ کا داغ
پھاڑ کر اپنا گریباں جگ کو دکھلاتی ہے صبح
گر نہیں ایمان اس کو دل نگاہوں کی تلاش
مرہم کا فور کس کے واسطے لاتی ہے صبح

[۴]

چہرہ نور سے اٹھے ہے جوں نقابِ شامِ صبح
وعدہ دیدار تو فرما سوا ممکن نہیں
یہ شبِ بچاں بدل یارب ہو روزِ مل سے
شیخ کی مانند تیری بزم میں خورشیدِ رو
دور ہو یوں اس پری کا حجابِ شامِ صبح
نکلے ہے ڈوبا ہوا اچھا آفتابِ شامِ صبح
ہے زمانے میں ہمیشہ انقلابِ شامِ صبح
پھر نظر آتے نہیں ہیں باریابِ شامِ صبح

جب کیا غزم سفر تب خاطر احباب سے
غور کیجئے ماہ نو کے معنی باریک کو
صف بہ صف بحرے کو آئے ہیں جوانِ روم و ترک
انقلاب دہر کے ہاتھوں سے اپنے بارہا !!
شمع کا بھی پھر نظر آیا نہ وہ سوز و گداز !!
پھر کہا ناچار اکثر یا ترابِ شام صبح
کب نظر آئی ہے یہ مسطر کتابِ شام صبح
نکلے ہے جب وہ شہ عالیجہابِ شام صبح
بزم کی ہر گز نہ دیکھی آبِ دُنا ب شام صبح
اور نہ پروانہ کا دیکھا اضطرابِ شام صبح

خوشنما شب ہے کوئی ایسا حسن ہوشاں
یہاں غلط ہوتا ہے اکثر انتخابِ شام صبح
ردیف (۱)

از بسکہ ہے نظارہ گل پیر من میں شاخ
کیا پھول پھول جھوم رہی ہے چمن میں شاخ
ہم ٹاک چھوئیں تو کھاتے ہے بل اور صبح و شام
شانہ نکالے زلف کی ہر ایک شکن میں شاخ
دیکھے جو اس کے ابروئے مشکیں کو چشم تر
ڈوب جائے وہیں فراقِ غزالِ ختن میں شاخ
یوں ماہِ نو بھی ردِ بد اس کے زلزل ہے
پھوٹے کوئی جیسے کہ بامِ کہن میں شاخ
باد بہار چلنے میں کیا باغِ باغ ہے !!
جو رخساراں سے بسکہ تھی رنج و محن میں شاخ
پھونکی صبا نے آن کے کیا گل کے کان میں
پھولوں نہیں سہماتی ہے جو پیرہن میں شاخ
سمجھے ہے اپنی جلّے کہ ہوں شاخِ زعفران
چھوٹی ہے تانہ اب جو درخت کہن میں شاخ

زہنہار اس کے روبرو ہووے نہ کھمکتاں
 نکلی نہ ایسی کوئی نہال سمن میں شاخ
 کیوں بے کلی سے لرزے ہے اے غنڈیبا زار
 رکھے جوتپ نہ عشق کی اپنے بدن میں شاخ
 کیا ہی طرح یہ ڈالی ہے اردی بہشت نے
 ہے گل فردش شمع کی بھی انجمن میں شاخ
 ایمان سوچمن سے ہے رنگیں مشاعرہ ۱۱
 وہاں ایک تازہ نکلے ہے ہر اک سخن میں شاخ

{ ۲ }

ہجر دیدوں کے نہو، صرف جگر میں سوراخ
 ابر کی طرح سے ہیں دیدہ تر میں سوراخ
 جب سے کرتے ہیں مژدہ آہ جگر میں سوراخ
 ایسے کب کرتے ہیں فولاد کے بر میں سوراخ
 سفلہ پرور تو ہے یہ چرخ سیہ رو اتنا
 رشتہ کے واسطے کرتا ہے یہ گھر میں سوراخ
 کیا ہوا گھر سے جو باہر دہ نکلتا ہی نہیں
 اس کے دروازے کے ہیں اپنی نظر میں سوراخ
 نیش زن جو کہ ہو زینور کے مانند اس کے
 تیر آفاق کرے سینکڑوں گھر میں سوراخ
 گل بے خار کسے دے ہے زمانہ کہ یہاں
 پھول کے واسطے ہوتے ہیں سپر میں سوراخ

ناوک آہ سے ایان کے ڈر آئے ظالم
بہی کرتا ہے دل شمس و قمر میں سوراج

ردیف (۱)

ناصح سے ہو وہاں کیونکہ گریباں کا پیوند
تصویر میں لیلیٰ سے جو ہمدوش ہے بچوں
یکسوئی مجھے کیوں نہ ہو گل پیسہ ہوں سے
آداب سے آدم کے مرتع پہ نظر کر
ہیونہ نہ پھٹے کیوں کہ بھلا دیکھ کے حس دم
بلکہ نہ کبھو چادر ہتھاب یہ دیکھا
الفت کا یہی پھل ہے تسکون نہیں تازہ
لے حور سے اب تازہ پری خلق میں تجھ بن

ہو چاک گریباں جہاں دامان کا پیوند
بھلا بیہ ہوا سر و گلستان کا پیوند
سر رشتہ الفت ہے میری جان کا پیوند
یہاں فقر ہوا خلعت سلطان کا پیوند
ہو پارہ دل دامن مرثگان کا پیوند
ہر چند کلف ہے مہ تابان کا پیوند
دل کیوں نہ ہو اس سیب زرخندان کا پیوند
ملاقات کب اس پیروں کا مان کا پیوند

ایان کے اشعار سب ازبکہ ہیں رنگین
گلبرگ سے ہو کاغذ دیوان کا پیوند

[۲]

ہر ایک دم ہے مجھے اپنے دلربا کی یاد
کہ جس طرح سے ہو بیمار کو شفا کی یاد
کہو تو کیونکہ نہ محزون کہے انا لیلیٰ
کرے ہے آپ سے بیگانہ آشنا کی یاد
جو مست چشم ہے وہ اشک و آہ کیا بولے
شراب خوار کو ہو اور ہوا کی یاد
مجھے ہے شاہ و ساقی سے اب فراموشی
اگرچہ دستہ زکرت کو بارہا کی یاد

عارف و ریفخ کی ایک منزلِ ضمیر میں شامل ہے۔

نہ چاہے آپ کو جو کوئی ذکر کیا اس کا
 عبث ہے اتنی بھی دلدارِ یوفا کی یاد !
 خدا ہی دام سے زلفوں کے اب رہائی دے
 ہر ایک شب ہے مجھے آہ کس بلا کی یاد
 بساں شست مسکروں میں بھی تو اے ماہی
 کھٹک رہی ہے وہ ابروے کج ادا کی یاد
 بتوں کے عشق میں کیا ہاتھ آئے گا پتھر
 خدا کے واسطے ایمان کو خدا کی یاد
 [۳]

نہ آوے بریں مسکرا گلزار سے ہے بعید
 پیمں میں جلوہ نہ دے یہ بہار سے ہے بعید
 فلک کے ہاتھ سے دریا میں غرق ہوتا دیکھ
 کرے کنارہ اگر بار بار سے ہے بعید
 نہ آوے عید کو بھی مسکرا پاس تو ملنے
 میاں یہ بات تو قول و قرار سے ہے بعید
 بھٹا و جور تو ہے رسمِ دلبران لیکن
 خلاف وعدہ تکرار اعتبار سے ہے بعید
 گئی ہے قیس کے ملنے کو بارہا سیلی
 نہ لادے پاس تجھے انتظار سے ہے بعید
 صنم کے چشم کو بہار دیکھ کر ہر دم !!
 نہ ہو مے صدقے اگر جاں نثار سے ہے بعید

ہوا اپنے دوست کی ایمان رنج و سختی میں
خبر نہ لیوے کبھو دوستدار سے ہے بعید

غم نہ کھاز نہا رتو ہونے سے اپنے موسفید
شکر کر ناداں کیا اللہ نے اب روسفید
خون دل چھوٹ نکلے ہے کیا آنکھ سے آنسو سفید
اس پر بھی میری طرف سے ہے تیرا موسفید
بسکہ دکھلایا ہے مرگِ قیس نے روزِ سیاہ

روتے روتے ہو گئے ہیں دیدہ آہوسفید
کہکشاں پر خندہ دندان تما کر تہا ہے چرخ
دیکھ اس کی مانگ میں گوند ہی ہوئی لولوسفید
لولی دنیا نظر میں اس پہ بھی ہے خوشنما
شل ماہ نو ہے اس کی گرچہ ہر ابروسفید
ترک کر صحبت جوانوں کی کہے ہے پیر عقل
ہے سیہ کاری عبت جس دم ہوئے گیسو سفید
غش سے ہو جاتے ہیں سب رنگیں قبا یاں چمن
پہنتا ہے جس گھڑی پوشاک پیارے توسفید
آہ کس گلچیں نے دی ہے دل کو بلبل کے شکست
غیر خون بہتا نہیں گلشن میں آب جو سفید
جب سے وہ غارت گر ایمان آیا بزم میں
گل رخوں کے ہو گئے ہیں رنگ ہر یک سوسفید

ردیف ڈ (۱)

خط آنے سے گیا نہیں رخسار کا گھمنڈ
 ہووے زیادہ سبز سے گلزار کا گھمنڈ
 رکھتا ہے یار ابوے خمدار کا گھمنڈ
 ہووے سیاہی زادے کو تلوار کا گھمنڈ
 مشہد یہ میری آن کے دامن کشاں چلا
 اللہ رے ستمگر خرخوار کا گھمنڈ
 کیا کشتی ہے غنچہ و گل کو بہار میں
 اے عنذلیب آج ہے زردار کا گھمنڈ
 تو بھی ملک اک چل کے دکھانے غلام ناز
 بل پہ صنم کے طرہ دستار کا گھمنڈ
 گلستہ فرق عرش کا سمجھے ہے آپ کو
 پدا نساں نثار ہوں میں پر وہ شمع رو
 تیسکر لبوں کے پلٹے ہی وال اڑ گئے اس
 سرمہ ہو جل کے برق تجبلی سے کوہ سار
 جوں جوں میں اپنی جان کو کرتا ہوں اب نشا
 وحشت نے میری وادی مجنوں میں سر بسر
 ویاں گرجہ اب وہ کہاں نو بہار حسن
 پر مجھ سے اب تلک ہے وہی یار کا گھمنڈ

ردیف ڈ (۲)

زبان خلق پہ ہر چہ ہے بات لذیذ
 شکر لبوں کی مسک فہم میں ہے بات لذیذ
 ہمیں تو پشتہ و بادام و سیب ہے مرغوب
 کہ باغ حسن کے ہیں یہ میوہ جات لذیذ
 یہ بات اپنے تو نزدیک نقل مجلس ہے
 کہ ہے سرش لب شیریں سے لوزیات لذیذ

شکر شکن ہے گویا طوطی ہزار زیاں؟
عجب ہی عاشق بیدل کے ہیں نکات لذیذ
حلاوت اور بھی ایمان کوئی ہے ایسی
جہاں کے پیچ میں ہے جس قدر حیات لذیذ

[۲]

صبا کے ہاتھ میں بھیجا ہوں یار کو کاغذ
کہ برگ گل پہ لکھا فو بہار کو کاغذ
سوائے برقی نہ ہوا اور نامہ بر سیرا
اگر لکھوں میں دل بے قرار کو کاغذ
جگر کے خون سے اب صفحہ حسائی پر
کیا ہے میں نے رقم گلزار کو کاغذ
سوائے بندگی و عاجزی قلم کر ہاتھ
لکھا ہوں اپنے اگر افتخار کو کاغذ
خدا کے واسطے پیارے کیا کر اب تحریر
کبھو کبھو کوئی امیدوار کو کاغذ !!
جہاں کے پیچ ہے ایمان کی قسم یہ رسم
کہ دوستدار لکھے دوستدار کو کاغذ

ردیف (۱)

تیسرے گلشن خوبی ہوا ہے تازہ اے دلبر
تیسرے گلشن محنت ہوا ہے شعلہ زن اکثر
تیسرے تو حسن کا شہرہ جہاں میں ہے ہر سو
ہوا ہے سب پر یہ روشن تیسرا رخ سہ نور

کبھو تو آن کے صورت دکھا مجھکو کہ ہے حسرت
 تکر ہی ملنے کی خاطر رہے ہے دل مرا مضطر
 کوئی ہو گیا ہے خوشبر و بہار ناز کہ حبادو
 نہ ہووے اے میان ہر گز تکر وہ حسنِ مجسم
 کیا ہوں دل تکر قربان کہے تو جان بھی دوں
 نہیں ہے مجھکو اے گھر و تکر سے اب کوئی بہتر
 کبھو تو آن کے بارے گلے سے یلو اے پیارے
 مجھے تو ہجر کا دن اب ہوا ہے ہر محشر
 تکر تو شر کے ایمان سننے سے کیوں نہ ہو حیران
 جیسے کہ دعویٰ اوزان ہوا ہے جس کے اندر

[۲]

از بس ہے جوں نسیم مجھے جستجوئے یار !
 ہر گل کے بیج دھونڈتا پھر تا ہوں بوئے یار
 شب بخودی گئی تھی مجھے لے کے سوئے یار
 میرا یہ سر تھا اور درو دیوار کوئے یار
 جسرات کہاں کہ عرض کروں آرزوئے دل
 حیرت زدہ ہوں آئینہ ساں روبروئے یار
 اے شانہ اسکی زلف کو آہستہ کھو لیو !
 وابستہ تار جان سے ہے ہر تار موئے یار
 اور دلی کے ساتھ لطف و عنایات ہے بدم
 اب تک ہے ایک مجھ سے وہی گفتگوئے یار

جو دستم یہ مجھ پہ شب و روز تاکب
یارب ملک ایک بدلے کس طرح خوئے یار
آئینہ پاش پاش کردوں دل کے میں بدل
ہوئے اگر نہ بیچ میں ایمان روئے یار

[۳]

اے مرغ دل اب صبح ہوئی شام قفس پر
جوں غنچہ دل بلب نالائ ہو شکستہ
یاں کسکو تلاش آب کی یا دانہ کی خواہش
فریاد ہے یہ مرغ گرفتار کی اے گلشن
کیا لبیل نالائ کو ہے ایمان سر و کار
زینت کا ہوا گو کہ سرانجام قفس پر

[۴]

سمجھے ہے کب منادیں اسی کو ہزار چار
شانہ ہے آئینہ ہے، تمسی اور تو تیا
ہراک سترہ کی نوک پہ میرے یہ لخت دل
مہر و قمار و طاقت و دل لے گئی نگاہ !
مجھ سے ہی جب تلک کہ نہ ہو دین شاعر
خلوت میں اس کی پاتے ہیں ہر دن
جب ہوئیں چشم چار تو بٹ جاویں چار چار
کرتی ہیں ایک تیر میں آنکھیں تنہا چار
ایمان اپنے مصحف دل کا یہ رنگ ہے
لالہ کی طرح ہیں جودق داغدار چار

[۵]

کو دک اشک نہ ہو جو ہے گھر سے باہر
 مرد مک سادہ رکھے پاؤں نہ در سے باہر
 ضعف سے اشک نہ ہو دیدہ تر سے باہر
 کبھو نکلے ہے تو کس خون جگر سے باہر
 داغ دامن پہ نہ آنے دے ذرا جون خورشید
 گر چہ رہتا ہے وہ تاسام سحر سے باہر
 ناتواں کو بھی رسائی ہے کہاں تک دیکھ
 رشتہ نے سر کو نکالا ہے گھر سے باہر
 سرد قامت سے ہی امید بر آوے یدب
 نکلے جس دن کہ ثمر شاخ شجر سے باہر
 ناصحا عشق سے زلفوں کے نہ کر منع مجھے
 یہ نہیں ہونے کا سودا میکسر سے باہر
 تیغ بیدار فلک اس پہ چلے مثل کشف
 جس نے یہاں سر کو نکالا ہے سر سے باہر
 حسن ایمان ترقی پہ ہے اس کا جون ہر
 ہر سحر نکلے ہے وہ رنگ دگر سے باہر

[۶]

پھر تاتھا سلیمان اگر رشاد ہوا پر !
 افسونِ محبت سے میں شیشہ میں اتاروں
 سر کھینچے ہے میرا بھی وہ شمشاد ہوا پر
 پرواز کرے گو کہ پریزاد ہوا پر
 رکھتا ہے نظر جیسے کہ صیاد ہوا پر
 مت پھینکو تیشہ کو اسے فرما د ہوا پر
 آفت یہ تب کمر پہ ہی لاوے گا قسم ہے

پیارا تکر دل میں کبھو جائے اثر نے جاتی ہے چلی آہ یہ فساد ہو اپر
 بیتاب ہو تجھ یاد میں ہر دم دل سوزاں اڑ جائے شد کی طرح آزاد ہو اپر
 آنسو تو نکل آئے ہیں ملک آہ کے بھرتے جس طرح سے شبنم کی ہو ایجاد ہو اپر
 رہتا ہے گرفتار وہیں دام میں ناگاہ جس مرغ نے دانے کو کیا یاد ہو اپر

ایمان دار باد بہاری پہ نظر کرو

گو یا کہ ہے نقاشی بہزاد ہو اپر

[۷]

ملک تو ادھر بھی نگاہ ساقی گلگون لعل آیا ہے ساقی امنڈ زور ہے ابر بہار
 نہایت اب وہ شرب کہتے جسے آفتاب کونسا تیرا گناہ ہم نے کیا اے نگار
 نے جو ہندی کے ساتھ دل کو کیا پامال دل کو تو تیرے بغیر آدے ہے کیونکر قرار
 جیسیم بہار کجگو ہرگز نہ دبر ! دیکھوں نہ اے غنڈ لیب ہو دیں جو گلہ ہزار
 جیسے میرا حیب ہو مجھے وہ ہی نصیب چہرہ ہے وہ رشک حور ہے مجھے بدن و بہار
 مہر ہے میرا قصور ہے جو گلشن کا شوق دیکھو ایمان آہ بسکہ ہے وہ رشک

کرتے ہیں اس پلہ کا اہل چین انتظار

[۸]

گلابی لے کے اے ساقی شرب ارغوانی بھر پیالے میں دم صبح آفتاب ارغوانی بھر
 غبار خاطر نازک ہے سرمہ ہم نے دیکھا ہے نہ آنسو سے تو حیشتم نم خواب ارغوانی بھر
 تیرا در پردہ ہنسنا بھی گل حنا سے کیا کم ہے انیس پھولوں سے دامان نقاب ارغوانی بھر

نہیں اک ساغر گل ہی میں گلوں پہ تیری خاطر
 سحر خورشید بھی لاتا ہے قلب ارغوانی بھر
 غبار کو بلا کر زندگی میں چشم کا سرمہ
 یہی اپنے کفن میں بھی تراب ارغوانی بھر
 شرف پاتلہ ہے اس خورشید رو سے حسن نوروزی
 خموں میں سابقا صہبائے ناب ارغوانی بھر
 زبس نوروز اب آیا ہے رنگ ارغوانی بھر
 جواہر کشتیوں میں بھی خوش آب ارغوانی بھر
 عرق افشاں بہا ر آتی ہے اب تہ سیر کو اس کی
 پھر ایک غنچہ کے شیشے میں لعاب ارغوانی بھر
 طبق بھر بھر کے رنگیں تھنوں سے رکھو شتابی سے
 ادھر بچکاریوں میں بھی شہاب ارغوانی بھر
 لباس جامہ زیبوں پر چھڑکنے کے لئے اب کی
 جہ اشیشوں میں رنگ انتخاب ارغوانی بھر
 کہ دے سردی میں بھی اور غنچوں کی گلابی میں
 شتابی اب مٹی لب لباب ارغوانی بھر
 کباب سکرشی سے آج کے دن تجھ کو لازم ہے
 نمکداں ایک طرف شیشے کے قاب ارغوانی بھر
 ستاروں کی یہ چشک ہے شب ہتاب میں ساتی
 پیالہ ماہ کالے آفتاب ارغوانی بھر !!
 عجب ہیں شیرازہ بندہ اور اق گل یکجا
 تو اپنی نظم سے اب یہ کتاب ارغوانی بھر !

بسکہ ہے طوبیٰ سے بہتر ہر نہال کوئے یار
 ہو سکے باغِ ارم کیوں کر مثال کوئے یار
 جون بگونا سرکشی سے دشت گردی ہے عبت
 گردِ رہ کی طرح رہتے پائمال کوئے یار
 بھال ہوائے باغ کی کسکو ہوس ہے اسے نسیم
 ہے مجھے کلرگ سے بہتر سفاں کوئے یار
 تیغ کی دوری سے کہہ سرکشتگی کے چاک پر
 کاسہ مریاتی اتارے ہے گلال کوئے یار
 ست سیہ کیجھو ادھر تو چشم کو اے بوالہوس
 بہتر از صیدِ حرم ہے ہر غزال کوئے یار
 گاہِ غمِ گم لب بامِ آہ تھا سیرِ نظر
 کس تاشے سے کٹے ہیں ماہِ وصال کوئے یار
 دیدہ افلاک یاں ہیں فرشِ خاک راہ پر
 پوچھئے جبِ بدیل سے جاہ و جلال کوئے یار
 پھر ہوائے زندگی بھی طبع سے ناشاد ہو
 یاد آوے جب ہوائے اعتدال کوئے یار
 وہاں قدم پڑھتا نہیں سر سے گزنا صر ہے
 بوالہوس زہنارست کیجھو سوال کوئے یار
 نقش پا ہوتا ہے کوئی بدر اور کوئی ہلال
 یہ توبِ عالم میں روشن ہے کمال کوئے بدر
 شیخِ کعبہ کے درو دیوار میں کیا خاک ہے
 خانہ دل سے ہے اپنے اتعال کوئے یار

گلشنِ فردوس بھی ہو تو نہیں لگتا ہے جی
جس گفتری آیات آتا ہے خیال کو سے بہار

[۱۰]

سرمو بھی نام بغیر ہاں نہیں رکھتے جبکہ نشانِ کمر
جسے دستِ غیب ہو کچھ نہ کچھ وہی پائے تری میاں کمر
نہی ایک زرہ پڑا نظر سرمو ہوئے نہ یہ جلوہ گر
یہ گمان و وہم ہے سرمو کہ کھر دہن ہے کہاں کمر
جو وہ سانس لیتے پچک گئے تو گیا نکل ہی ادر کمر کو جی
کہ نجی سے زار و نزار کی نہیں جھوٹ ہے رگ جان کمر
نہ خیال اسکو تو پائے ہے نہ تو فکر میں وہ سما ہے
یہی ابتو دھیان میں آئے ہے کہ نحض اپنا گماں کمر
نہ سپر ہے پارہ میغ ہی کہ برنگِ برق وہ تیغ ہے
ہمیں دمبدم یہ دریغ ہے جو نہ باندھے آج تو دم کمر
رگ نکل میں دھونڈھے کوئی نشان کوئی تیغ اسکو کمر گمان
یہ بھی ہیں وہم کے درمیاں کہ نیچے ہے وہ جہاں کمر
نہیں دور یہ خیال سے وہ کفل ہیں گر چہ خیال سے
رکھے باندھ دونوں کو بال سے وہ تیر ہی شیعہ داں کمر
نہ فقط ہے موری منفععل کہ پلنگ بھی ہے سدا خجل
یہی تہر چرخ سے تباہ کل ہے نظم سے گر چہ نہاں کمر
جو ہیں موشکاف جہاں میں وہ سدا رہے ہیں گمان میں
نہیں تاک بھی آتے ہیں دھیان میں تری وہ جان بہا کمر

مہ و خور کی عینک اگر بنا کرے غور پیر فلک سدا
 نہ دکھائی اس پہ بھی دے ذرا کہوں کیا کرے ہے قمر انکمر
 یہ سراب ہے پانیل ہے کہ نزاکت اس کا کمال ہے
 یہ مسکری دل کا وبال ہے ایمان نہیں وہاں کمر

[۱۱]

یہ دود ففس نہیں دل بیتاب میں زنجیر
 یوں زلف ہے رخ پر شب ہفتاب میں زنجیر
 گلگشت چمن ہے نہ یلہ گردی صحرا
 تہقہ کا ہوا چار طرف زور ہے ایک غل؟
 دل کیوں نہ ہوا بعلق کا کل میں گرفتار
 ملک زلف سیہ دیکھ خوش ابرو کے تواسخ
 پھر یاد دلائی ہے خط سبز کسو کا !
 پابوسی دیوانہ سے رکھی ہے سروکار
 اگلے ہے مہ نو سے میری آہ رسایوں
 یہ موج نہیں باد یہ نجد میں ہر گز !
 ایمان علائق سے نہ کس طرح ہو آزاد
 ہے پاؤں کی یہ عالم اسباب میں زنجیر

[۱۲]

تجھ سا کوئی وجہ یہ نہیں آسمان پر
 کیونکر کرے نہ ناز زمیں آسمان پر
 نالہ ستم کشوں کا ستم کردہ تیسرے
 لرزے ہے جس سے عرش بریں آسمان پر

وعدہ کیا ہے وصل کا اب مجھ سے شاید آج
 زہرہ ہے مشتری سے قریں آسمان پر
 تیری ہے نت غلامی کا اے بادشاہ حسن
 رکھتا ہے ماہ داغ جیسے آسمان پر
 پرواز اوج قصہ پر تیرے نہ کر سکے
 وہ مرغ جو ہے سدرہ نشیں آسمان پر
 دولت سے ہووے وصل کے جس روز سر قرار
 پھینکے گاہ کو یہ حزیں آسمان پر
 لڑکا نہ یہ شہاب ہے ایمان بے سبب
 پہنچے ہے میری آہ کہیں آسمان پر

[۱۳]

جس گھڑی آغوش سے میری ہوا دلدار دور
 چشم دریا بار کا گزر فلک سے پار پور
 تنگ لے عرصہ دنیا میں اسی چال چیل
 جو نہ ہووے پاؤں کے نیچے کوئی مسہار مور
 پو پھتے کیا ہو کہ اب سنگ جفاے یار سے
 شیشہ دل ہو گیا اک آن میں ناچار حور
 چشم پوشی پر بھی دشمن کے نہ ہوائے منہ جو
 ہم نے دیکھا ہے کہ اکثر ہووے ہے دشمن مکار کور
 جس پہ ہے ایمان روشن بزم وحدت خلق میں
 مثل پروانہ نظر آوے اسی کو نار نور

آئی چمن میں فصل بہار
 نرگس جادو بادہ پرست
 خون سے عاشق کے ہے مدام
 گردش چشم سحر فروش
 پاس سے میکر گزرے ہے روز
 دیکھ کے اسکا چہرہ خوب
 کیوں نہ مجھے دے اب تو فریب
 نشہ دینا بس ہے خراب
 کرتے ہیں دلکش نغمہ ہزار
 زلف معنیر ہے سب تار
 ہاتھ پہ تیکر رنگ نگار
 فتنہ اٹھا دے لیل و نہار
 گرم غناں وہ شاہ سوار
 غنیمت و گل سب ہو دیں نثار
 بھول گیا وہ قول و قرار
 دور نہ ہوے اسکا شمار

سن لے میاں ایمان کی بات
 رکھے نہ دل کے پیچ غبار

[۱۵]

گلبدن غنچہ دہاں ہے بہتر
 تند رستی ہی بڑی نعمت ہے
 جب کہوں میں کہ کروں جی قربان
 جگہ کے شمشاد قدوں میں تہری
 شمع رو چرب زباں ہے بہتر
 جان بہتر تو جہاں ہے بہتر
 ہنس کے کہتا ہے کہ ہاں ہے بہتر
 وہ میرا سر و رواں ہے بہتر

رہ تو ایمان ملازم ہر دم
 دل سے بھی کوئی مکان ہے بہتر

ردیف ط (۱)

جاؤں کہ صحر میں کوچہ گل پیرہن کو چھوڑ
 جاتی ہے عنایب کہیں بھی چمن کو چھوڑ
 کیا قدر لعل کی ہے بدخشاں کے ملک میں
 گر چاہتا ہے رتبہ شاہی وطن کو چھوڑ
 اس چاہ میں تو غسرق ہوئے ہیں ہزار عا
 اے دل کسی طرح بھی خیال ذقن کو چھوڑ
 تن پروری کے واسطے منعم نہ مر عبث
 جاتی ہے جان خاک میں آخر بدن کو چھوڑ
 ایمان اور کچھ نہیں مقدور اگر تجھے ۱۱
 عالم میں یادگار تو اپنے سخن کو چھوڑ !

ردیف ر (۱۶)

سوتا ہے جب پری روئے کرنقا منے پر
 ازلیکہ ہے تصور مجھ کو کسی کے رخ کا
 دانتوں کو تیکر جبے دیکھا ہے اے پریر
 کس کس مہیتوں سے جب کو زباں سکھائی
 بوسہ کا قصد جدم آتا ہے میسر دل میں
 منظور میری الفت تجھ کو اگر نہیں ہے
 جو شوخ ہم پیالہ تھا مجھ سے ایک دم
 فصل بہار میں بھی یہ حسن گل نہ دیکھا
 لیکر نشان نالہ فوج سرشک نکلا
 میں آنسوؤں سے چھڑکوں اسکے گلستا منے پر
 جاتا ہوں جھٹک کہ ہے آفتاب منے پر
 ہر گز نہیں رہی ہے گوہر کے آمنے پر
 اب وہ لکھ ہے دینے ہر دم جواب منے پر
 وہ پنجہ نگاریں ہو دے حجاب منے پر
 جو کچھ کہ دل میں ہو دے کدشتا منے پر
 اب پھینک مارنا ہے جام شراب منے پر
 ہے جس قدر کہ اسکے جوش شبا منے پر
 آتا ہے چڑھ کے میسر جس دم سحاب منے پر

ایمان وصل کی شب اک آن میں ہی گزری

آنکھوں سے بہہ رہا ہے اب خون ناب منے پر

[۱۷]
 نکلے جیب تیر و کمان وہ صید افکن باندھ کر
 میں جلو میں کیوں نہ تب حاضر ہوں دامن باندھ کر
 کوچہ سرکار کا اے قبلہ عالم مدام !!
 آتے ہیں احدام سب شیخ و برہمن باندھ کر
 خوب ہے جو کامیاب اسوقت مجاہد کوئی
 کب تلک کھو گے تم محرم میں جو بن باندھ کر؟
 صاحب من آہ کب کوئی لگا سکتا ہے ہاتھ
 آپ نے چوٹی میں اک رکھی ہے ناگن باندھ کر
 عشق میں شیریں لبوں کے جی پڑا فرما دینا
 بیٹھے اب کوہ کے دامن سے دامن باندھ کر
 منہ تو دیکھو سامنے اپنے جو طہرے ایک دم
 آوے چار آئینہ بھی ہر چہند دشمن باندھ کر
 یوں دکھاتے ہیں سیاہی دور سے مڑگان یار
 جس طرح آتی ہے صف میدان میں پلٹن باندھ کر
 آتی ہے فصل بہار اب گھر میں کیا بیٹھے ہیں آپ
 پاؤں کو اپنے حنا اے صاحب من باندھ کر
 گل کھلے ہیں باغ میں اور کس مزے سے ہر پر
 سرو میں باہم کھڑے دامن سے دامن باندھ کر
 خاک بھی اب تو مفامین کی نہیں باقی رہی
 لے گئے خرمین کے خرمین باندھ کر !!
 جنکا مصرع ہے ہر ایک ایمان شمع بزمِ رنق
 نازدہ کرتے نہیں مضمون روشن باندھ کر

ہوئے بے وجہ و سبب چیں بچھین میکر پر
 کر کے اثبات تھلا وہ بت چیں میکر پر
 ماہِ روشب جو ہوا یار نظر سے غائب
 یک بیک ٹوٹ پڑا حیرتِ بریں میکر پر
 نگہ دیدہ خوں ریز ہر ایک گوشے سے
 ترک تازی ہی کی کرتی ہے کیسی میکر پر
 جانتا ہوں میں اسے خوب سنا اے ہمدم
 پیار آتا ہی نہیں اس کے تیں میکر پر
 ان دنوں شکر خدا ہے کہ بت سنگیں دل
 لطف فرما ہے بالیں ہیں میرے پر
 ہم نوابوں سے یہی کہتو صبا گلشن میں !!
 کیا کروں آہ کہ کھلتی ہی نہیں میکر پر
 دام صیاد میں لافٹ پھنسا یا مجھ کو !!
 اور تو کیا کہوں اڑ جائیں کہیں میکر پر
 آشیانے کو قفس سے تو پہنچتا معلوم
 ہوں گے برباد کس روز یہیں میکر پر
 بیٹھنے کا نہیں زہار میں چلون کے قریب
 تہمت آجائے نہ اس طرح کہیں میکر پر
 کبھی ۔۔۔۔ پیاری کبھی بادام کبھی بن کبھی لوگ
 گاہ گل پھینکے ہے وہ پردہ نشیں میرے پر
 ہووے ایمان اسے غیب سے ناگاہ شکست
 گر کر باندھے کوئی دشمن دیں میکر پر

سر سبز دہیں ہو دے رگ وریشہ تصویر
 کچھ لطف وہ رکھتا ہی نہیں پیشہ تصویر
 ہے بادہ حشر سے بھرا شیشہ تصویر
 سر سبز ہی رہتا ہے سدا پیشہ تصویر
 تشریح کرے جو کہ رگ وریشہ تصویر
 ہر چند خوشی ہے کہ فقط پیشہ تصویر
 مانی نے قلم لے کے بہ اندیشہ تصویر
 کیا سنگ پہ کھینچا ہے رگ وریشہ تصویر

نقاش سپر کو اندیشہ تصویر !
 سایہ میں نہ ہو بید کی گر صورت مجنوں
 تصویر کی ہو بزم نہ کیوں عیش سے خالی
 رکھتی نہیں دھال دخل زمانے کی دورنگی
 بھولے نہ سر مو ہے وہ مجنوں کا تصور
 ملک غور سے دیکھو تو سخنِ سخن ہے گویا
 کھینچا نہ سر مو بھی تیرا نقشہ دلکش
 شیریں کو پسند آئے کیوں الفتِ فرہاد

ایمان کہیں دیکھ کے تصویر کسو کی
 ہم نے بھی پسند اب تو کیا پیشہ تصویر

ردیف ز (۱)

نہ ہے شوقِ غرہ اسکو نہ ہوائے بام ہرگز
 نہ ہو جلوہ گر کہیں بھی وہ مہ تمام ہرگز
 مجھے بندگی ہی کرتے ہوئے سالہا برس اب تک
 شیریں نگہوں سے اسکے نہ لیا ہے کام ہرگز
 ہوئی ایک عمر مجھ کو پھر دوں ہوں سرِ بعم
 وہ غزال مجھ سے اب تک نہ ہوا ہے رام ہرگز
 جو ہزار بولے کوئی کہ نہ ملیو عاشقوں سے
 تو نہ کیجھو پیار سے یہ خیال خام ہرگز

کہو کس طرح بلا دے مجھے اپنے گھر میں یارو
 وہ صنم کہ جس نے سیرانہ لیا سلام ہرگز
 تجھے مجھ سے اب عداوت یہ خدا ہی جانے کیا ہے
 نہ دیا جو تو نے ساقی مجھے ایک جسام ہرگز
 یہی آرزو ہے ایمان کہ ہوں لب لباب میں اس
 کہ جیسا ہے جس نے میرا نہ لیا ہے نام ہرگز

[۲]

اشک پکے نہ کعبہ دیدہ تر سے ہرگز
 یہ بھی ایک شیشہ نازک سے نہایت رنگیں
 مستقل ابرو سے خمدار کے ہے خال سیاہ
 نام سنتے ہی رہے دہر میں عنقا کی طرح
 مغز کھا جائے ہے ناصح کی سر اسر کو اس
 لوگ جاتے ہیں ادھر ہی سے چلے سو عدم
 جب کہ باقی نہ کچھ خون جگر سے ہرگز
 ست پٹک دل کو میسر یا نظر سے ہرگز
 یہاں سود کار نہیں تیغ و سپر سے ہرگز
 کچھ نشان ہم نے نہ پایا ہے کمر سے ہرگز
 گفتگو ہم نہ کریں ایسے لجر سے ہرگز
 بھرتے دیکھا نہ کوئی ہم نے ادھر سے ہرگز
 چاہے ایمان کہ ہو دولت بیدار لیب
 رہتو غافل نہ کعبو وقت سحر سے ہرگز

[۳]

غار غری جاں جان پر اب ہے خط خوش آب سبز
 محفل توش قماش میں جیسے کہ ہوئے خواب سبز
 خیمہ ایر کے ہوئے جبکہ ستون سرو باغ
 موج ہوا کے تن گئے چار طرف لٹاب سبز

عالم آب میں مدام بسکہ مجھے ہے بے خودی
صاف غیب کے دانہ کو سمجھا ہوں میں حبابِ سبز
پہچم لے قدم وہیں برگِ خانی آن کر !
ملک جو نظر پڑا کہیں شوخ کا وہ جرابِ سبز
آتشِ تر سے سا قیادل تو کباب ہو گیا
آج تو نشہ وہ پلاکتے ہیں جسکو آبِ سبز
اس کے تو اب تیغ کیوں نہ ہوں تشنہ و سبم
زہر کو جیک ہاتھ سے سمجھوں ہوں میں شرابِ سبز
بارغ میں ایمانِ جل کہتے ہیں تجھ سے ہدم آج
اس گلِ نو بہار کے رُخ سے اٹھا نقابِ سبز

[۴]

نقطہ نہ ایک خطا سے ہوا تھا رقمِ ہنوز !
آگاہِ دلبری سے نہیں ہے صنمِ ہنوز
جانا تو ہے یہاں سے پہ کچھ یادگار چھوڑ
جو آیا اس چمن میں سو برباد یوں ہوا
خرابِ تپس، ابرو کے دیکھا تھا قبلہ
کیا جانے لگے ہیں کہ حرمِ سلف کے لوگ
گلشن میں دھڑکے ہیں کہاں خندہ طرب
ایمانِ گر چہ مجھ سے نبوی بندگی کبھو
لیکن ہے میکہِ حال پہ اس کا کرمِ ہنوز

تب سے ہے سرگوں میرا صائب قلمِ ہنوز
نہ طرزِ لطف جانے نہ رسمِ ستمِ ہنوز !!
مشہورِ روزگار میں ہے جامِ جمِ ہنوز
مثلِ حبابِ لینے نہ پایا تھا دمِ ہنوز !!
اس دن سے آسمان کی ہے پشتِ شتمِ ہنوز
حبیبِ اں ہے دیکھ دیدہ نقشِ قدمِ ہنوز
شبنم کے دیکھتے ہیں یہاں چشمِ نمِ ہنوز
ایمانِ گر چہ مجھ سے نبوی بندگی کبھو
لیکن ہے میکہِ حال پہ اس کا کرمِ ہنوز

[۵]

جھگو خوش آتی ہے تسکِ نرم میں آنے کی طرز
 کس سے یہ سیکھا ہے تو نے دل کے بجانے کی طرز
 مانگتے ہی ایک بوسہ ہنس کے نیچے دیکھنا
 کب گئی جس میں تیری اس وقت سترانے کی طرز
 پونچھ ملک روتے کے آنسو گھر کو اٹھ جانا ستاب
 خوب آتی ہے تجھے عاشق کے سمجھانے کی طرز
 ہم کبھو جو تجھ سے کرنے ہیں محبت کا گلہ
 دل کے بجاتی ہے تیرے شوخ جھجھکاؤ کی طرز
 ہم نے یہ صفت نہ دیکھی کیمیا گریں کوئی
 اس میں ہے ایمان جو کچھ دل کے پگھلانے کی طرز

ردیف س (۱)

جو داغ ہے دل کا سو برنگ پر طاوس	ہو کیوں نہ بخل دیدہ تنگ پر طاوس
سو رنگ کی از بسکہ سدا جلوہ گری ہے	آئینہ کے خاطر پہ ہے رنگ پر طاوس
ملک کاغذ آتش زدہ کو غور سے دیکھو	گلزار فنا میں ہے برنگ پر طاوس
گرداغ کرے عشق کا ملک شعلہ فوری	جون برق شتابان ہو درنگ پر طاوس
جس فصل میں دیکھو تو وہ ایک رشک چمن ہے	ہو چشمہ پیر کیونکر نہ درنگ پر طاوس
ہے مرہم زرگار کا دشمن دل پر داغ	یجاں شہرِ طوطی سے ہے رنگ پر طاوس
کلا و زینت کے وہ قبا پر میں ہی اسکی؟	ار جائے جیسے دیکھ کے رنگ پر طاوس
نمایہ دل پر داغ کوئی سینہ میں تر پیا	مسموع جو ہوتے ہیں ترنگ پر طاوس
اب فصل بہاری میں ہے داغ انکے ہاتھوں	تھی رنگ چمن جتنی کہ رنگ پر طاوس

بہر نیکی گلشن میں ایمان جو دیکھا تو
 نہ کہوں سے گرا نقشِ فرنگ پر طاوس

ہے فقط ہمراہی لیل سے محل کی ہوس
اس زمین شور سے ہے کسکو حاصل کی ہوس
کیجے پھر کیونکہ اس رختار کے تل کی ہوس
تو نے یہ میٹھ میٹھائے ناصح اے دل کی ہوس
تڑپے ہے مقتل میں اب تک تیرے بل کم ہوس
پھاں شہزاد کے رہی دل ہی میں ساحل کی ہوس
چاروں پانچوں نے بھی آپس میں مل کی ہوس
کون ہے جسکو نہیں ہے تیری غفل کی ہوس
کس نے کس واسطے یہ اور مثال کی ہوس
اور بھی چھاتی پر اپنے مت کراک سل کی ہوس
رکھتا ہے مشکل کشتا سے حل مشکل کی ہوس

قیس کو ہے کاروان کی اور نہ منزل کی ہوس
دانہ اشک آہ برپا دشت وشت میں گویا؟
روشن اختر سینکڑوں دیکھے ہیں روز سیاہ
زلف مہر دیان کا فر کیس ہے جن کا وبال
ایک دن توار سے میر جم قاتل اس طرف
عشق کا دریا بے پایاں و طوفان خیز ہے
چشم دگوش و عقل و جان و دل کو ہے تیری ہی حاکم
میں ہی ایک تنہا نہیں مشتاق ہوں استغور
دیکھنا بس دلا پھر کیا چلی تھی وصل کیسے؟
رہ بیک روخانہ کیا درکار ہے لوح مزار
غنجہ دل پر شگفتہ کیوں نہ ہو ایمان کا !!

رات کچھ مجھ سے ہوئی ایسی ہی تعمیر کہ بس
دل بیتاب پیر اتنے ہی چلے تیر کہ بس
کیجی اللہ نے ایسی تیری تصویر کہ بس
کیا گلو گید ہوا شمع کا گل گئی کہ بس
کس قدر سن ہے پڑا خانہ زنجیر کہ بس
آج کی آہ نے کی کچھ ایسی تاثیر کہ بس
کیا بری طرح تڑپتا ہے ہر نچیدہ کہ بس

کیوں نہ ایسا ہو وہ اب شوخ گلہ گیر کہ بس
رودرد ہوئے چہ مژگان سے کمان ابرو کی
دیکھل مانی و بہزاد وہیں نقش دیوار
بے گناہ مارا ہے پروانہ جلا کر جب سے
قیس کا جب سے گیا سلسلہ شور و فغاں
دولت وصل سے تھا پاس کہ ہوں شادی کر
دل کے ایمان کی، صیا و صید لے جلدی

روغنِ شش (۱)

زباں پر شعلہ زن پایا لبِ تھریر سے آتش
 میں وہ دیوانہ آتشِ نفس بیتابِ وحشت ہوں
 زیادہ شمع کے ہو جھڑک گل گیر سے آتش
 کہ مثلِ برق جھڑکی ہیں میری زنجیر سے آتش
 حرم کے کیا عجب بھاگے اگر نچر سے آتش
 بزرگ شعلہ چلے ہے تیری شمشیر سے آتش
 کرے ہے گرم جوشی جھڑک اکثر سے آتش
 کہ رستی ہے نیستان کی نہایت دیر سے آتش

بتان جس دل میں ہوں منزلِ گزیرِ یانِ باد

کر یہ دنیا بھلا اس گھر کے تیس تعمیر آتش

[۲]

یہ جو تو ظلم ہمیں پر لے بے وفا شاہِ باش
 فریبِ دول ہی دے دے کے جی لیا آخر
 ہزار آفریں تھیں دمرِ جاس شاہِ باش
 مجھ ہی سے تو نے میاں خوب دانا شاہِ باش
 پکار کر یہ ہر اک شخص نے کہ شاہِ باش
 یہ سفت مفت ہی اب دل کو لے لیا شاہِ باش
 ادھر میں راہِ تھری دیکھا رہا شاہِ باش
 مہری نظر میں ہے عیار تو بھلا شاہِ باش
 ہزار کیسہ سینہ سے نقد جا لے جا

بتوں کے عشق سے ایہاں خوب کی توبہ

کریوں ہی چاہیے اے رحمتِ خدا شاہِ باش

[۳]

لے دل اس خوریز کے مژگان بھی گونجِ فرودش
 یاد آتی ہیں عرقِ آلودہ زلفین تب مجھے
 میں بھی ہوں ایک عشق کے بازار میں اس فرودش
 جب اندھیری رات میں ہو آسمانِ فرودش
 زلف ہے اس گنبد کی اسفرودش
 فخرِ گل باغ بن چسپ ہما ہے زلفِ فرودش
 خشک مغزوں کا ہوا سودا ہے تانہ ہر طرف
 بلبلوں کے ہاتھ آئی دولت بے انتہا !

ہے برستا ابر نیان دہری میں ہنگام پر
سبز تر تھا گر یہ مجھوں سے کوئی ٹھہریں
کون ہوتا ہے خریہ ارب ہنر کا عیب ہے
کیونکر ہووے ہلکشاں گلشن میں ہنر گردش
بسکہ گلریزی سے ہے کچھ اور ہی رنگ نش
بلبل و قمری ہوئے قمر باں خسرام ناز پر
لائق گلگون بشیریں کیوں نہ ہواے باغیاں
بسکہ ہے جوش گل نسریں سے رنگ گلشاں
باغبان کو ہے صفائی خاطر گلشن سے کام
ماہ رواٹے چمن میں جب خرام ناز سے
تامچ زر خود شید کے مانند سر پر ہے دمرا
بسکہ بریز صفائی عکس گل ہے جلوہ گر

روز و شب یہاں دیدہ عشاق ہے گوہر روش
ہر قدم پر خار صحرا اب ہوا نشتر دم روش
آئینہ ایمان ہو دے جس گھڑی جوہر روش
ہو سکے قوس قزح بھی جب نہ مانگ روش
کیوں نہ ہو یا قوت کا ہم رنگ ہر رنگ روش
سرود نے جب کیا گلشن میں آہنگ روش
شہ سواروں کے ہے ستایاں کو چہ تنگ روش
کیوں نہ کھینچے دامن دل باغی میں چنگ روش
سبزہ بیگانہ کو سمجھے نہ کیوں رنگ روش
سبز ہونا جز گل ہستاب ہے تنگ روش
شاہ گل کو کیوں نہ زینبندہ ہوا رنگ روش
تختہ آئینہ بھی اب کیوں نہ ہو رنگ روش

باغ میں ایمان آئی اس روش فصل بہار
دنگ ہے ماوس بھی اب رکھے زیر گردش

اردیف ص (۱)

رقیب سے نہیں چھینتا ہے بار کا اخلاص
ہم اسکے ہوتے ہیں کب دوستد آئے بلبل
مسکری گریہ سے تازہ ہے لالہ زار جبکہ
بتاں کے چشم سے حاصل نہ ہو سوا مستی
کہ ناگزیر ہو اگل کو خار کا اخلاص
جواں کلفزار کسے ہے ہزار کا اخلاص
چمن کو خوب ہے ابر بہار کا اخلاص
کہ بادہ خوار کرے بادہ خوار کا اخلاص

میں اسکے پاؤں پہ رورو کے سر پٹکتا ہوں کہ جیسے سر دگے جمعے بار کا اخلاص
 بھلا ہے اب بھی میری جان بھر دے دل کو؟ نہیں پسند گو اس جان نثار کا اخلاص
 نہ رکھ کسو سے تو ایمان یعنی دنیا میں
 کہ کام آوے ہے اک روز چار کا اخلاص

[۲]

آنکھیں تو دلفریب ہیں ساکل علی الخصوص
 ابرو ہوا میں نغمہ و گلزار سا قبا
 مہر ہے لے کہ تباہ سر دور رباب و پتنگ
 گلشن میں سر و سنبل و ریحان و یاسمین
 عالم میں لے کہ قمری و پروانہ تا چکور
 پیارے حیا و حلم تو آتار ہوشن ہیں
 ایمان کج ادائی و جوہر ستم مجھے
 یہ سب ہیں ناگوار، تغافل علی الخصوص

[۱] ردیف ص

بس ہے تصور اب تہیں دلدار کے عوض
 زنگس ہی چشم یار کی عاشق ہے ورنہ بیان
 زباہد بیک گیا ہے یہ جو شہ بہار میں
 مانند شمع دیکھ تکر عشق میں صم
 تجھ جن یوسفی کا ہے سودا عجب عزیز
 جاتا رہا ہے دل پہ تر پنا ہے جی ہنوز
 اور داغدار سینہ ہے گلزار کے عوض
 بیمار کون ہوتا ہے بیمار کے عوض
 مانگے ہے بادہ جہ و دستار کے عوض
 ثابت ہے رشتہ جان کا زناار کے عوض
 کھلا ہے چاک سینہ کا بازار کے عوض
 دلال بھنس رہا ہے خریدار کے عوض

دُس جاے اڑدھا بھی تو ایمان ہے قبول دُستے ہیں یار جان تلک یار کے عوض

[۲]

کہ ہے سرگرم طیش کے دل انگار کی نبض
فرق رکھتی ہے بہم خفتہ و بیدار کی نبض
مضطرب برق سے ہے ابر گہر یار کی نبض
دے ہے سستی سے خبر جیسے کہ میخواری کی نبض
جیسے دیکھے ہو کبھو کیف سرشار کی نبض
چرطہ گئی ہاتھ جو اس شوخ دل آزار کی نبض
تھا جو ہر ریشہ یہاں نخل نمر دار کی نبض
پانی تب کہیں اس زلہ کے بیمار کی نبض
کہ رگ سنگ ہے یہاں پلک کسار کی نبض
ہاتھ میں اپنے سرشتہ زنا کی نبض
عشق پیچاں کو سمجھتا ہوں میں گلزار کی نبض
ہے رگ گل کی طرح تیرے گرفتار کی نبض
مستوی ہی رہی صد سال میردار کی نبض
سقم رکھتی ہی نہیں اپنے تو اشعار کی نبض
دیکھی ہے طبع سلیم اور تن زار کی نبض

اسے طبع نہ ہوئے کسو بیا ر کی نبض
ہو دے یکساں نہ کبھو غافل و ہشیار کی نبض
ہم نے جانا کہ ہے بیمار کسی دانتوں کا
کیف کم پر ہے خط جام دلیل اے ساقی
عین کرتا ہے وہی مد نظر کو اس کی
پانی خون گرمی الفت نہ کہیں ملک ہم نے
جوش برقان خزاں سے تو ہوا انتشار سے
سوسرا نکشت بنا لائی مثل شانہ؟
دیکھ لیتے ہیں غم فرحادیں بے حرکت جس
اسے تو ہم ہیں سزا جوں سے تمہارا آگاہ
یہ نے پایا ہے ترا طبع چمن میں سودا
ایک سکتے کا سا عالم ہے اسے آئینہ رد
ہے یہ اپنی تجھ سے حکیم مطلق؟
غور کر حجت ترکیب کو ہر مصرع میں
کہے ایمان فلاطون سے کہ اکثر اس نے

[۳]

پاؤں نہ پھر جہاں میں کوئی بحر و بر سے فیض
ہوتا ہے بادشاہی کا ایک مشت پر فیض

چہچہ اگر نہ انکو کسی چشم تر سے فیض
ظاہر کے عظم و شان پہ بجا تو ہما کو دیکھ

شمشاد قاصتوں سے کوئی کہونکر ہو نہال
کامل جو ہو تو اسکو نہ ہووے فنا کبھو
تحت السرا میں جا کے الہی وہ خاک ہو
اشعار کو ہے درد سے سودا سے آہرد
قضاہ نہ ایک بندہ فیاض سے ہو کم
بنیم کی طرح کیوں نہ فلک پر ہو اسکی جائے
پہنچے ہے خلق کو شجر بارور سے فیض
جاری ہے نابخش مزار بشر سے فیض
ہووے کبھو کسی کو نہ کچھ بیم و زریعے فیض
جوں ہو جو اہرات کو شمس و قمر سے فیض
ہر چند مثل ابر شبنم و روز بر سے فیض
پایا ہوتا ہے قہر کی جس نے نظر سے فیض
کم مایہ سے کرم کی نہ ایمان رکھ امید
جاری نہ مثل بحر ہو آب گہر سے فیض

[۴]

بھکو تو یار شام و سحر سے نہیں غرض
ہم خانہ کوے یار میں نقش قدم سے ہوں
کیوں ہونٹ چاہتا ہے مجھے دیکھ دیکھ کر
میں کی کروں کہ روز تولد سے نامحسا
تیر لنگہ کا جب سے نشانہ ہوا ہوں یار
وہ شمع روجو مجھ سے کٹا جائے بزم میں
تیسرے بغیر شمس و قمر سے نہیں غرض
مطلب نہیں وطن سے سفر سے نہیں غرض
بھکو کسو کے لعل و گہر سے نہیں غرض
جوں طفل اشک بھکو تو گھر سے نہیں غرض
دل سے نہیں ہے کام جگر سے نہیں غرض
بھکو کسو کے طرہ زر سے نہیں غرض
اشعار آبدار سے ایمان ہوں غنی
ہر گز مجھے تو گہر تر سے نہیں غرض

[۱] ط

ملک ایک نگاہ گاہ تو غمخوار ہو بشرط
مطرب ہو اور ساقی و گلزار ہو بشرط
ہم پیچھے ہیں دل کو خریدار ہو بشرط
پردے سے جسکا حسن نمودار ہو بشرط
شبِ نیم کی طرح دیدہ بیدار ہو بشرط
خلوت ہو اور کیف میں غمخوار ہو بشرط
حاضر ہے جی بھی آپ کو درکار ہو بشرط
ہم بھی اسی تلاش میں ہیں یار ہو بشرط
سردار ملک سا جہاں سردار ہو بشرط

[۲]

دنیا بھی دل کی خوب ہے دلدار ہو بشرط
برد ہوا کے لطف کا پھر پوچھنا ہی کیا
قیمت ہے ایک بوسہ مزیدار پیار سے
اسی شبنم روپہ جاتے ہیں پردانہ وار وار
پہنچے بلوہ زرخ نور شیدر و تنک
حاصل ہو دل کی آرزو اس دن ہی یاد سے
تھا ایک دل سو پہلے ہی ایشار کر چکے
دیدہ ہر سے جاں نثاری اور دھڑ سے دلہی
رہیے سی دیار میں ایمان کی قسم

ساکر تم ہے قول غلط اور قسم غلط
غیر ہے ہے صبح تلک آپ دم غلط
پڑتا ہے ماہ بر کا ہے یکم قدم غلط
تیکر سخن کو کیوں کہ کہیں یار ہم غلط
ہرگز نہ کرتا تلاش کہ ہے جام جم غلط
تشریف تیکر لانے سے میرا ہو غم غلط
ایمان طفل اشک کرے سب رقم غلط

[۳]

لینے کا مجھ سے وعدہ نہ کرے صتم غلط
بلبل نہ جاتا اس کے تبسم پر زینہ ہار
پہنچا ہے کون منزل مقصد کو عشق میں
سو گند بات بات پر کھاتا ہے تو عیث
دل ہی جہاں نما ہے ازل سے ابد تک
اے مایہ سرور یہ کہتا ہوں میں صبح
نور خط کو جب ہیں نامہ کھوں ہوں فراق کا

پر ہو سکھ نہ نالہ و انہما کی احتیاط
بارش میں ہے ضرور شبستان کی احتیاط
کر باغبان تو اپنے گلستان کی احتیاط

کرتار ہا میں آہ نیستان کی احتیاط
اے جوش گریہ دیکھو اے مرد ماں جوشم
میں بھی ہوں ایک گوشہ میں بلبل جہم عصر

دل تشنگان خاک سے گزری ہے جس کھڑی
 کر تا ہے ہر قدم میں وہ داماں کلاسیا
 داغ جگر بھجھادے اسے اشک و آہ نے
 سرخند کی ہے سبب سوزاں کی اعتیاد
 طوفان بار و آب میں روشن ہے بر تو بت
 ملن نہیں کہ ہو دے چراغاں کی آفتاب
 شمشیر برد پھرتی ہے یان دلربا بہت
 ایمان کیجے سرو سامان کی احتیاد

[۴]

آرام عشق میں تو میری جاں نہیں ہے شرط
 یہاں درد دل ہی شرط ہے درماں نہیں شرط
 اب گنجف میں اسما بہت شمشیر بند سی
 لینا کسی قماش کا تاواں نہیں ہے شرط
 پروانہ ساں خموش ہے جانا ز عشق یہاں
 اے عندلیب نالرو افغاں نہیں ہے شرط
 یہ یاد ہی رہے نہ فراموش ہو کبھو
 اس تند خو سے بانہ عنا آساں نہیں ہے شرط
 تجھ سے تو اس بہار میں اے پنجہ جنوں
 رستے کی ایک تار گر بیاں نہیں ہے شرط
 توبہ اگرچہ ہم نے تو کی ہے بلاے مغال
 ہیما نہ ہاتھ آوے تو پیمان نہیں ہے شرط
 سر عاشقوں کبے ہوں عو ض کوئی پالماں
 اس حال کی تو بازی چوسکاں نہیں ہے شرط
 کیا مجھ سے ہی نہیں ہے وفا شرط جب کہوں
 نہ پھیر کر کچھ ہے کہ ہاں ہاں نہیں ہے شرط

شہ تیسری مفت کیوں ہو سر سبز ماہ رخ
اس کشت کو ترشح باران نہیں ہے شہ
دل لے کے جان پر جو لگایا ہے تونے داؤ !
یہ مجھ سے تجھ سے پہلے ہی جاناں نہیں ہے شہ
ایمان رزم عشق میں ہیں دل نگاریاں !
بینہ پہ بھان تو زخم نمایاں نہیں ہے شہ

ردیف ظ

{ ۱ }

شمع سان بھکو نہیں سر سے گزرنے کا لحاظ
اور اشک آتشیں سے چشم بھر نے کا لحاظ
ہاتھ سے جوش جنوں کے جب چلے باد بہار
ہو نہ گل کو بھی گریباں چاک کرنے کا لحاظ
جامہ ہستی کو پھاڑے ایک دم میں جوں حباب
ہو نہ جس کم ظرف کو اپنے ابھرنے کا لحاظ
شمع رو روشن ہیں پروانے کے تجھ پر رنگ ونگ
کب رہے دیوانے کو جینے کا مرنے کا لحاظ
صاف ہو آنکھوں میں نشہ تب ہے گلشن کی بہار
درد کے ساتی رہے ذرہ نتھرنے کا لحاظ
جب صبا نے زلف اپنی کھول دی ہے باغ میں
غیر کو رہتا نہیں دل کے کچھرنے کا لحاظ !

شاعرانِ دہر سے ایمان ہے خا
ہے فقط انکے تیس اک نام دہر نے کالیا

[۲]

نگاہ بد سے صنم کو حصار رکھے محفوظ
نہ جانیں کہ میں تعویذ بسر چڑھا باندھا
تجھے دھام ہماری دُعا رکھے محفوظ
کسو کی چیز کو تیرا بلا رکھے محفوظ
کہ اپنی جان کو اپنی دُعا رکھے محفوظ
بھلا کہو تو کوئی دل کو کیا رکھے محفوظ
تو یک ٹھس بھی بدن کو قبا رکھے محفوظ
وہ آپ حافظ و نام اگر ہو روزِ نبرد

زرا سے خود سے ایمان کیا اسے سر و کار
خدا کا نام سے بار بار رکھے محفوظ ۱۱

ردیف ع

[۱]

عارضِ دروے ز قن ہے لالہ و گردابِ شمع
طوقِ ندریں فذوقِ انگشت و تعویذِ طلا
ناف و ساق و حلقہ پا ہالہ و گردابِ شمع
ہیں یہ رشکِ آتشیں پر کار و گردابِ شمع
لطف کھتی ہے مئے یک سالہ و گردابِ شمع
ہیں مجھے تیسرے بن تجا لہ و گردابِ شمع
رشک رکھتے ہیں ہمیشہ نزالہ و گردابِ شمع
زگس و شمشاد و سبیل لالہ و گردابِ شمع
دیکھ لی ہیں شعلہ جوالہ و گردابِ شمع
جب تملک دنیا میں ہیں گنگ ناہر و گردابِ شمع
عزلِ تکر و دشمن ملول و غرقِ آب و سوختہ

کیا کروں ایمان حوضِ روشنی و گل کہ ہیں
عارضِ دُغب و غب قد اسکا لالہ و گردابِ شمع

[۲]

آہ ہر چہ کہ ہے پردہِ فالوس میں شمع جلتی ہے شونخی سے پروانہ کے افسوس میں شمع
شغلہ رو غشق بھی تیرا ہے عجب شعبہ باز داغ کی دی ہے لگا ہر ہر طاوس میں شمع
کوئی تو دیکھے مجھے محفلِ مہ روی میں کبھو سوچے ہے نت یہی اپنے دلِ بالوں میں شمع
دوری یارِ زلیں روزِ سیہ ہے میں نے آہ سوزاں کی لگا ئی رہ جاسوس میں شمع
خونِ پروانہ دمِ صبح کرے پردہِ فاش چھپ سکے تابہ کجا پردہِ سالوس میں شمع
سہرشی کا نہیں دیکھا کہیں انجامِ نجید جان دیتی ہے ندان اپنی ہی مایوس میں شمع

مچھلو پروا نہیں ایمان اگر ہے روشن
محفلِ دوست کے غم و طاوس میں شمع

[۳]

گمراہیں ہر دجست سے دلِ لیلیٰ وسیع
ہاتھ آیا قیس کے ہے دامنِ صبرا وسیع
شرق میں قنجان ہر اور غرب میں جامِ ہلال
کس قدر ہے دیکھ نرم عالمِ مسنا وسیع
نقشِ خاطر ہے زمانے کے تب اسکی سرگزشت
کوہ کن کوئل گیا تھا تختہٴ حنلہ وسیع
طفلِ اشک آنکھوں سے جاتے ہیں نکل ہر روز دیکھ
واسطے مشقِ تنہا کی صفحہٴ دریا وسیع !
دلِ مرا آیا ہے اس کا رخِ منقش سے بنگ
گوشہٴ خاطر کی چوتھائی نہیں دینا وسیع

فرش کی خلقت سے بسکہ عرشیاں وہ چند ہیں
 کب نہ ہو زیر فلک سے عالم بالا وسیع
 دھرم میں ایمان ملک گزراں کرنے کے لئے
 اک سرد سایہ بس تنگ ہودے یا وسیع

جو تیرا اے نگار ہے مجمع [۴۴] رشکِ باغ و بہار ہے مجمع
 جس کو دیکھو سو ہے دو رنگیں تر دانہ ہائے انار ہے مجمع
 بے تکلف بزرگ دستہ گلی ایک کا ایک یار ہے مجمع
 شکلِ آئینہ خانہ ہو سورت بے گزر بے غبار ہے مجمع
 ساغرِ اعلیٰ ہاتھ میں سب کے تختہ لالہ زار ہے مجمع
 جشنِ ہمیشہ کا نہ لیجے نام یہ عجب بادہ خوار ہے مجمع
 شمعِ روئی سے مثلِ پروانہ تجھ پہ یہ سب نثار ہے مجمع
 گرچہ اب زیرِ چرخِ زرگا رنگ مثل گلشن ہزار ہے مجمع

مجھ کو ایمان ایک یار سے کام
 یاں تو لیل و نہار ہے مجمع

[۵]

شام سے لے صبح تک کس کے لئے روتی ہے شمع
 نور اپنے چشم کا ہر نرم میں کھوتی ہے شمع
 کیا کسو کے ہم کو رشتے سے جگر سے کام ہے
 لوگ کہتے ہیں کہ پروانے کی کچھ ہوتی ہے شمع

شعلہ رو ہے عشق تیرا کس بلا کا دل نشیں
 داغ کو اپنے جگر کے اب تلک دھوئی ہے شمع
 برگ ریزی پر پروانہ گل کیوں نہ کہے
 اشک کے دانے زمین عشق میں بوقی ہے شمع
 جو کہ ہیں ایمان روشن دل نہیں غفلت انہیں
 ایک بھی پل کوئی شب ہر گز نہیں سوتی ہے شمع

ردیف

[۱]

یہی چاہے ہے ساقی مست نگاہ رہے دور دور چہار طرف
 گل و سبزل و زرگس دسر و سخن سے بہار چمن ہے ہزار طرف
 جیسے ماہی نہ ذرہ یہ نہر سحر کہاں ایسی شتابت سیر قمر؟
 تری گردش چشم کی ایک نظر ہی نہ ہو سکی یل و ہزار طرف
 گل و غنچہ ہزار چمن میں کہہ کرے لطف سے رنگ برگ منو
 کسی وجہ نہ ہو سکی اے پری تیرے چہرے کی ذرہ بہار طرف
 تجھے جب سے ملا ہے وہ عہد شکن میر قتل کے اس کو کھائے ہے فن
 کہیں دوست کو چھوڑ کے اے دل من نہیں کرتے ہیں غریب بار طرف
 مجھے ہے ایمان خدا کی قسم کروں دیدہ و دل کو میں فرش قدم
 کہہ مثل بہار راہ کرم آوے میگر و نگار طرف

[۲]

تم پری زاد ہو یا حور ہو تقصیر معاف
 میں اگر آپ کے نزدیک برا ہوں صاحب
 مل گئے خاک میں ہم نقش قدم کی مانند
 ہے وہی قابل فراموش ساقی واللہ
 ہاتھ سے کاوش مڑ گاں کے نہیں ہے لازم
 اور کچھ آج مجھے تم سے ہے منظور خلاص
 پھینکے گا نہ ادمہ سنگ علامت زہار
 آپ کے پاس ہی رہنے سے مجھے ہے آرام

کتے اللہ کے مغرور ہو تقصیر معاف
 پھر مسرا کا ہے کو مذکور ہو تقصیر معاف
 تم بھاکار بدستور ہو تقصیر معاف
 کچھ بھی جس شخص کو مغرور ہو تقصیر معاف
 دل میرا خانہ زنبور ہو تقصیر معاف
 شمع غفل کہیں کا فور ہو تقصیر معاف
 شیشہ دل نہ کہیں چور ہو تقصیر معاف
 سیکر پیلو سے نہ تم در ہو تقصیر معاف

عید کا روز ہے ایمان سے لیے صاحب

آج یہ عرض تو منظور ہو تقصیر معاف

[۳]

جاتا رہا بغل سے میرے گلغدار حیف
 کس خون دل سے رام ہوا تھوڑا دن ہرن
 ہر ایک شمع روپہ ہے پروانہ سنا تار
 سیراب سب چین ہوا ابر بہار سے
 کہو صبا تو غنچہ دہن سے یہی پیام
 انصاف ہے کہ غیر نہیں تیری بزم میں

تن سے نکل گیا نہ میرا جی ہزار حیف
 کیا مفت ہاتھ سے گیا آخر شکار حیف
 اپنا تو دل پہ ٹک بھی نہیں اختیار حیف
 ساقی مجھے تارے ہے اب تنگ حیف
 کرتا ہوں اب تلک میں تیرا انتظار حیف
 جوں شمع مری چشم رہی شکار حیف

در پہ ہر ایک رنج کے راحت ہے بے گماں

ایمان استدر بھی نہ کر بار بار حیف

اشک سا پاکیزہ گوہر کب رکھے بریں صدف
 مثل رجزا گر چہ یکتا ہے میں صدف
 غرق دریا ہے ولیکن لب نہیں کرتا ہے تر
 قطرہ نسیاں کا سودا رکھے ۔۔۔ میں صدف
 حسرت صاف بنا گوش بتاں سے رات دن
 گوہر اشک اپنے رکھے دیدہ تر میں صدف
 اس دردناں کے سائے کو پہنچنا ہے محال
 سا لہا ہو غوط زن گر حوض کوثر میں صدف
 پرورش کرتا نہ گوہر سے اگر کم مایہ کو !
 سینہ چاکی کے نہ پڑتا حال ابتر میں صدف
 نعل لب کی شرم سے دندان ہوئے در آب
 کیوں نہ پھر بہتا ہے اب موج گوہر میں صدف
 آب و دانہ پر ز بس قانع ہے وہ مقسوم کے
 موج دریا کو نہ آنے دے کبھو گھر میں صدف
 ہے در شہوار معنی بحر میں اشعار کے
 آئے ہے کب خاطر پاکیزہ گوہر میں صدف
 غور کر ہر بحر میں تا گوہر معنی ملے !
 پیچھے ہے خبر غوطا کب دست شناور میں صدف
 ہوتے ہیں سوراخ ہر گوہر کے دل میں آر پار
 اس صفت شرمگاہ کے ملک دیکھے ہے جبے بن صدف
 کس نہ پہنچا دے لگ ایمان اس کو روزگار
 شاہد گوہر رکھے ہے قعر بے دریں صدف

ردیف اق

[۱]

ہے سر دل میں گرہ گلگوں قبا کا اشتیاق
 جس قدر غنچہ کو ہو یاد صبا کا اشتیاق
 کہتے ہیں کھل الجوا ہر مردم بینا اسے
 ہے مہری آنکھوں کو تیکر خاک پا کا اشتیاق
 سر پہ تیکر تلج کر مٹا دھما ہے لے خبر
 کیوں تجھے ہے سایہ بال ہما کا اشتیاق
 کشتہ الفت ہو یہ جو ہر ہے سب کا بادشاہ
 مت رکھ اپنے دل میں ہرگز کیمیا کا اشتیاق
 عاشقوں کی جان کے لالے پٹے ہیں رات دن
 دلبروں کو بسکہ ہے رنگ حنا کا اشتیاق
 میسر گھر میں سو رہا مستی میں اپنا گھر سمجھ
 آج ہی پورا ہوا ہے ساہا کا اشتیاق
 فیض سے جس کے قدم کے ہووے عالم شکستیں
 ہے تجھے ایسا اب اُس رہنما کا اشتیاق

[۲]

شکر خدا کہ دور ہوا یک قلم فراق	ہو ہوتا تھا گرچہ نامہ سے فی الجملہ کم فراق
عاشق پہ تیکر کہنے ہے شیخ دو دیم فراق	آم آمد و شدِ نفس نہیں میتہ کے درمیاں
غیر سیبہ کی کھائے ہے جس کی قسم فراق	کیا کیا کر کے وہ اپنے شب تار کا بیان

پردانہ اور شمع کا روشن ہے ارتباط
 پختہ دے ہاں نسیم بہاری کو باغ میں
 جوں شمع تن پہ گھل کے ہے ہے تمام شب
 بہت سے مجھ کو وصل سے تیرا صدم فراق
 دل کی پیش دکھائیں پھر تجھ کو ہم فراق
 ہونٹوں پہ جان لائی ہے تا میں دم فراق
 ایمان تو ہے اشک رواں ہو تو ساتھ ساتھ
 آہ رسا کالے کے چلے ہے علم فراق

[۳]

تیسرا جناب میں اب یہ ہے التجا فراق
 کسوں نگار کی دیکھی ہے انگلیوں اوپر
 خضای ہاتھ میں رہتی ہے اس رنگی کے
 نہ ہوں میں قدموں سے اسکی کھوج یا رب
 میرا ہوا کے مہامت لگا حنا فراق
 ہے تو شمع پہلے باندھی ہے خوشنما فراق
 جو باندھوں پنجرہ شاہ کو ہے بجا فراق
 اٹھا کے ہاتھ پہ مانگے ہے نت دعا فراق

تیسرا ہے ریختہ ایمان دل میں ناخن زن

عجب تراش سے باندھا ہے بجا فراق

ردیف (۱)

ساقی بھلا کیا میرا دل ہو کب تلک
 پہنچا نہ ایک جام بھی مجھ تشنہ لب تلک
 بے رحم پوچھ مت میرے احوال کی خبر
 مرنا ہوں تیرے واسطے جیتا ہوں جب تلک
 کل دل نے یہ کہا مجھے کوئی دنوں میں اب
 پہنچے ہے تیرا کام جس عیش و طرب تلک
 وہ جشن وہ نشاط تیرے گھر ہو جو گیمو ۱۱
 آدم سے لے کوئی نہ کیا ہو سے اب تلک

دولت سراے کے بترے ہر ایک مکان میں
 قائم سے لے کے فرش ہو یکسر قصب تلک
 آئینہ رو ہوں یہاں ستین تیسر حضور میں
 شہرہ ہو جن کا چین سے لے کر حلب تلک
 جام شراب بزم میں جیسے ہلال عیب
 نزدیک یا بعید ہو پہنچے ہے سب تلک
 مہتاب رو ہے گود میں لے شب سے تا بروز
 اور ناچ راگ رنگ ہے ہر روز شب تلک
 تب میں کہا وہ کون ہے راحت کر جس کا یہاں
 --- مال ہو دے نہ رنج و تعب تلک
 اے دل حباب دار تو چشم طمع نہ کھول !
 دم کا کسے بھروسہ ہے اسے یار تب تلک
 کیا دیکھتا ہے ذات کو ایمان عشق میں
 یاں بوچھے نہیں ہیں حسب اور نسب تلک

{ ۲ }

منظر چشم میں شاید تو نہ ٹھہرے اشک
 احتیاطاً ہیں یہ پلکوں کے کٹھک اے اشک
 بسکہ ہیں رنگ طلائی رخِ دلدار کے محو
 نخت دل اپنے ہیں یک لخت سنہرے اشک
 بھر گئے ایک تیسرے سیل کے ہر آنے سے
 خلق میں جتنے کہ تالاب تھے گہرے اے اشک

بسکہ دریا سے زیادہ ہے تیرا جوش و خروش
 کان عالم کے ہوئے شور سے پہلے اے اشک
 فوج غم پر یہی ایمان کا ہے فسح نشان
 کھولی دے دامن مرثکان کے پھریرے اشک

[۳]

مجلس میں دلبروں کی نہ جاؤں کہاں تلک
 دل کے تیس بغل میں چھپاؤں کہاں تلک
 اس روٹھ روٹھ جانے سے بیزار ہو گیا
 صدقے نثار ہو کے مٹاؤں کہاں تلک
 غمزہ، ادا، نگاہ، تبسم، حرام سے
 میں ایک اپنی جان بچاؤں کہاں تلک
 ہر استخوان ہے شمع کی مانند شعلہ زن
 جنگل سلگ گیا ہے بجھاؤں کہاں تلک
 ہر روز تیسرے واسطے اے جان عاشقاں
 اک تازہ دل بھر کتالے آؤں کہاں تلک
 خط آنے سے تو اور بھی سودا بھڑک گیا
 قیمت کئی میں لکھ کر مٹاؤں کہاں تلک
 ایمان اب تو ناک میں آیا ہے جی سیرا
 نکوٹے دمبدم کے اٹھاؤں کہاں تلک

[۴]

ہے وصل و ہجر میں اپنا دماغ تازہ و خشک
 کہ جوں بہار خزاں میں ہو بلغ تازہ و خشک

لکھا ہوں نامہ اشفاق کا جواب یہی !!
 کچھ ایک سینہ پہ اب تک ہیں داغ تازہ خشک
 تھی کس کے باغ میں گلچیں یہ رات فرماش
 پھرے تھا دیکھتالے کر چہراغ تازہ و خشک
 مزاج جب سے کہ ایان کا ہوا موزوں
 لکھے ہے شعر سراپا قداغ تازہ و خشک

[۵]

اے نظر باز نہ چاہ سبب غمک میں جھانک
 جلوہ بو قلموں ہے خم افلاک میں جھانک
 روکشِ رخنہ دیوار گلستاں ہے گا !!
 لالہ رو آ کے سیکر سینہ صد چاک میں جھانک
 حورِ جنت کی طرف تاک لگایا ہے غبٹ
 ملک تو اے شیخ تو مینائے منے تاک میں جھانک
 خاک کے بیج ملا دیوے گی بیشک تجھ کو
 زارِ ہا اب نہ کبھو کیسہ زریا یک میں جھانک
 دیکھ تو کیا ہی تکر عشق کا پھولا ہے چمن
 ملک تو ایان کے پیارے دل غمناک میں جھانک

—

دل سے نہیں گئی ہوس دید اب تلک
عقل و ہنر حیات ابد ہے کہ دہر میں
گردش کو ننگے چشم کی دیکھا تھا ایک ن
ہر چند سدا آتش نمرود ہو چکی !!
مجھ سے وہی ہے جنگ وہی بد زبانیاں
مجھ سے تو راز عشق کا افشا نہیں ہوا
آیا نہ مجھ طرف وہ مہ عید اب تلک
مشہور جام سے تو ہے ہمیشہ اب تلک
تب سے پڑا ہے چرخ میں نور شید اب تلک
شعلہ کو تری خو کی ہے تقلید اب تلک
منظور ہے رقیب کی تائب اب تلک
لیکن چلے ہی جائے ہے تاکید اب تلک

ایمان سے دل کی بر آئی ہے آرزو
اسکے کرم سے میں نہیں نومید اب تلک
[۷]

کون دل سوختہ بادیدہ نم ہے تہ خاک
سوت پانے کی جو ہر ایک قدم ہے تہ خاک
ظاہر اربخ و غم و حساد تہ کم ہے تہ خاک
جو ترقی پہ سدا ملک عدم ہے تہ خاک
سیر گلزار کی ز نہار نہیں مجھ کو ہوس
جب تک اسے بزم نشینو دل ہم ہے تہ خاک
جان دی قامت دلدار کے غم میں جس نے
عیش اسے عالم بالا سے بہم ہے تہ خاک
اب روے جو رہ کب چشم وہ کرتا ہے سیاہ
دھیان میں جبکہ تیری تیغ کا خم ہے تہ خاک
ہے پس ازم گ تیری حسرت دیدار جسے
نالہ ہر ایک اسے تیغ دو دم ہے تہ خاک

جس نے ہونٹوں پہ دیا یار کے جان شیریں
 اسکو ہستی سے مزید ارحم ہے تہ خاک
 جھ سے کل گور غریباں میں کہا عقل نے یوں
 اور کچھ یاں نہ سوا حسرت و غم ہے تہ خاک
 پھر تو دو تین مزاروں کو دکھا کر یہ کہہ سکا
 یہ فریادیں یہ سیادشیں یہ جم ہے تہ خاک
 دیکھ تو ان کا ملک انجام چشم غبرت
 اب کہاں دولت و اقبال و چشم ہے تہ خاک
 دولت عشق سے ایمان ہیں بعد فنا
 دل پر داغ ہے دک کینج درم ہے تہ خاک

روایت گ (۱)

نور شید نکل شرق سے جس طور ہو مگر نگ
 ہر صبح تنکری چہرہ پہ یوں آوے تل رنگ
 بیٹھی ہے پری آنکھ لڑاتی ہوئی گویا !
 شیشہ میں دکھاتی ہے عجب طرح کامل رنگ
 ہے باد بہاری کے موج سے یہ عرفان
 توڑے ہے کوئی دن میں ہر ایک شاخ کا پل رنگ
 اٹھتا ہے غبار اب پر طائوس سے ہم چشم
 تا موج ہوا صحن سے گلشن کے ہے گل رنگ
 ایکن ہر ایک مرغ چمن نغمہ سدا ہے
 ڈالی ہے پہاڑ آنے سے کچھ روز سی غلاف رنگ

ردیف ل

[۱]

رکھے نہ فقط جام سے یاں دیدہ ترمل !
 دامن میں سدا اپنے رکھے لخت جگر گل
 ہو پیش قدم ایک اگر آب کا قطرہ
 جوں آبلہ لازم ہے کہ آراستہ کر گل
 یوں حسن ہے اسکا شب ہفتاب سے ہم رنگ
 جس طرح کہیں شیریں جاوے ہے شکر گل
 پیروی میں بھی اب داغ مسکردل کا ہے روشن
 یہاں شمع بھی ہوتی نہیں ہے وقت سحر گل
 دیکھوں ہوں سدا بزم میں اس آئینہ رو کو
 پارہ کی طرح جائے ادھر اور ادھر وصل
 مجنوں کے نہ اک غم میں ہے گل چاک گریباں
 صحرا میں ہونے خار بھی ہیں خاک پر گل
 جب بند قباوا کرے ایمان وہ گل رو
 غنچہ بھی وہیں باغ میں جائے ہیں ادھر گل

[۲]

باغ میں چل اے نگار آیا سنگام گل
 مٹے سے ضرب کے ہزار بھر بھر ہیں جام گل

آئی نسیم بہار گلشن میں صبح دم
 سن کے ہوئے شاو بلبل پینام گل
 چاہتے ایسا کمال پیدا کریں عشق میں
 جس میں ہو اے عذیب روشن اب نام گل
 مت یہ شفق سُرخ جان دا من پر چرخ کے
 کرتی ہے اب بیشمار غور زری شام گل
 پہنچی ہے فصل بہار بلبل زو جمع کمر
 فیضِ رساں ہے مدام سب پر انعام گل
 دیکھ لب جوئے بار اوپر کس کس روش
 کرتے ہیں ناز و خدام سب گل اندام گل
 رنگ چمن بیقران لہ بس ایماں ہے
 اڑ گئے اپنے حواس سن کر احجام گل

[۳]

ٹٹک دیکھ تو پہنچا ہے کہاں سلسلہ دل
 کاکل سے نہیں یک سر مو فاصلہ دل
 اس کے دم غور زری کا ٹٹک لیوے جو بوسہ
 وہ تیغ کہاں اور کہاں حوصلہ دل
 کیا شرح کروں درد جدائی کی مصیبت
 یکتا ہے پڑا شام و سحر آبلہ دل
 تو یوسف ثانی ہے کہ لے جس نیلاب
 پھرتے ہیں تسک کو چہر میں سہر قافلہ دل

ان دونوں نے ایمان کیا مجھکو ہے تاراج
اب چشم کا شکوہ میں کروں یا نگہ دہل

[۴]

وہ سرو قد جو گھر کو چلا اٹھ چمن سے کل
تمسری کی جاں نکل ہی گئی وین تن سے کل
کیا ہی صبا نے اسکی اڑائی ہے دھجیاں
غنیہ ظرف سے ہوا تھا کسی کے دہن سے کل
زلف میں جبکہ چہرہ روشن پھیا لیا
عالم سیاہ ہو گیا سورج گہن سے کل
ہستاب روکے میں قدر عنا کو یاد کر
رویا لیٹ کے بلغ میں سرو سمن سے کل
پامال کر کے خاک میں ظالم چلا گیا
ناگجا جو اپنے دل کو میں سے دل شکن سے کل
اس کے مزار سے گل و نسریں اگے ہیں آج
گاڑھا تھا جس شہید کو ثونی کفن سے کل
پھر آج کیوں کہوں کہ کسی سے نہ بات کر
ملزم ہوا تھا آپ میں اپنے سخن سے کل
بالمیں سے مسکر کیوں پر بلبل نہ نکلیں آج
مہم خواب خواب میں تھا کسی گلبدن سے کل
ایمان ماہ رو مجھے ناگاہ مل گئی
نکلا جو اپنے رات میں بیت الحرمین سے کل

[۵]

دشتِ دشت میں نکل جاتے ہیں قاتل کے بل
 پاؤں میں چھالے پڑے ہیں زہر و عاجل کے حل
 بسکہ ہے علامہ وہ اب سب فنون و علم ہیں
 بات میں ہے ہونٹ والے ہی ہر اک کامل کے حل
 عاشقوں کے کشت و خون کا کچھ نہیں ہوتا شمار
 جا بجا اب ہو گئے ہیں ہاتھ سے قاتل کے حل
 یار اگر دریا یہ گزرے کھول کر بند قبیل
 جی سے نکلے سب غبار اور عقدے ہوں ساحل
 نام لے شکل کشا کا جنگ میں ہو فتح باب
 ہیں مدد ایہاں تجھ کو اس شہِ عادل کے دل

[۶]

جسے کہے جامِ جہاں ناسو نہیں جہاں میں سوائے دل
 بخدا اگر اپنے خیال میں یہ از آئینہ ہے صفے دل
 کوئی آتا عالمِ غیب کا نہ غریب ملک شہود میں
 جو یہ غصروں کی چہار سو میں نہ ہوتی آہ سرِ دل
 نہیں کوئی ایسا چمن میں گل کہ ہزار کا نہ ہو آشنا
 کسی فنیہ لب کے تو ساتھ یاں کوئی کس طرح سے لگائے دل
 تیرے عشق کا ہے جسے مرض نہ طیب ہے اسے غرض
 نہ تلاش اور علاج کر کہ ہے دل دی ہی دو لمبے دل

شبِ دروز کی تسری پھر کیاں یہ غضب میں میری بھلا
 مجھے کھینچنی پڑی ذلت اب کئی طرح کی ہے براے دل
 نہ بزمِ غنیمتِ شگفتگی وہ رہی ہے یا غ و بہار سے
 کہ ہے ایک آبلہ آتشِ مہکاب تو پہلو میں جلے دل
 نہ رہی ہمیں ایمان کچھ ہوس و ہوائے گل و چمن
 کہ جہاں و اہل جہاں سے کوئی جس طرح کہ اٹھائے دل

[۷]

دیکھا نہ میں نے کدھر گیا دل ایسا یکایک جاتا رہا دل
 لیتا ہے بوسہ تیغِ دو دم کا صدمہ مر جا دل صدمہ مر جا دل
 مجھ پر یہ بیدار کیونکر روا ہے انصاف کیجھو اے شاہِ عادل
 پالاتا تھا میں نے تجھ کو بغل میں اے بے وفادل اے بے وفادل
 اب تو ستائے جس طرح چاہے سمجھیں گے اک دن ہم بھی بھلا دل
 ضل بہانِ گلشن میں آئی کرتے ہیں نغمے ہر سوغا دل

چلے نہ ایمان سیرِ چمن کو
 گھر میں نہایت اب تو رہا دل

[۸]

ہر بان پاتے نہیں تیکڑیں یک آن ہم
 پھر بھلا دل کے نکالیں کس طرح ارمان ہم
 ہر قدم پر جس کے اعجازِ میمانی ندا
 اس ادا اس ناز اس زقار کے قربان ہم

عمر بھر ساقی نہ چھوڑیں میکدہ کی بندگی
 ایک ہی پیانے پر کرتے ہیں یہ پیانہ صم
 کوئی تو دعوت بتا دو اس طرح کی شیخ جی
 ایک شب تو اپنے گھر اسکو رکھیں وہاں ہم
 ہاں مگر صلوات پڑھنا دیکھ تجھ کو دسبم
 اور کیا رکھتے ہیں تیری شان کے شایان ہم
 جی میں ہے برپا کریں رنجیر کا غل اے جنوں
 وادی جنوں کو دیکھیں کس طرح سنسان ہم
 رات دن صحبت ہے جنکو بے تکلف آپے
 پوچھنا کیا وہ تو بہتر جلا ہیں اے جان ہم
 تو نے زردیدہ نگاہیں جب لڑائیں غیر سے
 ہو گئے ناچار پیارے جان کر احباب ہم
 ہم نشیں سرکار کے ہی جا بجا غماز ہیں !!
 کچھ تحقیق اسے کرتے نہیں بہتان ہم
 سیر کو آتا ہے وہ ایمان جا کر باغ میں
 کھول دیویں چار دن آگے ہی گل کے کان ہم

[۲]

لافٹا ہے ہم سے اب وہ صنم اور صنم سے ہم
 رکھتا ہے عشق جس سے حرم اور حرم سے ہم
 اس رنگ اتحاد پر کیوں کر نہ ہو فدا
 ہندی سے خوش ہیں اس کے قدم اور قدم ہم

اخلاص کیونکہ اس بت پیمان شکن سے ہو
 لرزے ہے جسکی غو سے قسم اور قسم سے ہم
 تو وہ ہے اس زمانے میں سفاک بادِ شعار
 مانگے پناہ جس سے ستم اور ستم سے ہم
 بادِ بہار ہم تسکِ شتاق کیوں نہ ہوں
 گل گل شگفتہ تجھ سے ارم اور ارم سے ہم
 کیونکر نہ الفت کی تم سے رکھیں امید
 والبتہ آپ سے ہے کرم اور کرم سے ہم
 ایساں فکرِ شعر میں رکھتے ہیں اتفاق
 دل سے قلم قلم سے رقم اور رقم سے ہم
 [۳]

یہ دمبدم کہے ہے جگر اور جگر سے ہم
 والبتہ تیغِ یار سے سر اور سر سے ہم
 ہے بے ثبات ہستی مہموم اس قدر
 نسبت رکھے ہے جی سے شرر اور شرر سے ہم
 وہ باغِ حسن ہے توں دایا کہ جیسے اب
 گل گل شگفتہ ہووے نظر اور نظر سے ہم
 اتنا ہے دلفریب دہن جسکی فکر میں
 باریک تر ہے مو سے کمر اور کمر سے ہم
 رکھتے ہیں قول و فعل کا الفت میں اتحاد
 دل سے زبان زبان سے جگر اور جگر سے ہم

جانا شب وصال کا آفت ہے اور غصب
 ہے چاک حیب جس سے سحر اور سحر سے ہم
 الہام یا کہ بہن و خارا ہے اے صنم
 عا جس نے تیکر دل سے اثر اور اثر سے ہم
 ابرو کمان و نیچر تیری نگاہ کا
 مانگے پناہ جس سے سپر اور سپر سے ہم
 وعدہ کی شب شمار کی خاطر رکھیں ہیں ربط
 پل سے گھڑی گھڑی سے پیر اور پیر سے ہم
 تو وہ ہے آفتاب سپر حال کا !!
 لے نور تیکر رخ سے تھر اور تھر سے ہم
 نام و نشان کے واسطے آیان کو حق
 مشہور ہے جہاں میں ہنر اور ہنر سے ہم

[۲]

نظریں لڑا چکے ہیں اگرچہ پری سے ہم
 دُرتے ہیں تیری آنکھوں کی جادو گری سے ہم
 اس سرو قد کے عشق میں مسرور ہیں مدام
 قمری کی طرح کسوت خاکستری سے ہم
 نعل و پلک اشک خوں آلودہ تو نہیں
 پوچھیں گے ایک روز کسی جہری سے ہم
 ساعت وہی ہے نیک بے جیکہ ماہ رو
 زہرہ سے کام رکھتے ہیں نہ مشتری سے ہم

غیر کا حال بدل نہ کہیں گل کے کان میں
 بادِ سحر کی ڈرتے ہیں پردہ دری سے ہم
 فتنہ اٹھاتے گزری ہے ہر دن رقیب کو
 مل بیٹھیں ایسے کیونکہ بجلا منتری سے ہم
 پروانہ اور شمع جلیں دونوں رشک سے
 ہوں کامیاب جب تری ہم بستی سے ہم
 یادِ چراغ ہے نفس عیسوی یہاں
 پاتے ہیں جان تازہ تیری دہری سے ہم
 ایمان گزری بادیہ پیانی میں جو عمر
 بیزار ایسی دولت اسکندری سے ہم

[۵]

آپ کا اظاف اگر پائیں ہم ۱۱
 اب کے تکرہاں سے اگر جائیں ہم
 تو ہی اگر پاس ہو دے جان جان
 اپنے ہی دل نے یہ خرابہ کیا
 الہِ خجالت سے ہو شبنم میں غرق
 کہتا ہے چل دور ہو یہ کون ہے
 منزلِ مقصد کو الہی دیکھا
 اپنے تو یہاں زر ہے، زرافسوں ہے کچھ
 غنیر کے گھر کا ہے کو پھر جائیں ہم
 شرط ہے یہ پھر نہ کھو آئیں ہم
 زیست سے پھر کا ہے کو گھر آئیں ہم
 غیر پر کس واسطے بچھڑائیں ہم
 داغِ جگر اپنے جو دکھلا میں ہم :
 ٹہر کے درپہ جو کہیں آئیں ہم
 شل جبرس کب تین چلائیں ہم
 کیوں کہ دلارام کو پر جائیں ہم
 خون جگر پیتے ہی ایک عمر ہوئی
 کب تک ایمان یہ غم کھائیں ہم

[۶]

تیرا ہی نہ ہواں سرکٹے ہے تہ قلم
 ہزار ہوں اس جا پہ بے گناہ قلم
 شبیر زلف کی ہزار بھی نہ کھینچ سکا
 کہ وہ مصور قدرت کا ہے سیاہ قلم
 ہی عیب ہے دنیا میں دوزبانی کا
 ہوا ہے ایسی ہی باتوں سے رو سیاہ قلم
 نہ بزم جہاں بیچ طبع روشن کو
 کہ یہاں کریں ہیں سر شمع خواہ خواہ قلم
 ب خط بتاں باوجود چاک جگر
 عجب تراش سے کرتا ہے سر براہ قلم
 مست بستہ نہ ہو کیونکہ یہ غزل تحریر
 کہ اپنے ہاتھ میں آتا ہے گاہ گاہ قلم

کچھ ایک شش سخی صاف ہوتا ہی ایمان
 رواں ہو صفحہ کاغذ پہ سال و ماہ قلم

[۷]

سیری نہ ہو دے تب بھی اگر ہوں میں چار چشم
 ہوویں ہزار میں کی طرح گر ہزار چشم
 رویا ہوں تیری یاد میں یاں تک کہ جیوں جیواں
 پھرتے ہیں دوش آب ہر آب پر اب تک سو چشم
 ہے عیب جس کی نظروں سے گلو رنگ شمع
 مژگان سے سیر ہن میں رکھے ہے وہ چار چشم
 پاتے ہیں نقش پا کا تیری جس جگہ سراغ
 چھانی ہے اپنے پردوں سے واں کا غبار چشم
 ایمان عین نور سے ملو ہے مثل ماہ
 نور شید رو کی جبت ہے آئینہ دار چشم

[۸]

کرے کہو تو یہ کس منہ پہنے خاکسار سلام
 کہ دل پہ آئینہ رو کے ہو جب عیار سلام
 وہ کب کسو کے تئیں دیوے سرو قد تعظیم
 کہ شاخ گل کرے جھک کر جسے ہزار سلام
 ہمیں وہ نامہ کہاں بھیجتا ہے اب جس نے
 لکھا نہ غیر کے بھی خط میں ایک بار سلام
 یہ مشقت خاک بھی ہو سر بلند تا فلک
 کبھو جو لیوے ہمارا وہ شہسوار سلام
 فقط نہ سرو ہے ایہاں اس کا خبرائی
 کہ بید بچنوں بھی کرتا ہے بے شمار سلام

[۹]

گل کھلے باغ میں تو بھی چیل اے صنم
 بلبل اب پیچھے کرتی ہے دم بدم
 جو کوئی روز و شب بندگی میں رہے
 اس پہ اے بے وفا کب روا ہے ستم
 سب کے ہاں جلوہ گر مثل مہ تو ہوا
 اس طرف بھی کبھو دلربا کر کرم
 اے فلک مجھکو ہی یار سے ہجر ہو
 بلبل و گل رہیں باغ میں نت بہم
 فرشتہ رہ چشم کریں کروں شوق سے
 رنجہ گر اس طرف وہ کرے ملک قدم

ترک کر عشق کو بیٹھے ایک طرف
جی خفا ہو گیا تابہ کئے ربخ و غم !!
بجر کا آشنا بسکہ ہے خوب ہی
یکوں نہ ایمان سے ریختہ ہو رحم

[۱۰]

اے خذیب از بس ہیں دلفگار ہم تم
م فرستی زیادہ دیکھیں تو کسکو ہے یاں
وہ رتیں کہ دل میں آویں سولیاں تیں
یہ لے اشک میرا از بسکہ درمیاں تیں
نا لے چین میں کر لیں بے اختیار ہم تم
کر لیں جناب اپنے دم کا شمار ہم تم
جس وقت اے پیارے ہو دیں دوچار ہم تم
اے آشنا ہمیشہ ہیں وار پار ہم تم !!
آپس میں روٹھتے ہیں پیارے ہزار ہم تم
اے ابرو کے رو دیں اب زار زار ہم تم

مثل ز جاج ساعت ایمان مل کے باہم
جا کے کرین کسی دن دل کا غبار ہم تم

(۱) رولیف ن

عمرہ ہستی میں کچھ مختار ہوں بھی اور نہیں
سایہ آسا صاحب رفتار ہوں بھی اور نہیں
حوصلہ روشن ہے میرا تجھ پہ اے نور شید رو
مثل شبنم لائق دیدار ہوں بھیا اور نہیں
وصل سے ہوں دور اب تک باوجود اتحاد
ساغر مے کی طرح میخوار ہوں بھی اور نہیں
سلسلہ میں کفر و دیں کے رشتہ تسبیح سا
زادہ میں صاحب زار ہوں بھی اور نہیں

سہرے پاتک داغ ہوں تجھ بزم میں اس رشک سے
 شمع سان میں قابل گفتار ہوں بھی اور نہیں
 کیا کروں ایتار جب آوے وہ رشک نو بہار
 غنچہ گل کی طرح زردار ہوں بھی اور نہیں
 ہر جگہ طاووس کی مانند چار دن فصل میں
 یک چمن میں صورت گلزار ہوں بھی اور نہیں
 واسطے حور و جفا کے اور بزم عیش کے
 میں تجھے اے بے وفادر کار ہوں بھی اور نہیں
 کیوں کر پہچانے کوئی ایساں جو ہر کوس میسر
 روح کی مانند کچھ اظہار ہوں بھی اور نہیں

[۲]

شب کو تجھ بن جوئیٹ داغ جگر جلتے ہیں
 شمع کی طرح سے ہم تاپہ سحر جلتے ہیں
 آشیانہ خس و خاشاک، باندھ اے بلبل
 آتش رگیں ہی سے اس باغ میں گھر جلتے ہیں
 باوجود یکہ نہیں فرصت یک چشم زدن
 اتنی ہستی پہ بھی ہم مثل شر جلتے ہیں
 شعلہ حسن تیرا جب سے ہوا بزم افروز
 رشتہ شمع صفت تار نظر جلتے ہیں !!
 سوزش و عشق کو اسے بھروسہ آسان نہ سمجھ
 یہ وہ آتش ہے سمندر کے بھی پر جلتے ہیں

آبِ گرمیہ نے بھی جیون شمع نہ چھڑکا ہم پر
 باوجودیکہ رکھیں دیدہ تر جلتے ہیں !
 بلکہ ایمان کی ہے شعلہ نہ بانی روشن
 گرمی شمع سے سب اہل ہنر جلتے ہیں

میں اس کا قدیم بیتلا ہوں [۳] عاشق ہوں خدا ہوں با وفا ہوں
 آنکار شباب سے میں اس کا دیوانہ و محو ہر ادا ہوں !
 غمزہ، عشوہ، کوسشمہ و ناز کس کس انداز کو سہا ہوں
 یوں مجھ سے ملیں ہزار گمروہ پر میں نہ کسی کو دل سے چاہوں
 اس نے کی ہے اگرچہ رنجش میں ملک بھی تھا نہیں ہوا ہوں
 ہو اس کی طرف سے بے وفائی پر اپنی طرف سے میں نبا ہوں
 خسرو کو نہ مانے جب وہ شیریں بیچارہ غریب میں توکی ہوں
 ایمان بقول حضرت درددان اتنا میں خوب جانتا ہوں

بیگانہ وہ مجھ سے پھرے ہے
 تقیر یہ ہے کہ آشنا ہوں

[۴]

پری رو عاشقوں کو یوح دیوانے بناتے ہیں
 وہ کیفی آنکھڑیاں دکھلا کے ستانے بناتے ہیں
 ہو س اس لب کے بوسہ کی نہیں جاتی قیامت تک
 ہماری خاک سے اب تک بھی پیمانے بناتے ہیں
 تصور میں ترے دانتوں کے جب روتے ہیں جیوتیاں
 ہم اپنے آنسوؤں کو صاف دھوانے بناتے ہیں

بتوں کے عشق سے باز آ خدا کے واسطے اسے دل
 یہ کافر مسجدوں کو توڑتے خانے بناتے ہیں
 حجاب اسما نہیں پائنداری عذابِ جہنم ہستی میں
 دیوانے ہیں یہ منعم یہاں جو کاشانے بناتے ہیں
 ہوا قصہ پرانا بسکہ اب فرہاد و مجنوں کا
 ہمارے عشق کے عالم میں انسانے بناتے ہیں
 صنم کے زلف کا ایمان کیونکر بال ہو بیگما
 کہ اپنے پیچھے مڑ گان سے ہم شانے بناتے ہیں
 [۵]

گو کہ ہم لائق تعزیر و گنہ گار تو ہیں !
 تیری بخشش کے غرض پھر بھی سزاوار تو ہیں
 ابھی پردے سے نکل آئیں تو غش کھا کے گریں
 لاکھ ہم اپنی جگہ گرچہ خبردار تو ہیں ۱۱
 کیا کہیں اپنی وفاداری و دانائی کو ۱۱
 اب تلک دامِ محبت میں گرفتار تو ہیں
 گو کہ کچھ اور نہیں ہیں یہ غزل خوان تیسرے
 شورِ بلبل کی طرح رونق گلزار تو ہیں ۱۱
 اس قدر کیا ہے صبا تجھ کو ہوا ہے گلشن
 ہم بھی چلنے کو تیرے ساتھ ہی تیار تو ہیں

نہ یہاں زور نہ زور ہے نہ ہنر ہے نہ فسوں
 کیا کریں ہم کہ سبھی طرح سے ناحیاں تو ہیں
 جی کسی طرح سے بھرتا ہی نہیں اسے نا صح
 ہم بھی قائل ہیں کہ معشوق دل آزار تو ہیں
 کچھ کبھو ہم کو بھی ارشاد ہوا ہے شیریں لب
 خوانِ نعمت کے تیسرے ہم ہی نمک خوار تو ہیں
 گو کہ ایساں تجلی نہیں ہوتا ذرہ !!
 ہم بھی موسیٰ کی طرح طالبِ دیدار تو ہیں
 [۶]

ناتوانی کے سبب اب لب سے دم بڑھتا نہیں
 دل تو بڑھتا ہے بہت لیکن قدم بڑھتا نہیں
 شوق نے مجھ کو بڑھایا بار بار بے اختیار
 پر ادھر سے ہائے وہ کافر صم بڑھتا نہیں
 حسن کو اس کے ترقی ہے تو میکے عشق کو
 دیکھئے جو غور سے تو یہ بھی کم بڑھتا نہیں
 دفترِ ہستی میں مثلِ صفر کو دیکھا حساب
 بن گھٹائے آپ کو کوئی رقم بڑھتا نہیں
 خونِ دل کی وہ شفقِ ریزی کے تیس دیکھو تو اب
 تاسرِ مژگاں کبھو آنکھوں سے نم بڑھتا نہیں
 کھینچ کر زلفِ گرہ گیر اسکی مانی نے کہا
 یک سر مویاں سے اب آگے قلم بڑھتا نہیں

کون چڑھ سکتا ہے منہ ایمان فوج عشق کے
یہ وہ میدان ہے کہ خسر کا علم بڑھتا نہیں

[۷]

مگر نہ اُلکی ہو تیری زلف کی زنجیر میں جان
آہ جاتی رہے ایک نالہ شب گیر میں جان
آب حیاں سے بچا ہے مگر اس کا پیمان
تازہ پڑتی ہے تکر تیسرے نچیر میں جان
وہ جو گستاخ ہیں کیا بات ہے ان کی پیارے
یاں تو جاتی ہے نکل ایک ہی تقیر میں جان
اس طرف بھی تو کسی روز کجماں ابرو چل
نہ رہے عید حرم کی کہیں تجھ تیر میں جان
آوے جس دم کہ تو اعجاز مسیحائی پر
بات کہتے ہیں پڑے قالب تصویر میں جان
اب جو وہ ہنس کے ملاتا ہے لگا ہیں ایدھر
کچھ تو پھونکی ہے میری آہ نے تاثیر میں جان
شعر ہوتا ہے کب ایمان کسو کے دل چپ
جب تلک معنی شیریں نہ ہو تحریر میں جان

[۸]

آنکھوں کے تیکر ویسے ہی بیمار ہیں سو ہیں
سارے طیب درپئے آزار ہیں سو ہیں
لب پز چشم گرچہ ہیں آب سر شک سے
لیکن ہنوز تشنہ دیدار ہیں سو ہیں

درکار نہیں ہے ساغر لبیرِ ساقیا
 ہم تیکر لعل لب کے طلبگار ہیں سو ہیں
 دیدار کا تو روز قیامت ہے انتظار
 اب تک وہ مجھ سے وعدہ و اقرار ہیں سو ہیں
 اب وہ کہاں ہو اوہوس وہ دل و دماغ
 وہ ہی اگرچہ بلبل و گلزار ہیں سو ہیں
 کیدم گیا وہ ناقہ لیلیٰ کہاں ہے قیس
 ہر چند وہ ہی جنگل و کھار ہیں سو ہیں
 مت جانو خموں کو نہیں کر گئے حریف
 وہ ہی شراب اور وہ میخوار ہیں سو ہیں
 ایمان گر ہیں اہل خرابات زشت کار
 پر رحمت خدا کے سزاوار ہیں سو ہیں

[۹]

یاں آج اگر یار و بیداد ہے اور میں ہوں
 کل حشر کے میدان میں جلا دے اور میں ہوں
 وحشت نے میری یاں تک خوں جوش میں لایا
 اک عمر سے ناصح فساد ہے اور میں ہوں
 وہ دن گئے جو دھو میں کرتے تھے ہم اے بلبل
 اب فصل بہاری میں فریاد ہے اور میں ہوں
 دیکھیں تو بھلا کس کا رہتا ہے قدم ثابت
 اس کوہ و بیاباں میں فریاد ہے اور میں ہوں

زہار امیری کا کچھ غم ہی نہیں مجھ کو
 صد شکر کہ ہم صحت میاں ہے اور میاںوں
 ہر چند نہیں ملتا ہوتا ہے کئی دن سے
 اس شیشہ خوں گر کی اب یاد ہے اور میاںوں
 ایمانِ علاقہ کے پابند ہزاروں میں !!
 آزاد گلستاں میں شمشاد ہے اور میں ہوں
 تیری زلف نے بسایا ہے عجب ختن چمن میں
 کمر ایک غنچہ نافہ ہو گیا چمن چمن میں !!
 بروبال کی بچا پروانہ تھے ہے شمع گل سے
 کہ نئی لگے ہے بلبل اب تیری لگن چمن میں
 وہیں بولے گل سے برہم ہو گیا دماغِ بلدستان
 تو نے رات کو اتارا جوں ہی پیرہن چمن میں
 ہوئے عندلیب شیدا تیرا دیکھ مسکرانا
 کہ کہاں کلی نے پایا یہ لب و دہن چمن میں
 تنگ ناخن ایک کو بچا وہ نہ پہنچے اسے پیارے
 جو ہزار بار پھولے گلِ نسترن چمن میں
 دل تنگ سے مشابہ ہے وہاں ہر ایک غنچہ
 نہ خیال سیر کیجھو تو اے گلبدن چمن میں
 نہ خزاں سے تنگ دل ہے نہ بہار سے شگفتہ
 کہ تو پہلے ہی سے ایمان تو کیا وطن چمن میں

[۱۱]

دم غنیت جان ملے زندگانی پھر کہاں
چار دن میں آہ اتنی بھی جوانی پھر کہاں
دیدہ انصاف سے ملک دیکھ لے تخت پناہ
حسن جس دن ڈھل گیا یہ ظلم زانی پھر کہاں
چھجے کرے بہار آئی ہے اب اے عقد لیب
یہ گلستاں پھر کہاں یہ نغمہ خوانی پھر کہاں
درد دل سیرا کرے ہے آپ پتھر کا جگر
کان رکھ ملک ایک سن ایسی کہاں پھر کہاں
آج کی گستاخیاں معذور رکھ اے مست ناز
یہ نوازش پھر کہاں یہ ہربانی پھر کہاں
قابلِ نظارہ ہے اے یار گلزار جہاں
سیر کرے چار دن فرصت ہے پانی پھر کہاں
ہر گھڑی ایمان سے بخش مناسب ہے نہیں
قدر نعمت بوجہ ایسا یار جانی پھر کہاں

[۱۲]

ہر پلک تیری اے لال زباں آنکھوں میں
تس پہ سرمے کی دنبال زباں آنکھوں میں
وصف میں تیرے اشارات نگہ کے نہیں بور
پھوٹی زر گس کو جو اس سال زباں آنکھوں میں
خال مشکیں و سخن قند و عجب کیفیت
یہ تو خوبی ہے تیرے کمال زباں آنکھوں میں

وہ بھی دن یاد ہیں کسکر جو کبھو جاتا تھا
 پھیرتا تھا میں تیری ڈال زباں آنکھوں میں
 سیکھ لے ہم سے تو ایمان مضاہن کی تراش
 باندھنا کچھ نہیں اشکال زباں آنکھوں میں

[۱۳]

پریشاں موج مئے اب صورت سنبل شیشے میں
 پڑا یہ کس کا ساقی سایہ کا کل ہے شیشے میں
 سراسر بزم ہے رشک چمن آواز قلقل سے
 مئے گل رنگ گویا بہتر از بلبل ہے شیشے میں
 نہیں ہے یہ حباب عالم آب آج اے ساقی
 کہ رو دے پہ اب مستوں نے باندھا پل شیشے میں
 خرابات مغاں زاہد نہیں کم طاق مسجد سے
 بجائے چار قل آواز صد قلقل ہے شیشے میں
 سولے عینک تماشا ہے نہیں ہر گز
 بچشم غور اگر دیکھو تو فصل گل ہے شیشے میں
 ابھی دیوانہ ہو زاہد لگا دے تاک اگر ایدھر
 بصدافسون پری آری نہیں یہ مل ہے شیشے میں
 نہیں اب سب ایمان ہاؤ ہوئے مکتاں بھی
 جو سمجھو تو بھرا یہ فی الحقیقت غل ہے شیشے میں

[۱۴]

آرام جاں و راحت دل کم بہت ہے یاں
 قنہ فساد دیکھو تو سیم بہت ہے یاں

یک صبح دم ہی خندہ دگل کہہ رہا ہے
 نسبت سے اسکی گریہ شبنم بہت ہے یاں
 دیکھا نہ لے رقیب کوئی ہم نے خوب دو
 ہر گل کے ساتھ خار ہی تو ام بہت ہے یاں
 عالی لب کا خون جگر قوت ہے مدام
 سفلہ کو ہم نے دیکھا تو خدم بہت ہے یاں
 محفل غزالہ چشموں کی دیکھا ہوں بارہاں
 ہوتے یہ رام کم ہیں ولے رم بہت ہے یاں
 یہ جتنے اقر باہیں سو عقب ہیں نیش زن
 تریاق تو محال مگر سم بہت ہے یاں
 ابنائے روزگار کی صحبت سے المحذر
 دلخواہ دے خدا تو اک ہمدم بہت ہے یاں
 ایمان کوئی فرقہ میں آسودگی نہیں
 جو کارخانہ دیکھو تو برہم بہت ہے یاں
 [۱۵]

عالم میں حسن تیرا مشہور جانتے ہیں
 ارض و سما کا اس کو ہم نور جانتے ہیں
 ہر چہ دو جہاں سے اب ہم گزر گئے ہیں
 تیرے دل کے گھر کو ہم دور جانتے ہیں

جس میں تیری رمتا ہو وہ ہی قبول کرنا
 اپنا تو ہم یہی کچھ مقدور جانتے ہیں !!
 سورنگ جلوہ گریں گرچہ بتاں عالم
 ہم ایک تجھ کو اپنا منظور جانتے ہیں
 لبریز سئے ہیں گرچہ ساغر کی طرح ہر دم
 تسیر بھی آپ کو ہم مخمور جانتے ہیں
 کچھ اور آرزو کی ہرگز نہیں سوائے
 از بس تجھ ہی کو دل میں سمور جانتے ہیں
 ایمان جس کے دل میں ہے یاد اس کی ہر دم
 ہم تو اسی کی خاطر مسرور جانتے ہیں

[۱۶]

اے پرورداس طرف ایک دن تو آئیں
 چہرہ پر نور کواب مجھے دکھلا کہیں
 زلف اپنی کھول کر منہ چھپاتا ہے غبت
 ہو نہ جاوے میکر تیں یک یک سودا کہیں
 اب نظر آتا نہیں بام اوپر ماہ رو !!
 یہ زمین و آسمان ہو نہ تہہ و بالا کہیں
 چہرہ گل سے غرض رنگ اڑ جاوے کہیں
 باغ میں آوے اگر وہ گل رعنا کہیں

آپ سے میں اس گمراہی جان سے بیزار ہوں
 نامحسب اب پاس سے اٹھ کے میرے جاگھیں
 اس قدر اے سر قد مت حرام ناز کر !
 خوف ہے مجھ کو پہلی حشر ہو برپا کہیں
 کیا کہوں ایمان وہ بزم سے جب اٹھ چلا
 لڑے گیا سینا کہیں یہ گئی صہب کہیں
 [۱۷]

کہاں قدر وہاں ہو ہنر آزمادیں
 پھر چرخ بہتا ہوا جوں حساب اب
 فلک میں ہوں سوراخ تاروں کا مانند
 دو حصہ برابر ہو کوہ ایک دم میں
 عجب زور زنگی ہے بخت سیب میں
 کریں شاخ ٹلوی پہ جا آشیانہ
 گزر جاوے پل مارنے میں جگر سے
 عجب دلہراں ہیں کہ جودہ جفا کو
 خدیون کو اپنے کہ نصرا آزمادیں
 کبھو اپنے ہم چشم تر آزمادیں
 اگر آہ کا ہم اثر آزمادیں !
 اگر اس کی تیج کمر آزمادیں !
 کسوٹی پہ جس طرح زرا آزمادیں
 اگر اپنے ہم بال و پر آزمادیں
 خدنگ اس نگہ کا اگر آزمادیں
 غریبوں ہی پر بیشتر آزمادیں
 خدا کی خدائی ہے ایمانیکہ بھی
 بتاں جو ہیں اس قدر آزمادیں

[۱۸]

اب شمشیر ہے اس بن مجھے آب باران
 سا قیاد سے ملک دیکھ تو اب سو خواب
 رو سیہ ہوے کہیں اب سحاب باران
 کھل گیا کسی کے لئے دیدہ خواب باران

آبداری کو بن گوش کی پیچھے ہے کہاں
 آتشیں اشک سے ہیں آبلہ سینہ پہ تمام
 اشک ریزی میں میرا ناکہ جاں سوز نہیں
 سبزہ خفتہ ہر اک جاسم ہوا ہے بیدار
 خم افلاک ہی کچھ جوش نہیں کھاتا ہے
 شور انگن ہے ہر اک اک قطرہ آبِ نعمتِ تر

آبرو اہل خرابات کو ہووے ایمان
 گر قدم رنجہ ادھر ہوئے جنابِ باران

[۱۹]

تو جو قدم رنجہ کرے ہووے پیرِ بخانہ چمن
 پاک ہو جب گل کی قبا کیوں نہ ہو دیوانہ چمن
 شغلہ فردی جو کرے عکسِ تیسرے رخ کا صنف
 شمعِ بنی سرود سہی جو وہیں پروانہ چمن
 بادہ کشی کسی کی اسے مد نظر ہے اے صبا
 غنچہ و گل سے جو رکھے شیشہ و پیمانہ چمن
 دامِ مجھے بلبلوں سے بال و پر اب کیونکر ملیں
 کب ہے پہنچے جھلکو وہاں ہے تیرا کاشانہ چمن
 بیٹھا ہے کیا کچھ ہے خبر جلد اب ایمان پہنچ !
 صبح ہی اٹھ گھر گیا دیکھنے جانانہ چمن !

[۲۰]

قیامت کچھ تجھے آتی ہے میری جان دلیریاں
ہزار انداز لاویں پر کہاں پہنچیں تجھے بریاں
شراب تلخ کے دیتے ہی دینا بوسہ شیریں
ہوئی ہیں ختم تجھ پر صاحب من بندہ برویاں
نہ عشوہ نہ کرشمہ ہے نہ ہرگز چشم و نے ابرو
مہ و خورشید کس منہ سے کریں اب تجھ سے سہم بریاں
طلائی رنگ عاشق کا بنایا آتش غم سے
نظر میں ہیں ہماری سیم تن سب تیری زر گریاں
کبھو لخت جگر کے لعل آنسو کے کبھو موتی !
جواہر سے میری آنکھوں نے دامن کے تیش بھریاں
قیامت کچھ گل و غنہ ہی پر گزرے ہیں تنہا
تکرا اٹھتے ہی گلشن سے ہزاروں بلبلیں میراں
نہ کرا یاں اس ہمہ وفا کو یاد سابق کی
کہاں کا ذکر ہے ناداں وہ باتیں سب رہیں دھریاں

[۲۱]

تم ہو اور گلشن ہو اور زر گس کی ستمی کیاریاں
یہاں میری آنکھوں میں پھرتی ہیں وہ آنکھیں پیاریاں
یاں ٹپک پڑتے ہیں آنسو چشم سے بے اختیار
لعل تر سے واں تہا رہے جب ہوں گوہر باریاں
تم تو واں عارض پر اپنے رکھتے ہو خال سیاہ
پان سیہ روزی کے ہاتھوں میں مجھے ناچاریاں

واں لو پشتِ چشم پر افشاں سے ہوتی ہے ہسار
 یاں بجائے افک پلکوں سے جھڑیں چنگاریاں
 تم ہو واں اور دھوم ہو لی کلہے اور ہی راگ و رنگ
 خون کی یاں ہر پلک سے جھپتی ہیں پچکاریاں
 سرو کو جا باغ میں کرتے ہو تم واں سر قرار
 آہ نے سینہ پہ سیکر برتھیاں یاں ماریاں
 غنچہ دگل سے تمہیں داس ہے صحن باغ میں
 یاں مجھے دگیں یاں ہیں اور دل افکاریاں
 ٹک پلک جھپکی تو لے لے چٹکیاں دینا جگا
 مجھ پہ دن ڈالیں ہیں راتوں کی وہی بیداریاں
 جی لکل جاتا ہے پھر دو دو پہر بے اختیار
 یا جب آتی ہیں پیاری وہ تیری دلہاریاں
 خوں ہو کون مثل مجھے چشم تو ہوں شکل جام
 یاد آتی ہیں مجھے آپس کی جب میخواریاں
 ختم مجھ پر ہو چکی ہیں حسن کے انداز میں
 یاربیاں عیاریاں دلہاریاں طراریاں !
 جب تلک ملتا نہیں ایمان سے تو اے نگار
 تب تلک ہوتی نہیں آسان یہ دشواریاں

[۲۲]

مجنوں کی بھی اگر چہ ہے تصویر ناتواں
 تیسرا کہیں ہے عاشق دلیگر ناتواں

آتی نہیں ہے یک سر مو بھی خیال میں
 کتنی کسک آپ کی تقصیر نا توں !
 تیز لگے تیرا ہے وہ خوں ریزاے نگار
 ہوتے ہیں جسکے سہم سے نچپیر نا توں
 میں ایک ہی ضعیف ہوں ٹک رحم شعلہ خو
 ہوتا نہیں ہے لایق تغیر نا توں !!
 مجنوں کی قید میں رہے غمخوار بسکہ عمر
 موجِ نسیم سے ہوئی زنجیر نا توں
 مگر بھی سرگوش تک تو پہنچتا نہیں کبھو
 کتنا ہوا ہے نالہ شب گید نا توں
 ایمان اب تو عشق سے مشکل ہے جاں بری
 خصم قوی کے کیا کرے تدبیر نا توں
 [۲۳]

جانتے ہم نہیں کہ ہے دیر کدھر حرم کہاں
 کہہ تو خدا کے واسطے پائیں تجھے صنم کہاں
 شیریں اگر ہے دلنواز سیلی بھی ہے تیرا ناز
 ایسے دو چار عشوہ ساز پہنچتے ہیں بہم کہاں
 ساقی وہ اپنے طور سے ہاتھ اٹھانے دور سے
 دیکھ تو چشم غور سے جام کدھر ہے جم کہاں
 ملتے تھے تم جو ہر سحر رکھتے تھے ہر کی نظر
 اب وہ ہمارے حال پر صاحب من کرم کہاں

بسکہ ہوا ہے پا کمال کہتا ہے یہ ہر اک نہال
 مرتج حسن کے غزال کر کے چلا ہے رم کھال
 کبجو کہیں نہ دل کی لاگ شمع کو دیکھو دور بھاگ
 جبکہ لگے جگر کو آگ رہتے ہیں اشک تھم کہاں
 دی ہے نسیم یہ خبر میر جن سے مت گزر
 ابر بہار ہے ٹہر پھر تو کدھر ہے ہم کہاں
 تجھ پہ تو دل سے اسے جیب کیوں نہ فدا ہو یہ غریب
 آج میسر نہ ہے نصیب آئے ہیں یہ قدم کہاں
 پہلے اسے تھیکر خوںے تفت پنج قہر کی گرفت
 بندہ نواز پیش رفت ہو نیکا یہ ستم کہاں
 گو کہ وہ یار سیم بر سامنے سے کرے گزر
 دیکھنے دے ہے بھر نظر آہ یہ چشم نم کہاں
 کیجئے نہ ایمان کہ بہر سلام جد نہ تد
 باغ چہاں کے سرو قد ہوتے ہیں ملک بھی تم کہاں

[۲۴]

کاو کاو مژہ شاید ہے جگر کی تہہ میں !!
 خون آتا ہے نظر دیدہ تر کی تہہ میں !!
 چہرہ نور فتال یوں ہے تیرا زرقاب
 جیسے نور شید ہو دامان سحر کی تہہ میں
 حسرتی میں نہ دیکھا گم راحت دل
 ہم نے جس وقت بصد غور نظر کی تہہ میں

دل پر داغ ہے یوں سینہ عاشق کے بیچ
 ہووے جس طرح دھینکے گھر کی تہہ میں
 ہاتھ جس وقت کہ ڈالا ہے تیسرے دامن پر
 چین، چین، چین اور بھاسر کی تہہ میں
 اسکے تو آنکھ دکھانے پر نہ جانا اسے دل
 سینکڑوں جس کے ہیں اندازِ نظر کی تہہ میں
 کیونکہ دامن تراکشن پہ نہ مارے تختہ
 عطر کے ساتھ بندھی ہو ہے اگر کی تہہ میں
 صاف گزرا ہے کسی دل سے کہاں ابرو آج
 کچھ نم خون ہے تیسرے تیر کے پر کی تہہ میں
 ہو سکے پہرہ یوسف سے بتاں مصری
 گرچہ تھا حسن وطن گردِ سفر کی تہہ میں
 تہہ بہ تہہ غنچہ منط ہے وہ قبائے گللوں !
 ڈھونڈے یاں دل کو کہو کوئی کدھر کی تہہ میں
 حسن کا اس کے یہ دریا ہے غضبِ طوفانِ خیر
 لہر پر لہر ہے ہر ایک لہر کی تہہ میں
 جب سے ایمان پڑا کان میں اس کے بالا
 رنگِ رخسار چمکتا ہے گھر کی تہہ میں



[۲۵]

سنے ہے گالیاں جس دم تو اے دل ہم بھی سنتے ہیں
 نہیں سنتے کی باتیں تیرے شامل ہم بھی سنتے ہیں
 بگولے سا بجا ہے رقص تجھ کو آج اے جنوں
 ادھر ہی آئے ہے لیلیٰ کا محفل ہم بھی سنتے ہیں
 بجا ہے گل گریبان چاک آنا خاک سے تیرا
 گیس مانی میں کیا کیا صورتیں مل ہم بھی سنتے ہیں
 تجھے نام خدا کس کا ادب ہے اور بت کافر
 کیے جا گالیوں میں سب کو شامل ہم بھی سنتے ہیں
 بجا ہینگا دلا یہ غور کر عشق میں ترا ؟ !
 نہیں اس بحر کا پیدا ہے ساحل ہم بھی سنتے ہیں
 دلا پروانہ ساں تیرا بجا ہے رشک سے جلا
 ہوا شب غیر کا وہ شمع محفل ہم بھی سنتے ہیں
 سراغ دل میں اے ایمان رہنا ہے بجا تجھ کو
 اسی ہی رہ سے ہے نزدیک منزل ہم بھی سنتے ہیں

[۲۶]

رکھتا نہیں کچھ دیدہ نمناک گرہ میں !
 ہیں گرچہ ہزاروں گہریاک گرہ میں
 وہ زلف سیہ فام ہے اک گانٹھ کی پوری
 رکھتی ہے ہزاروں دل صد چاک گرہ میں

آوارہ صحرائے جنوں جیسے بگولہ :
 باندھے نہ کبھو جز خس و خاشاک گرہ میں
 وہ شیشہ ہے جس میں ہے نہاں حسنِ پریزاد
 جو دانہ نہ رکھتا ہے یہاں تاک گرہ میں
 جز مرغِ دل مضطرب، عاشقِ جانِ باز
 باندھے ہے کب اس شوخ کا فتنہ اک گرہ میں
 تدبیر سے وابستہ ہے یاں رشتہ و رشتہ
 گو دخل رکھے ناخنِ چالاک گرہ میں !
 فریاد ہے بیدادِ ستمگار کی جوں نے
 جز نالہ جاں سوزِ غم ہے کیا خاک گرہ میں
 ایمانِ جوانانِ چمن، مستِ طرب میں !
 ایک غنچہ لالہ کی ہے تریاک گرہ میں
 [۲۷]

تھا ہمیں دم کی مٹا دیں و حرم بھی کچھ ہیں
 بارے یہ سوچ پڑی آج کہ ہم بھی کچھ ہیں
 گل جو نکلے ہے زمیں سے تو یہ ہوتا ہے نفس
 فرقِ خونِ خستہ بگر سوئے عدم بھی کچھ ہیں
 یہ تو ثابت ہے حدیثِ نبوی سے زاہد
 گرچہ بدکار ہیں پر اہلِ کرم بھی کچھ ہیں !
 شیخِ جی زلفِ بٹکا جو ہے تم کو سودا
 کچھ جز داغِ چیس، دام و درم بھی کچھ ہیں

کبھو سر کو چہ دلدار کی رہ پر قاصد
 دیکھو پہلے کہ وہاں نقش قدم بھی کچھ ہیں
 غتبہ شاہ نجف کے وہ جو ہیں خاک نشین
 ان کے نزدیک کبھو طیل و علم بھی کچھ ہیں
 دیکھو ایمان کے استعار بچشم انصاف
 اے فصیحان عرب اہل عجم بھی کچھ ہیں
 [۲۸]

قدم رکھے ہے وہ جس دم رکاب کے گم ہیں
 چھپے ہے ترک فلک آفتاب کے گھر میں
 جگر کا سوز ہے چشم پر آب کے گم میں
 دبا یہ کس نے لگایا حجاب کے گھر میں
 یہ رنگِ شمع کہ فالوس سے نمایاں ہو
 وہ شوخ چشم چھپے کب حجاب کے گم میں
 کسو کے چشم کی گردش کا یہ تصرف ہے
 کہ دور سے ہے سخت مآب کے گم میں
 حیا و شرم ہی دیکھی ہے ہم نے ہوں خورشید
 مدام اس بت زرین نقاب کے گھر میں
 وہ طفل اشک ہے اپنا کہ مثل گہوارہ !
 پڑے ہے چین اسے اضطراب کے گم میں
 صنم کا حسن حناداد دیکش اتنا ہے
 کہ بت پرستی ہے اہل کتاب کے گم میں

نہ جاؤ اس لب شیریں کی شان پر اے دل
 کہ نیش ہی ہے بھرا شہ ناپ کے گھر میں
 مدام رند خرابات کو یہ لازم ہے !!
 کہ ایک دو تو ہوں شیشہ شراب کے گھر میں
 میں اک غریب تو ہوں کس طرف رسانی اب
 کسے ہے اس شہ عالیجناب کے گھر میں !!
 سب کر صنم سے دم سرد کھینچ کر کہیو !!
 صبا ہے دخل تجھے شیخ و شاب کے گھر میں
 کبھی تو شمع رو پروانگی اسے بھی ہو
 کہ پہنچے شب کو تہ کے خفت و خواب کے گھر میں
 یہ بات خلق میں روشن ہے مہ سے تاما ہی
 رسانی ذرہ کو ہے آفتاب کے گھر میں
 ذرہ تو دیکھو ایان اس کے مردم چشم
 سیاہ مست ہیں گویا شراب کے گھر میں

[۲۹]

گو کہ چاہیں نہ بتاں ہم انہیں چاہیں لیکن
 وہ سراہیں نہ سمیں ہم تو سراہیں لیکن
 کیا ہوا ہم جو ترپتے ہیں زمیں پر اس بن
 آسمان پر تو پہنچتی ہیں یہ آہیں لیکن !!
 پھیر لیں منہ کو مڑہ دیکھ اگر چہ جھکو
 گڑھی جاتی ہیں جگر پیچ لگا ہیں لیکن

ہستی سخت ہی مشکل ہے جہاں میں پیار
 ہم سے نبھتی ہے کہاں آپ نباہیں لیکن
 صعب ہے بسکہ مرض ہجر کا تیسرے عاشق
 نالہ ہر چند کریں ضبط کر اپنی لیکن !
 چال پر اس کی جہاں ملک نہیں چلتی ترور
 اڑ ہی جاتی ہیں ہزاروں کی کلاہیں لیکن
 ہم تو چلتے کو ہیں ایمان ابھی پا بہ رکاب
 حسن کے شہر کی مدد ہیں راہیں لیکن

[۳۰]

درد و غم حیر کا مذکور کروں یا نہ کروں
 بے وفائی کا تیسری ذکر تو چھوڑا ظالم
 دیکھ بدست تجھے غیر کے ہمراہ مدام
 پاس آنے نہیں دیتا ہے اگر اے سرور
 تجھ کو کیا کام ہے اے شیخ میرے مشربے
 شر کے روز بھی کہ اپنے خدا کے آگے
 آج تو آئے ہو تنہا میکہ گھر میں پیارے
 اوسے بسبب ذقن کیونکہ نہ چاہوں تم سے
 شیشہ میں سے ہے بھر غیر سے حیرہ خالی
 ہنس کے بولا کہو مطلب جو تمہارا ہو

تجھ سے اخلاص بدستور کروں یا نہ کروں
 بندگی اپنی بھی مشہور کروں یا نہ کروں
 شبیہ دل کے تیری چور کروں یا نہ کروں
 یہ بھی کہہ دے نگہ از دور کروں یا نہ کروں
 حرمتِ دختر انگور کروں یا نہ کروں
 شکوہ تیرا بت مغرور کروں یا نہ کروں
 خاطر غمزدہ مسرور کروں یا نہ کروں
 کچھ علاج دل رنجور کروں یا نہ کروں
 کہو دروازہ کو معمور کروں یا نہ کروں
 پھر ہوں مختار اسے منظور کروں یا نہ کروں

ایسے عیار سے ایمان بتا کیا ہے صلاح
 دل میں جو کچھ ہے سو مذکور کروں یا نہ کروں

جب سے ہم ہیں دیدہ گریاں و آستین
یارب کبھو تو دامن مژگان تجھی خشک ہو
ازبکہ لخت دل سے وہ رشک بہار ہے
دامان ریاز جب سے گیا چھوٹ ہاتھ سے
یارو نہیں ہے دامن شب میں یہ کہکشاں
لے جاو سیکہ میں اسے اب کٹان کشاں
کیا پنچہ جنوں سے گریباں بھی چاک ہے
وہ سرخ گل رکھے ہے یہ رکھے ہے رشک سرخ

ایمان اب تو دیدہ خوں بار کے سبب
ہام ہے ایک شاخ گل افشان و آستین

[۳۲]

ہے بسکہ فصل گل میں سب اسباب جوشِ خوں
دیوانہ کس طرح نہ ہو بیتاب جوشِ خوں
جون گل نہ ہاتھ آوے یہاں ساغرِ نشاط
پی لی برنگ غنچہ مئے ناب جوشِ خوں !
شاید قریب پہنچے ہیں اب دن بہار کے
آتے نظر ہیں رات مجھے خواب جوشِ خوں
دیکھا حقیقتاً تو یقین یوں ہوا مجھے
ہے اس کے کشمکان کا یہ اسباب جوشِ خوں
گل ہے کہیں کہیں ہے شفق اور کہیں صبا
مرجان و لعل ہیں کہیں القاب جوشِ خوں

دل سوختہ ہیں عشق کے از بس کے اہل ضبط
 قلبیاں کے دم میں کھینچے ہیں قلاب جوشِ خوں
 رویا تیرے بغیر کوئی رات اس قدر
 گزرا پنہائے چرخ سے سیلاب جوشِ خوں
 نشتر لگاؤ رگِ لیلیٰ میں سوچ کر
 قصا دریاں ضرور ہے آداب جوشِ خوں
 ایمان طبع کیونکہ نہ ہو مائل جنوں ۱۱
 ہے موسم بہار یہاں باب جوشِ خوں
 [۳۴]

بتان شعلہ رو اپنی جھمکڑی جب دکھاتے ہیں
 تجلی طور کی موسیٰ کے بھی دل سے بھلاتے ہیں
 یمن میں صبح دم گلاشت کو جب آپ آتے ہیں
 گلوں کو دیکھ سترم آلودہ غنچے مسکراتے ہیں
 بھر طکنا ہے جو جھکودیکھتے ہی ان دنوں شاہ
 رقیب روسیہ کچھ کچھ تو جا کر اب لگاتے ہیں
 شتابی سا قیامت لائے کر دل کو میسر میلا
 امنڈتے اور گر جتے بے طرح سے بادل آتے ہیں
 کچھ ہے گوشِ ساغر میں یہ اکثر قلقل سینا
 عبت باران سنگیں دل ہمارا منہ کھلاتے ہیں
 طلوع ہمد کا ناگاہ ہوتا ہے گماں ہم کو
 نکل آئینہ خانے سے وہ جی صورت دکھاتے ہیں

عجب ہی اک اداسے یہ بتاں شمع حسن اپنا
 چھپاتے ہیں دکھاتے ہیں دکھاتے ہیں چھپاتے ہیں
 صف عشاق ہو جاتے ہیں قرش راہ یہ خواہاں
 سمند ناز کو جس وقت میدان میں کداتے ہیں
 خدا ایمان ان کافر تہوں سے دور ہی رکھ
 کہ یہ بیٹھے بٹھائے سینکڑوں فتنے اٹھاتے ہیں
 [۳۵]

تجھ سے ظاہر ہم تو اپنا راز کر سکتے نہیں
 داستان درد دل آغاز کر سکتے نہیں
 کیا مریض دل فقط آواز کر سکتے نہیں
 آہ فرط صنف سے لب باز کر سکتے نہیں
 سینکڑوں مردے جلائے ہیں بتاں اک بات یہاں
 کون کہتا ہے کہ یہ اعجاز کر سکتے نہیں
 مثل پروانہ تنکے عشاق ہیں اے شمع رو
 جل کے مر جاتے ہیں پر پر واز کر سکتے نہیں
 اس کف یا کی نزاکت دیکھ فرشتان باغ
 چادر ہستاب پا انداز کر سکتے نہیں
 یہ سیر چشم آفت جان ظاہر دل کے لئے
 کب مرہ کو جنگل شہباز کر سکتے نہیں

جب سے دیکھا ہے تجھے اے حیرت افزا اے بہار
 تب سے مرغان چمن پرواز کر سکتے ہیں
 کھینچ نقشہ اس کے چہرہ کا بہر صورت کچھ ایک
 ماتی و بہزاد بھی پرواز کر سکتے ہیں
 آپ آہنگ عداوت کیجئے بندہ نواز
 ہم تو قانون مخالف ساز کر سکتے ہیں
 تیکر آگے اے بت مغرور خربان جہاں
 غمزہ و عشوہ کرشمہ ناز کر سکتے نہیں
 خوش گمانی ختم ہے ایمان اتنی وہاں کہ ہم
 کچھ بھی وصف سعدی شیراز کر سکتے نہیں
 [۳۶]

ہم تو مقدر خدایا یہ کہاں سے لاویں
 دل کو جو اپنے اٹھا کوئے بتاں سے لاویں
 باغبانوں کی ہوں گل چمن کے کاتب سے قائل
 ایک وہ غنچہ اگر اس کے دہاں سے لاویں
 اپنے نزدیک وہی صاحب معنی ہیں گے
 بات بے ہودہ ہو باہر نہ زباں سے لاویں
 اس کے زلفوں کی تک سے نہ لگے اک سرمو
 لاکھ خوشبو کو جو گندھے کی دکان سے لاویں
 کہتے ہیں فصل بہار آتی ہے یارانِ محبوں
 پیشوا چل کے اسے شوکت و شان سے لاویں

ہم کو ارشاد اگر ہو تو شانہ کے لئے
 توڑ کر طکر ابھی سر دچاں سے لاویں
 بکہ مضمون معافی ہیں نظر میں اپنے
 یہ زرقہ ہمیں کنج نہاں سے لاویں !
 آپ فرمائیں نہ زہن ہار کہ ہم تو بہر شاد
 اپنا مقدور ہو جو کچھ دل و جہاں سے لاویں
 عکس دانتوں کا پرے اسکے تو ہم بھر سویار
 در شہوار کمال آب رواں سے لاویں
 جیتنا اس سے تو بازی کا نہ ہو سو جگ میں
 استخوان سے بھی بنا اپنی جو پالنے لاویں
 شاعروں سے کبھو ایمان نہیں دور یہ بات
 چاہیں مضمون جہاں سے یہ وہاں سے لاویں

[۳۷]

وہ تیر ہی گئی تو دل ہمارا نہ ہوئے کیونکر تلف ہدف میں
 کہ لیس رہتا ہے یہ بھی پیکان سے ہونے کو منتظر ہدف میں
 میں اسکا حلقہ بگوش ہونگا کہ چوکتا ہی نہیں وہ ہرگز
 بسان مہ ملک دکھائی دلوے جہاں کہ ذرہ کلف ہدف میں
 وہ ناوک اندازی آہ جس دم کرے ہے ابرو کمان ہمارا
 لگائے بیٹھ ہے دل کو اپنے کوئی نہ کوئی سر بکف ہدف میں

زہ ہے وہ صافی سرشت ہر گز خطا کرے ہے نہ انگ میں
 نشان باریک سے بتادے کوئی اسے جس طرف ہدف میں
 وہ آج بہرام کو بھی یار و اڑائے کیونکر نہ جٹکیوں میں
 کہ تا بہ سو فار باندھا ہو جو اپنے تیروں کی صف ہدف میں
 نہ کر نشانہ کمان ابرو سوائے عاشق کے دل کے ہر گز
 کہ تیر یا تا ہے مثل خورشید اس سے اکثر شرف ہدف میں
 یہ عرض کرتا ہے تم سے ایمان ہو کے قریان پے بریلے آ
 بھٹا دے تیر مراد میرا شتاب شاہ نجف ہدف میں

[۳۸]

ہوے جسکی سیر بر عرش بریں و آسمان
 اس کے تابع کیوں نہ ہوں روح الامین و آسمان
 کیوں نہ ہوں آشوب سے پر آب زمیں و آسمان
 متفق ہیں ان دنوں وہ صد جبین و آسمان
 مدوشوں پر ہر بان یہ اکثر آیا ہے نظر
 لازم و ملزوم ہیں ہر چند کیس و آسمان
 ماہ نو سے ہے تمہارا عصۂ آفاق میں ۱۱
 بندہ حلقہ بگوش اے مہ جبین و آسمان
 پھر رہا ہے روز و شب اب چشم کی گردش کیساتھ
 ہے تمہارے حکم میں اے نازنین و آسمان
 سینہ مظلوم سے نکلے ہے آہ سرد جب
 کانپ جاتے ہیں و ہیں عرش بریں و آسمان

پایہ کرسی نشینی جس کو بخشے لطیف اب
 کیوں نہ پھر اس کے ہوں یہ علاج رنگیں و آسمان
 سب یہ یہ واللہ روشن ہے کبے ہری کے بچ
 ایک ہیں باہم وہ چشم سر مگیں و آسمان
 تو ہی ہے مختار دوران اب کرتا ہے حکم پر
 پھرتے ہیں ہر دم و شہر و سین و آسمان
 کیوں نہ ہر ذرہ کو ہر دم ہر دم کی تجھ سے امید
 حسن ہی تیرا ہے خود شہر زمین و آسمان
 فتنہ انگیزی کے اے ایمان دیکھا غلم میں
 ہم سبق ہیں وہ بت سحر آفریں و آسمان
 [۳۹]

نہیں ہے میکہ میں فقط پیانہ گردش میں
 کہے مسجد میں بھی تسبیح کا پروانہ گردش میں
 جو دیکھے اس مسک خورشید کو یہ چرخ دولاہی
 خدا ہی جانے پھر گردش میں آوے یا نہ گردش میں
 کہاں کا شعلہ جوالا کس کا ماہ کا ہالہ !!
 بوقت رقص جب ہو دامن جانانہ گردش میں
 کیا ہے کس پری کی چشم نے آوارہ کیا جانے
 بگوئے سا جو رہتا ہے سدا دیوانہ گردش میں
 مسک آئسو کو مائی میں ملائے اے فلک حاصل
 کہ پس جاتا ہے یہ تو چشم کے ہی دانہ گردش میں

نہ ہو جو مشتری یہاں مہر و کینہ کا ستاروں کے
 تو اپنے ہاتھ ہی اپنے تئیں الجھانہ گردش میں
 پھرے ہے کاسہ رلیوں خمار سے اے سنا
 کہ ہو جوں کوزہ گر کا چاک بے تابانہ گردش میں
 شب تار اور تسپر کوچہ پر پیچ ہیں پیارے
 تمہارے زلف کے ہاتھوں پڑا ہے شانہ گردش میں
 دل ایمان بزم شمع رویوں میں ہے یوں حیران
 کہ فالوئس خیالی میں ہو جوں پروانہ گردش میں

{ ۱۰ }

تیرا جب سے میں محو دیدار ہوں	نہ مایل بہ سرو و نہ گلزار ہوں
وہ میں غمزدہ ہوں کہ مانند شمع	طرب کی بھی مجلس میں روتار ہوں
نہ رکھوں میں زنجیر کا سلسلہ	تیری زلف ہی کا گہر قتار ہوں
ندیدے ان آنکھوں کو دیدار کا	کہاں تک میں دیتا دلاسا ہوں
سو نگھا مجھ کو نرگس کے پھول اکیلیب	کسی چشم کا آہ بیمار ہوں !!
کسو زلف عارض کے سودے میں آہ	کہاں تک شب و روز الجھار ہوں

مجھے کام ایمان حیرت سے ہے
 کہ میں بزم میں نقش دیوار ہوں

ردیف و

[۱]

سدا خفگی رہی صنما غرض بخوشی ملا نہ کبھو !!
 کہوں غم دل بتا تو کیسے تجھے جو کہا سنا نہ کبھو
 تجھے وہ صنم ملے بخدا یہ خوش بختی کوئی نہ دیا
 رہا بتلاش میں تو سدا کہیں سر راہ ملا نہ کبھو
 ہوا جو صنم عیش وہ خفا کس طرف اب رہا نہ مزہ
 کہاں وہ چمن کہ صر وہ ہوا کوئی گل خوش کھلا نہ کبھو
 تجھے خفگی مجھے سبکی کہ بد مزگی نہیں یہ بھلی
 وہ خوش دہنی وہ کم سختی وہ گلاب فی بتا نہ کبھو
 مجھے وہ صنم کرے نہ خفا ہے ہمہ شب گنگے سے لگا
 تجھے یہ ایراں غرض خیال کرم ہوا نہ کبھو

[۲]

ایک بات ہی کر مجھ سے بھلا اور نہیں تو	اتنا بھی کسی کو نہ کڑھا اور نہیں تو
جب غرض کروں حال دل اپنا تو کہے ہے	چل دو مہر اس نہ پیم اور نہیں تو
کیوں ان کے ناحق ہی ستا تا ہے مری جا	میں بیٹھا ہوں خفا اور نہیں تو
الطاف کیا پیار کیا صرف کدورت	اتنا بھی نہ مائی میں ملا اور نہیں تو
ناج کہیں غارت ہوش تابی میرے اللہ	یہ آیا ستانے کو جدا اور نہیں تو

میں آپ ہی اسوقت میں ہوں جا سے بیزار
 چل شینج میکر پاس سے جا اور نہیں تو
 ایک بوسہ کھوناگوں تو کہتا ہے وہ جھٹلا
 کہہ بیٹھوں گا کچھ منہ سے برا اور نہیں تو
 چل دوڑ یہ ہر وقت میرے منہ نہ لگا کر
 اخلاص نکالا ہے بڑا اور نہیں تو

ایمان نہیدہ تیکریدار کا ہے بار
 ملک دور سے صورت ہی دکھا اور نہیں تو

[۳]

ایک دم ہی میں نکل گئی لبیل کی آواز
 جون چاہیے برکے نہ قاتل کی آرزو
 راہ دیار یار ہے خوں ریز اس قدر
 قاصد کے جی میں رہ گئی منتر کی آرزو
 اے شمع رو مجھے بھی تو پروانگی کبھو
 رکھتا ہوں باریابی محفل کی آرزو
 مجنوں جو دشت دشت ہے سرگرم جستجو
 ہے پائے بوس نلاقہ محل کی آرزو
 کشتی شکستہ حال ہے اور بحر موج زن
 اے شرط آہنج کہ ہے ساحل کی آرزو

ایمان پاس خامل جاننا سے آج تک
 دل ہی میں رہ گئی ہے میرے دل کی آرزو

[۴]

نہ شوق مئے ہے نہ گلزار یہ نہ ہودہ ہو
 نہ دے وہ بوسہ تو دشنام بھی غنیمت ہے
 نہ آدے آپ لحد پر تو بھیج دے کچھ پھول
 نہ ہو وہ بوسہ تو دشنام بھی غنیمت ہے
 یہ ایک دل ہے اسے چاہیے زلف یا خط
 نہیں ہے چشم پہ موقوف کچھ طیش دل کی
 جہاں کی دخت برہمن کدھر کا شینج پسر
 جو تو نہیں کہے درکار یہ نہ ہودہ ہو
 نہ منہ پہ لائین نہ ہار یہ نہ ہودہ ہو
 جٹ دیت کی ہے تکرار یہ نہ ہودہ ہو
 نہ میں کہوں کہ خریدار یہ نہ ہودہ ہو
 شب فراق میں بیدار یہ نہ ہودہ ہو
 کوئی بھی ہودے مل حدار یہ نہ ہودہ ہو

نہیں پسند اگر دل تو جان حاضر ہے یہ کون بات ہے ہر بار یہ نہ ہو وہ ہو
 مزا جو شکر میں ہے وہ نہیں شکایت میں زبان سے اپنی تو اظہار یہ نہ ہو وہ ہو
 بغیر ہجر کے ایمان وصل ہے دستوار
 تجھے تو ہے یہی اصرار یہ نہ ہو وہ ہو

[۵]

ہچے نہ تیکر قد کے تیس زہار سرد
 آزاد تجھ پہ وار کے کیچے ہزار سرد
 تجھ پر فقط نہ قمری و بلبل ہے شیفۃ
 تو باغ حسن کا ہے عجب گلخدار سرد
 مجھ تیکر واسطے اے با شباہ حسن
 صف باندھ کر کھڑے ہیں دورستہ قطار سرد
 جوئیں چمن کے نیچے رواں ہر طرف ہیں یار
 اتنا تیکر فراق میں ہے اشک بار سرد
 سبیل نقطہ نہیں ہے اسی مارچ پیچ میں
 زلفوں کے ہاتھ سے ہے تیکر تار تار سرد
 دیکھے ہے سمر نکال کے دیوار باغ سے
 آنے کی سن خبر تیکر بے اختیار سرد
 آتا ہے آج کے تماشے کو خوشخوام !
 اب اپنی عظم و شان رکھے درکنار سرد
 پیارے تیکر خرام کو دیکھا تھا ایک روز
 قمری کی چشم میں ہے ذلیل اور خوار سرد

آزاد ہے بہار و خزاں کے خیال سے
ایمان کچھ رکھے نہ کبھو برگ و باد سرو

[۶]

جان نثار اپنے کو ہر وقت جو تم ایذا دو
دلبری کے ہیں یہی رسم ستم ا یحبادو
کورسا بھٹکے ہے مجنوں ہو گدائے دیدار
کھائے لیلیٰ کی گلی تک تو اسے پہنچا دو
ہم پیری میں عزیزی نہیں خواب شیریں
صبح ہونی صبح بس اسباب اپنا لا دو !
میں بھی حقہ دار ہوں لیلیٰ منش و شیریں کار
خواہ جاگیر میں کہسار دو یا صحرا دو
اشک مجنوں سے میسر اشک کو ہم چشتی ہے
جیسے ملکر کہیں صحرا میں یہاں دریا دو
گرچہ ہوں خاک نشیں لیک دروں ہو ہر روز
آستانہ پر سے مہادانہ کہیں اٹھوا دو
منہنجوں میں بھی مئے ناب کا تشنہ ہوں مدام
خواہ کاغذ دو مجھے خواہ مجھے میسنا دو
میں بھی حاضر رہوں خدمت میں کبھو یا نہ رہوں
حضرت دل تمہیں منظور جو ہو فرما دو !
کمل جو خنداں ہے تو ایمان ہے بلب نالوں
ہم نے خوش دیکھے نہیں دل تو کبھو یکجا دو !

[۷]

جان نیچے یا ابھی جلے یہ سر ہو سو ہو !
 دیکھے اس کی طرف بھر کے نظم ہو سو ہو
 کوچہ جاں میں اب گر چہ ہیں چنگاریاں
 دل کی تو اپنے کبھو لیجئے خبر ہو سو ہو
 زلف لیجئے یہ دل یا کہ رہے رخ پہ نحو
 شغل ہے مجھ کو یہی شام و سحر ہو سو ہو
 ہر کرے یا ستم وصل رکھے یا فراق
 جا کے دکھاؤں اسے داغ جگر ہو سو ہو
 پائے آرام وہاں یا کہ عذاب گوان !!
 یہاں سے آخر کو ہاں کیجئے سفر ہو سو ہو
 اپنی تیکر کشتی بھی یا کہ جہاں غرق ہو
 روئے ایسا ہی اب دیدہ تر ہو سو ہو
 کل تو اے ایمان تھا بند کھلے قتل عام
 نکلا ہے وہ آج پھر باندھ کر ہو سو ہو

[۸]

دل لگے نہ ملک جب صنم نہ ہو	زندگی غرض ایک دم نہ ہو
عیش کے پرے کی رکھے خبر	دل ہے یہ میاں جامِ جم نہ ہو
آہر دکھاں اس کو عشق میں	جسکی رات دن چشمِ غم نہ ہو
ہم سے تو عمل نیک ہووے کب	جب ملک تیرا کچھ کرم نہ ہو

سر سے ہم گئے پہلے ہی گزر
 تیغ و مسد اب علم نہ ہو
 عاشقوں کی ہے مستقل وفا
 یہ تیری میاں کچھ قسم نہ ہو
 شعر اس طرح ایمان کہہ
 بحر میں جس طرح پیش و کم نہ ہو

[۹]

محبت بعد مرنے کے بھی یوں لازم ہے افروز ہو
 کر لیلیٰ کی لمحہ پر سایہ گستر بید بخنوں ہو !
 قیامت آبداری ہی کسو کی تیغ ابرو میں
 دھن نام اسکا لینے سے برنگ غنچہ پرنوں ہو
 سماں کا پہلی نظر ارہ زور عشق کا و ماں ہے
 کہ دوستی کو ہنسن پر جس جگہ تصویر گنگوں ہو
 کہہو اس دیدہ خوبار سے جاؤں میں صراہیں
 تو پھر رشک گل و گلزار ہر ایک کوہ و ہاسو تن
 صفائے چادر حجاب کا پھر پو پھنا کیا ہے
 شبنم آب ریزہ ماہ تاباں قرص صابوں ہو
 شب ہجر میں اشک گرم آنکھوں سے بے جہدم
 ہر اک سوے مژہ روشن برنگ شمع واژوں ہو
 نہ ہو ایک مہر ع رنگیں ریاضی طبع سے سوز
 آہر میں نہ جب تک کوئی گلرو سوز و موزوں ہو
 دلا فاموش رہ مت کر تو آہ بے اثر ہر شب
 کہ جب بیدار ہوں طالع تو افسانہ بھی افسوں ہو

اذیت اور جملح کی گزرے ہے ہر صورت
 کسی خوش رو پہ لیکن کوئی بیچارہ نہ مفتوں ہو
 روا ہے کون سے مشرب میں کہہ رہے چرخ منصف
 دل پر دیز خوش ہو خاطر فرہاد محسروں ہو
 پسند اپنی وہی ایمان ہوتی ہے غزل جس میں
 صفا الفاظ کی ہو یک قلم دلچسپ مضمون ہو
 [۱۰]

تیکر دیدار کی رہتی ہے ہر شب آرزو مجھ کو
 کبھی تو بزم میں پروانگی اے شمع رو مجھ کو
 برنگ آئینہ دل کو کیا ہوں صاف ہر صورت
 کہ خود بینی کبھی شاید بلاوے رو برد مجھ کو !
 گلاسٹے کے بولوں یا کہ دوڑا تیغ کروڑ گلا
 کرے ہے فزع ہر دم تپہ آواز گلو مجھ کو
 عجب تیں زہر حسرت سے رقیبوں کا پیالہ ہو
 پیالوں سے پلا دیوے اگر ساقی سبو مجھ کو
 یہی ہیں گوہر شہوار دیاعے الہی کے
 حیا و عقل سے ایمان بس ہے آبرو مجھ کو
 [۱۱]

دل خوش آتا نہیں اے جان پہلو کو !!
 چھوڑ جاتا ہے تو جس وقت طیان پہلو کو

بت اس طرح کا دیوے خدا ہی نصیب سے
 ظاہر میں ہو و حبیہ، سخن آفریں بھی ہو
 اب جا کے بیٹھے صحرا میں اس جگہ ۱۷
 جاری ہو جوئے آب جہاں گل زمیں بھی ہو

[۱۶]

پہنچ اے نالہ شتاب اس کو خبر کرنے کو
 کہ رہا نغم بھی نہ بچھاں چشم کے تر کرنے کو
 یوں تو کچھ دیر نہیں اور ہنر کرنے کو
 شرط قسمت ہے دل دوست میں گھر کرنے کو
 جب سے ہم چہرہ ہوا آپ سے یہ ماہِ تہم
 مستعد سب ہیں اسے شہر بدر کرنے کو
 میسر بچاں اب تو رقیبوں کو ہمیشہ راج
 ساتھ لانے لگے ہیں آپ نذر کرنے کو
 گھر سے باہر نہ رکھ اے طفلِ سرشک آہ قدم
 عقل اور ہوش ہے درکار سفر کرنے کو
 نالہ نے سے جس آہ تجھے کیا نسبت
 درد درکار ہے ہر دل میں اثر کرنے کو
 تیغِ ابر کے مقابل کسی خون ریز کی آہ
 ہے یہی داغِ جگر بچاں تو سپر کرنے کو
 اک پہر وصل میں یہ اور غیب ہے واللہ
 حوصلہ شرط ہے اوقات بسر کرنے کو

میں اس کا تہا ابد ہو رہوں لگا بہتہ ہلے زر
اگر ملاوے کوئی اک روز یا سہ مجھ کو
نہ اپنے جاہ میں پھولوں سما سکوں میں تو ہرگز
ملاوے پاس وہ گل رو کبھو جو پیار سے مجھ کو
رکھوں ہوں اس گل رشک چمن سے پاک محبت
نہیں غرض کبھو ایمان ہے ہزار سے جھکو

[۱۳]

غیر لب یا کہ گلاب نہ ہے تو رشک نہیں ہے یا سمن ہے تو
کیوں نہ ملاوے ہو تکر قمر باں سگرے پاؤں تلک چمن ہے تو
دل عاشق وہاں سے پروانہ جس جگہ شمع انجمن ہے تو
جی کسی کا نہ خوش کیا تو نے درد مندوں کا دل شکن ہے تو
نکتہ چینی میں کچھ حفا نہ کیا زلف مشکیں بہت نعتن ہے تو
کیوں نہ حلالہ کا مرتبہ ہو زیبا دلا
بسکہ ایمان کم سخن ہے تو

[۱۴]

نہ کیونکہ قابل نظر ارہ ہو چمن میں سرو
رکھے ہے سبز قبا روز ہی بدن میں سرو
اگر چہ ہے لب جو پر کھڑا چمن میں سرو
جو آئے اب نہ قمری کے ٹاک دہن میں سرو
تکر ہی قنات دلکش کے رشک سے پیارے
رکھے ہے خار ہزار اپنے پیر ہنایں سرو

جود بکھے شانہ کشی اسکی زلف شکن کی
 تو دل کو باندھ دے طرہ کی ہر شکن میں سرو
 تیکر خرام کو دیکھے تو بہر تحسین یار
 عجب نہیں ہے کہ آوے وہیں سخن میں سرو
 شتاب رنگ چمن جل کے تیری دوری سے
 رکھے ہے ایک رمت جان اپنے تن میں سرو
 زہے وہ قامت نازک کہ سانس لینے میں
 لچک ہی جائے ہے جس طرح سے یوں میں سرو
 دکھائیے اسے ایمان قامت حاناں
 رہے ہے اپنی ہی مصروف نت بھین میں سرو

[۱۵]

ظاہر میں ہنکار اگرچہ نہیں بھی ہو
 دل مل رہا ہو جس سے وہ بیٹھا کہیں بھی ہو
 معشوق یار باش وہ اپنی پسند ہے
 کچھ بے حجاب ہووے تو کچھ شرمگین بھی ہو
 ظالم بھلا و جور کو ٹک ہر ہے ضرور
 ہونیش جب ہزار تو کچھ انگلیں بھی ہو
 گریاں ہو جبکہ دیدہ غدیدہ فراق
 جیب ادھر لہو سے ادھر آستین بھی ہو
 کیفیت بہار میں دور شراب کا
 اے دل تب ہی مزہ ہے کہ وہ نازیں بھی ہو

بت اس طرح کا دیوے خدا ہی نصیب سے
 ظاہر میں ہو و جہیہ، سخن آفریں بھی ہو
 اب جا کے بیٹھے صحرا میں اس جگہ ۹۹
 جاری ہو جوئے آب جہاں گل زمیں بھی ہو

[۱۶]

پہنچ اے نالہ شباب اس کو خیر کرنے کو
 کر رہا نہ بھی نہ بھیاں چشم کے تر کرنے کو
 یوں تو کچھ دیر نہیں اور ہنر کرنے کو
 شرط قسمت ہے دل دوست میں گھر کرنے کو
 جب سے ہم چہرہ ہوا آپ سے یہ ماہِ تہم
 مستعد سب ہیں اسے شہر بدر کرنے کو
 میسر بھیاں اب تو رقیبوں کو ہمیشہ ماب
 ساتھ لانے لگے ہیں آپ نذر کرنے کو
 گھر سے باہر نہ رکھ اے طفلِ سرشک آہ قدم
 عقل اور ہوش ہے درکار سفر کرنے کو
 نالہ نے سے جس آہ تجھے کیا نسبت
 درد درکار ہے ہر دل میں اثر کرنے کو
 تیغِ ابر کے مقابل اسی خوں ریز کی آہ
 ہے یہی داغِ جگر بھیاں تو سپر کرنے کو
 اک پہر وصل میں یہ اور غضب ہے واللہ
 حوصلہ شرط ہے اوقات بسر کرنے کو

اسکی دوری میں تو ایمان اگرچہ ہر روز
چاہیے صبر ہر اک شام و سحر کرنے کو
[۱۷]

کبھو ہو مہرباں مجھ پر کبھو نا حق غضب کچھ ہو
کہوں کیا خوب ہو، نادر ہو، تحفہ ہو، عجب کچھ ہو
زیادہ اب نہیں ملتا ہوں میں نازک مزاجوں سے
مبادا روز کے طنے سے پھر ترک ادب کچھ ہو
سرا میں آپ کی اب ہم تو کس کس چیز کو پیار
کج ابرو موکر خوش چشم کل اندام سب کچھ ہو
عبث بینز ار ہو تا آپ کو لازم نہیں مجھ سے
مجھے ارشاد تو ہووے اگر اسکا سبب کچھ ہو
بتوں کی بزم میں رہتی ہے نت جھکو ہی حیرت
کبھو مطلب کسو کے لب سے اپنا بے طلب کچھ ہو
منے گل رنگ پیتے ہی ہو ی کچھ اور کیفیت
ذرا آئینہ لے دیکھو کہ تب کچھ تھے اور اب کچھ ہو
ہمیں تو عشق ہے واللہ ذات حسن سے ناصح
ہمیں پرواہ گر اس کا حسب کچھ ہو نسب کچھ ہو
عبث امید ہے امید میں یہ لوگ مرتے ہیں
حصول مدعا صاحب کسو کا تم سے کب کچھ ہو

جگر سوراخ ہووے مثل نئے جس دم کہ داغوں سے
 اثر نالہ کا شاید دل میں اس کافر کے تب کچھ ہو
 تم اپنی زلف و عارض کی بناوٹ پر ہی عاشق ہو
 بلا سے آپ کے ہم غمزہ دوں پر روز و شب کچھ ہو
 چھپاتے ہو عبت ایمان اپنا در در دل ہم سے
 کسو کے ہاتھ سے تم ان دنوں جاں بلب کچھ ہو

”ر دلف“

[۱]

نہ تنگ دل ہے عبت صحن باغ میں غنچہ
 یہ حسن و لطف ہے وابستہ دل کے واہد سے
 پیے ہے خون جگر رشک سے جو دیکھے ہے
 وہ جہد بستہ کے موباف سرخ کو دیکھے
 ہے بزم میں یہاں تک نسیم دل گیر
 نسیم صبح کو کب ہے خبر کہ لالے کا
 کہ ہے کسی کے دہن کے سراغ میں غنچہ
 کہ رنگ و بو کو نکالے فراغ میں غنچہ
 شراب رنگ کو گل کے ایام میں غنچہ
 نہ دیکھا ہووے جو منقار زاغ میں غنچہ
 کہ گل کی جائے ہو پیدا چراغ میں غنچہ
 جھپا ہے آکے مہرے دل کے داغ میں غنچہ
 دہن جو سونگھے طمک ایمان میرے گلرخ کا

رکھے نہ عیب کی بو پھر دماغ میں غنچہ

[۲]

میں غنچہ لب سے نہ لوں کیوں کہ باغ میں بوسہ
 کہ بو گلاب کی دیوے دماغ میں بوسہ

نہ ہو وہ چشمہ ریواں کاشنہ لب ہرگز !
 چاہے جس کو دہن کے چراغ میں بوسہ
 وہ نہ ملاوے کہاں منہ سے روزِ روشن میں
 نہ دے جوشِ کفر و غیہ چراغ میں بوسہ
 رہے نہیب کہ ساقی کے نعل میگوں سے
 لیا ہوں گردشِ ہر اک ایاغ میں بوسہ
 زبکہ تنگ ہے وہ ہاتھ سے رقیبوں کے
 دبا کچھ نہ مکانِ چراغ میں بوسہ !!
 حسد ہی خمیر کرے اب کے شیطانیوں ٹہری
 ادھر سے جان ادھر سے جناغ میں بوسہ
 طلب کے ساتھ تو ایمان وہ نہ دے ہرگز !
 مگر طے تو طے لہو و نارغ میں بوسہ !

[۳]

اگر تو ظاہر میں بہت دور ہے اللہ اللہ
 اے مسیحا کی بھی جاں بخش خبر بے جلدی ؟
 اپنے جلوہ سے مری چشم بھی روشن کر دے
 جسکو دیکھا میں جہاں میں اسے عاجز پایا
 ہم سے عصیاں و خطا ہوتے ہیں صادر لیکن
 جان دے مال بھی دے عزت و ایمان بھی دے
 پر مرے دل میں تو معمور ہے اللہ اللہ
 کیا ہی بہتہ تسمارِ خور ہے اللہ اللہ
 دونوں عالم کا تو ہی نور ہے اللہ اللہ
 تو ہی اک صاحبِ مقدر ہے اللہ اللہ
 تیرا احسان بدستور ہے اللہ اللہ
 یہ کرم تیرا ہی مشہور ہے اللہ اللہ

اب "جوئی نہ شب کو فر و غ چراغ میں بوسہ"

زندگانی سے تو ایمان کی سوگند مجھے
بند گاتیری ہی منظور ہے اللہ اللہ

[۴]

تھی رسن آہ زلینجا کی مگر دلو کے ساتھ
چاہ سے کھینچا جو یوسف سا بشر دلو کے ساتھ
دور ہر جام دوراں سراب ہے تجھ بن
چرخ گردش میں رہا ہے جیسے کہ ہر دلو کے ساتھ
چشم پسیم سے غم آلودہ ہوا تار نگاہ !!
ریساں جیسے کہ ہو جائے ہے تر دلو کے ساتھ؟
مشری کیوں نہ پنکھٹ کا میں سوچا ہے اب؟
ربط رکھتا ہے میرا نہ شک قمر دلو کے ساتھ
دل بلاق اس کے سے اس طرح ذوق میں پہنچا
جیسے کوئی چاہ میں جاتا ہے اتر دلو کے ساتھ
مثل قندیل حرم ہووے وہ روشن اے شمع
عکس نکلے میرا چہرے سے اگر دلو کے ساتھ
خندہ زن ہوتے لب چاہ پر گر وہ یکبار
نکلیں ایمان سے اعلیٰ و گہر دلو کے ساتھ

[۵]

چار آنکھیں مجھ سے کچھ ہوتے ہی شرماتا ہے وہ
ہاتھ ٹک لگتے ہی میرا پاؤں پھیلاتا ہے وہ

چاک چاک اپنا گریباں کیوں نہ میں کر تارہوں
 گھر اگر لاتا ہوں تو دامن بھٹک جاتا ہے وہ
 ہاتھ میں چوٹی کا آنا تو بڑا ہے جنجال !
 نام اگر زلفوں کا لیتا ہوں تو بل کھاتا ہے وہ
 چشم بد دور آج اسکی شان کے شان ہے
 اسقدر حسن و جوانی پر جو اتراتا ہے وہ
 تھوکتی ہے منہ پر شبنم غنچہ لالہ کے پسر
 صبح دم سستی لگا کر پان جب کھاتا ہے وہ
 جان آجانی ہے گویا قالب بے جان میں !
 پیار سے حبس دم مری آغوش میں آتا ہے وہ
 کس طرح ایمان ہووے کہہ تو اب محبت برار
 جبکہ میں مجلس میں جا بیٹھوں تو اٹھ جاتا ہے وہ

[۶]

نہیں جز خاک ساری آب و تاب چشم آئینہ
 بزرگ سرمہ خاک تر ہے باب چشم آئینہ
 ہے از بس حسن تیرا انتخاب چشم آئینہ
 نہ ہو کیوں صاحب بوہر خطاب چشم آئینہ
 ہمیں دھوکہ نہ دے ہرگز شراب چشم آئینہ
 کہ ہے اپنی فکر میں صاف آب چشم آئینہ
 نہیں اک عکس ابرو مصفد ہے رنگ خاطر کا
 صفائے سینہ بھی ہے ماہتاب چشم آئینہ

تسکری حسن کے دریائے طوفاں خیز سے پیارے
 پیسے ہے روز و شب پانی سماں چشم آئینہ
 نظر پڑتے ہی اے آشوب عالم تیری صورت پر
 اوڑے سیماں کے مانند خواب چشم آئینہ
 شرف برج حمل پر کیوں نہ ہو کر می نشیں اسکا
 کہ ہے عکس پریر و آفتاب چشم آئینہ
 مدام اس سنگ دل کو اور دم دیتا ہے یہ ظالم
 الہی کھوٹ جاوے اب حیات چشم آئینہ

جمال پاک تیرا بھر نظر کب اس نے دیکھا ہے
 کہ ہو جاتی ہے حیرت ہی نقاب چشم آئینہ
 تیرا دیدار کی حسرت سے ہر شب صبح تک پیار
 نہیں سیماں سے کم اضطراب چشم آئینہ
 ہمیشہ ٹٹکٹکی باندھے رہے ہے سادہ رویوں سے
 کہ مہر جاتا رہا یارب حجاب چشم آئینہ
 ہنر بر عکس دیتا ہے نتیجہ صاف طبعوں کا !
 کہ ہے جو ہر ہی بھاں خانہ خراب چشم آئینہ
 نہ ہوں کس وجہ حیراں دیکھ کر شیریں لیلیٰ بھی
 کہ ہے خود ہیں ہمارا انتخاب چشم آئینہ

عج صورت سے اب چھرا چھپے سخت حیرت
 ذرا دیدار دکھلاے تو اب چشم آئینہ ۱۱
 ابل جاتا ہے تیرا عکس رخ پڑتے ہی آنکھ دین
 برنگ چشمہ سیما اب چشم آئینہ ۱۲
 اگر ہے دیدہ بنیا تمہیں اسے مردمانِ دہر
 نہ سمجھو چشم عاشق کو جواب چشم آئینہ
 بصورت ایک ہیں گر چہ دے ہے فرق مٹی کا
 میان چشمہ جاری ہے اب چشم آئینہ
 خموشی ہی مری ایسا سو گفتار رکھتی ہے
 کہ اک مدت سے ہوں میں بہرہ یاب چشم آئینہ
 (۷)

کھلے جب تک نہ نفس خون جگر میں غوطہ
 کیوں نہ اک دم ہی میں ہم گوہر معنی لادیں
 موج دریا کو جو آرام نہیں ہے شاید
 پہنچ کر تاسر مڑ لگاں دہیں پھر مارے ہے
 کیا عجب فتنہ اگر ہووے جہاں میں پیدا
 حسن دلدار کا دریا ہے عجب طوفاں خیز
 وہ محبت کی مگر چاہ کی تہ کو پہنچے ۱
 مارے خواہم نہ تفتیش گہر میں غوطہ
 بحر اشعار کا ہے اپنی نظم میں غوطہ
 کسی بیتاب نے کھایا ہے بصورت میں غوطہ
 ٹھنڈا اشک آپ ہی یہاں دیدہ ترین غوطہ
 اس نے چولی کو دیا عطر اگر میں غوطہ
 عقل و حیاں کھلے ہے ہر ایک لہریں غوطہ
 جس کا اتمام نہ ہو آٹھ پیر میں غوطہ

موشگافی کروں ایمان میں جتنی لیکن
نکر کھا جائے ہے تفتیش کمر میں غوطہ

[۸]

نہیں درکار مجھ کو چیت زرریں کار کا سایہ
رہے سر پر سلامت قامت دلدار کا سایہ
اگنیں پھر تاک ہے وہاں ایندہ کرا کر قیامت تک
پڑے ٹک جس زمیں پر اس بت میخوار کا سایہ
سپہر حسن کا از بس کہ وہ خورشید تاباں ہے
نہیں دیکھا کسی نے اس پری رخسار کا سائہ
تصور ہے اب صحرائیں اس رشک چمن کا ہے
دکھاتا ہے بیمار گل مجھے ہر خار کا سایہ
جو دیکھے ہے تکر عاشق کی حالت سو یہ کہتا ہے
کس پر بھی نہ پڑیو یارب اس بیمار کا سایہ
بگولا بھی تو ہرگز اٹھ نہیں سکتا ہے مہاں سے پھر
پڑے ٹک ہے جس زمیں پر اس کی چشم زار کا سایہ
پری مجبور ہے پر تو میں آجے پر وہ ہونے سے
یہ نور افروز ہے ایمان اپنے یار کا سایہ

ۛ

[۹]

کرے ہے ریشم سنبل کے تئیں نہال گرہ
دل اس کے جد مسلسل سے چھوڑنا ہے محال
فلک کے پنج ستاروں کی آج تک تجھ سے
تو کھول نام خدا بس کہ اے مراد طلب
نہ پوچھ شمع سے سوز پتنگ کا احوال !
جہاں میں راست روی نہیں ہے ہر کسوں کو نصیب
صدف میں قطرہ تراش سے کیوں نہ ہو عروم
نہ ہووے خون کئے بن شگفتہ پیشانی
غزل کہا تو ہے ایمان نے مگر صاحب
شگفتہ ہو کے بندھے ہیں خال خال گرہ

[۱۰]

یشت لب کا نہ خط عیاں ہے یہ
برگ گل ہے کہ ہے لب رنگیں
قد و قامت ہے یا قیامت ہے
میں کہاں اور خواب گاہ کہاں
میں کسی اور سے لگاؤں دل
دیکھ دامن میں میرے طفل شرم شک
داغ کیوں کر لگائے پروانہ
آتش لعل کا دھواں ہے یہ
غنج گل ہے یاد ہاں ہے یہ
دگر پیارے جہاں تھاں ہے یہ
تہمت تازہ میری جاں ہے یہ
صرف تیرا میاں گمان ہے یہ
ایک دو دم کا ہمان ہے یہ
شمع رویوں کا دود مان ہے یہ

سہ پہر تہزار کھینچ کر آیا عا یہ آفت تازہ ناگہان ہے یہ
 اشک کے ساتھ تو بھی چل ایتان
 سہر کا دیکھو کاروان ہے یہ

[۱۱]

اپنے سب کچھ دے گا وفا کیا مضافۃ
 حاضر ہوں دل و جان کسے تیری بخت میں
 دل لے کے آجے آنکھ ملانا نہیں ہے یار
 فیوں سے گرم خوشی و ہر دن ملا ہے
 اپنے کرم پرستی ہے اللہ کی نظر
 ہم تو خفا نہ ہوں کوئی مسئلہ مزاج سے
 عشاق بھیل لیتے ہیں فرماؤ کی طرح
 خط میں اگر کسو کے نہ آیا تجھے سلام
 وہ بے وفا ہوا تو ہوا کیا مضافۃ
 ظاہر میں گر رہا نہ رہا کیا مضافۃ
 کی گنج سے کوئے خوب دعا کیا مضافۃ
 اور ہم سے یہ سلوک بھلا کیا مضافۃ
 بند سے سے گر ہوئی بھی خطا کیا مضافۃ
 منہ سے برا کہا تو کہا کیا مضافۃ
 آئے بھی گرچہ سر پہ بلا کیا مضافۃ
 اپنی طرف سے صحیح دعا کیا مضافۃ

ایمان نامہ بر یہ نہیں جاے حرف ہے
 مکتوب اس نے سب کو لکھا کیا مضافۃ

[۱۲]

مجھ سے برنگس ہو گر آئینہ
 دفع عین الکمال کو اوسکے
 جوہر اسپند و جگر آئینہ
 مثل سیاب مضطر آئینہ
 جیکہ دیکھتے ہے ذلہر آئینہ
 ہوسے محسود مشرق خورشید

عاج "سہ پہر تہزار کھینچ کر آیا عا" ج "عشاق بھیل لیتے ہیں فرماؤ کی طرح"

تیکر دیدار کی ملے دولت کیوں نہ ہو روشن اختر آئینہ
 شعلہ حسن بک رہے جاں سوز دیکھئے یادیدہ تر آئینہ
 نہ کھو ایمان صفحہ سادہ
 نو خطوں کا ہے دفتر آئینہ

رولف "ی"

[۱]

بال اس رولف کے تڑپے ہے کبھو شانے سے
 ہاتھ مشاطہ کا یارب ہو جد مٹا نے سے
 بوسہ وہ دیوے کہاں بزم میں جیکے اب تک
 آہ سیکر نہ ملے لب لب پیما نے سے
 بسکہ غلطاں ہے ٹہرنا ہی نہیں آنکھوں میں
 اشک عشاق کو نسبت نہیں در دانی سے
 سانس ٹھنڈی سی کوئی لے کے کہے تمہارے دوست
 ایک دن قیس کے گزرا میں جو ویرانے سے
 چشمہ انجم سے ہزاروں ہے فلک نے کھولے
 نصف شب کے تیں نکلا جو وہ کا شانے سے
 ایک میں ہی نہیں پیری بد تیرا !
 اب تو سب یار بھجا کچھ ہو گئے دیوانے سے
 ایک سے ایک سرس حسن نظر آتا ہے
 خانہ چشمہ نہیں کم پری خانے سے

خوابِ شیریں کو نہ کر تلخ تو اس کے اے دل
 رام افسوں سے وہ ہوتا ہے نہ افسانے سے
 آشنا ہی نے جب ایمان نہ کی ہم سے وفا
 پھر تو قلعہ تو رکھے کیا کوئی بیگانے سے

[۲]

پایا ہے از بس کہ لطف غنچہ دہن سے
 زلف کو تو زینہار کر کے غلط اب
 دل کو نہیں ہے قرار اس کے بغیر آہ
 خواب میں تھا بسکہ مست بوسہ لیا اک
 تجھ کو جو اے نو بہار مجھ سے ملاوے
 باغ میں گل کر کے یاد رشک چمن کو
 میں تو نہیں شاد کلام سیر چمن سے
 دیکھ نہ تشبیہ یار مشکِ حقن سے
 کچھ نہیں چلتا ہے زورِ عہد شکن سے
 زگرہ کی کی میں نے رات سیم تن سے
 یہ تو نہیں ہے امیدِ چرخ کہن سے
 رویا لپٹ کر میں خوب سر و سمن سے
 گر چہ ایمان صرف گوشہ نشین یار
 دہلی میں پہنچا ہے نام ملک دکن سے

[۳]

ز بس دیوانہ ہے تجھ عشق کی تاثیر سے پانی
 بندھا پھر تا ہے اب تک موج کی زنجیر سے پانی
 بزرگ شمعِ آتش چشم تر سے اور بھٹاکے ہے
 میں سوزِ دل پہ چھڑکوں آہ کس تدبیر سے پانی
 بسانِ خضر دنیا میں حیاتِ جادواں پائے
 پیلا ہے جس نے اس کے چشمہ شمشیر سے پانی

میری روح رواں اس سیم تن کو کس طرح چھوڑے
 جدا ہوتے نہیں دیکھا کسی نے شیر سے پانی
 گداز دل کا اپنے ذکر جب کرتا ہوں مجلس میں
 برنگ شمع ٹپکے ہے لب تقصیر سے پانی
 گلوے خشک کو تر آبِ خنجر نے کیا آخر
 دریغ اب گرچہ قاتل نے رکھا نجسیر سے پانی
 نہ رکھ ایمان تو چشم طمع زہارِ سفہ سے
 کسی نے بھی پیاسے چشمہ تصویر سے پانی
 [۲]

بر باد آہ جاوے تاثیر ہے تو یہ ہے !!
 ترکش کا اپنے یاروں کی تیسیر تو یہ ہے
 تھمدار اس کی آبرو شمشیر ہے تو یہ ہے
 ہر اک پلک نکیلی پیم تیسیر تو یہ ہے
 دل کیوں دیا ستمگر میں تجھ سے بے وفا کو
 اب جرم ہے تو یہ ہے، تقصیر ہے تو یہ ہے
 زلفِ سلسل اس کی دیکھا نہ اے دوانے
 گردام ہے تو یہ ہے، زنجیر ہے تو یہ ہے
 گل رو کا ہے تصور جیسے میری نظریں میں
 فر دوس ہے تو یہ ہے کشمیر ہے تو یہ ہے
 سنگ آستان کا تیسیر اور خاکِ بچہ گلی کی
 پارس جو ہے تو یہ ہے اکسیر ہے تو یہ ہے

اس پے قرار دل کی ٹمک دیکھ نوح فشانہ
 بسمل جو ہے تو ہے پتھر ہے تو یہ ہے
 بہزاد نے جو دیکھا خلقت کا سب مرقع
 صورت کو تیری بولا تصویر ہے تو یہ ہے
 کس طرح وصل سے ہوا یان کا میا بی
 نت فکر ہے تو یہ ہے تدبیر تو یہ ہے

[۵]

کس کے ہاتھوں ہونشہ میں بکے
 غنچہ لب کا ہمیں تبسم بھی !!
 کچھ تمہیں سو جھٹا ہے اے آنکھو
 عطر سا ہے جو زلف کی ہر چین؟
 جاں بلب ہوں خبر نہ آنے کی
 پاؤں رکھ کر ہمارے سر پر چل
 زلف میں دل نے دیکھ ستارہ کو
 تشنہ آب حیات کے وہ نہیں
 مست جھٹک دل جلوں پہ دامن کو
 ہاتھ پہنچا نہ اس کے دامن تک
 اب جو آتی ہے تیغ کہہ کہہ کے
 نہیں مشتاق گل کے قہقہہ کے
 طفل اشک اب چلے کہ صبر ہم کے
 بلکہ یوں مشک بھی کہاں چمکے
 بولیو ہم نشین ٹمک رہ کے
 نقش پابن گئے تسری رہ کے
 رکھ دیا سر کو نیچے ارہ کے
 مست ہیں جو کہ دردی تہہ کے
 آگ دامن سے مت کریں دھکے
 یہی حسرت ہے جھگو رہ رہ کے
 قصہ ایمان کیا کہوں شب کا
 اٹھ چلا جب وہ دوست کہہ کے

[۶]

کافر بتوں کا دل نہیں پیر سنگ ہے
تکمہ جو نعل کا ہے گریبان شاہ میں
شبیشہ دلوں کی بزم میں کیا شیخ کی ہے قدر
عاشق ہزار کام کرے سرستے گزر !!
کامیاب نہیں ہے سر و کار اے صنم
اک تیکر دل میں رجم و کرم کا نہیں نشان
اے برہن تو دیر میں پٹکے ہے سر عبث
ہو دے زمین شعر کی کیسی ہی سخت تر ق
کیا چل سکے ہے آہ کی تدبیر سنگ ہے
دوہریں کی نظر میں گلو گیسر سنگ ہے
کرتا ہے کون ایسی توفیر سنگ ہے
یہاں کو بہن کے واسطے جاگیر سنگ ہے
دیوانے کی جہاں میں تغیر سنگ ہے
پارس ہی جس کا نام ہو تعمیر سنگ ہے
دیکھی جو تیکریت میں تصویر سنگ ہے
اور اس کے آب و گل میں بھی تعمیر سنگ ہے

ایمان اپنے خامۂ قدرت کے روبرو
الماس کا بھی قابل تحریر سنگ ہے

[۷]

دل ہمارا حنائہ دلبر بنے اور ٹوٹ جائے
جس طرح گل باغ میں ساغر بنے اور ٹوٹ جائے
کیا کہوں طالع کی گردش جو مدف میں چشم کے
نظمہ اشک آن کر گوہر بنے اور ٹوٹ جائے
دولت دنیا کے دول ہے سر بسر ناپائیدار
جیوں ہوا پر دود کا افسر بنے اور ٹوٹ جائے

ع۔ ب " دل ہمارا منزل دلبر بنے اور ٹوٹ جائے "

کیجئے عہد وفا ان دلبروں کا کیا بییاں
 روزِ مثلِ سدا سکندر بنے اور ٹوٹ جائے
 ہے ہوائے عرصہ ہستی غیبِ خانہِ خراب
 جیوں جنابِ بحرِ دم میں گھر بنے اور ٹوٹ جائے
 دامِ رے زورِ جنوں جو قیاس کی زنجیر پا
 موجِ دریا کی طرح اکثر بنے اور ٹوٹ جائے
 ماہِ رو کے دویرِ وقطہ میسرِ اشک کا
 جوں شہابِ ایہاں شبِ اختر بنے اور ٹوٹ جائے
 [۸]

چمن میں گلابِ دن بندہ قبا یکدم اگر کھولے
 گرہِ غنچہ کی خجالت سے نہ پھر یادِ سحر کھولے
 ہجومِ ناتوانی باغِ تنک بھی کیا پہنچنے دے
 اگر صیادِ میسرِ فضلِ گل میں بالِ وپر کھولے
 گریبانِ سحر کو شام کے دامن سے وراں باندھے
 جہاں زلفِ مغنیر کو مسرا وہ سیم بر کھولے
 برنگِ طوطی تصویر ہوئے یوسفِ مصری
 تو اے شیریں زباں جس جائے دوکانِ شکر کھولے
 ترا دیوانہ ہے کاہیدہ اتنا ناتوانی سے
 کرگِ فدا د بھی جسکی بعدِ خون جگر کھولے

شب وصل اس قدر خوش ہوئے ہیں بدمزاجی سے
 کہ سو منت سے وہ گل پیر میں بند کمر کھولے
 بحر رنگ فنا ایمان اس گلشن میں کیا دیکھے
 حباب جو کے مانند ایک دم جو چشم تر کھولے
 [۹]

کہ شیشہ سنگ میں اور شیشہ میں پری جانے
 خدا پرستی و ہم بندہ پروری جانے
 عجب نہیں ہے اگر ماہ و مشتری جانے
 نہیں خر کو وہ کوس پیہم بری جانے
 ہر ایک شوح کجواں طرز دہری جانے
 عجب نہیں ہے کہ خورشید خاوری جانے
 وہ صرف اپنے نصیبوں کی یاوری جانے
 کہ اپنے شعر کی عالم میں برتری جانے
 عروض و وزن کی اس پر برابری جانے
 ہر ایک بحر میں ایسی شناوری جانے
 پھر اس کے ساتھ جگت کی بھی ہماری جانے
 ہر ایک طرز میں انداز پروری جانے
 نہ یہ کہ درد سے سودا سے ہمسری جانے
 چمن میں آپ کو باب سمختری جانے

ہر اک شے کو جہاں میں نہ سہری جانے
 وہ بادشاہی کے لائق جہاں میں ہے جو کوئی
 منجم اب تیکر ماتھے پہ دیکھ کر ٹیکا
 ہزار زہد و عبادت کیا کرے بے علم
 تو اس زمانے میں ممتاز ہے گامیری جان
 جو کوئی صبح کو دیکھے تجھے جھرو کے میں
 جو تیکر وصل سے ہو کامیاب اے بے ہر
 شعور چاہیے شاعر کو اس قدر تو ضرور
 زبان اردو کی پہلی سند کرے بہتر
 بدیہ معنی و مضمون کی لاوے گوہر تر
 لکھے نظم میں جہاں تک کہ ضلع گوئی ہے
 غزل قبیہ رباعی مخمس و داسوخت
 ردیف و قافیہ بیانی پر خفیف العقل
 یہ کجروی ہے فقط اسکی جبرطرح سے کلاغ

ع۔ الف "پھر اس کے ساتھ جگت کی بھی ہمتری جانے"

عزیز رکھتا ہے ایمان شعر رنگیں کو
کہ جیسے قدرِ جواہر کی، جو ہری جانے

[۱۰]

نظر کر ماہر دے چہرہ گلزار کی ڈوری
ہوئی ہیں خاک جلکر شمع آتشبار کی ڈوری
تیری زلف پریشاں مشکبو دیکھے اگر کافر
برہمن تار تار اپنی کرے زنا ر کی ڈوری
خیال دست اندازی نہ کرے شوخ کہتا ہوں
رگ جاں سے ہے وابستہ میر اس یار کی ڈوری
دلا ملک دیکھ کیفیت شراب ارغوانی کی
کہ دام مرغ جاں میں دیدہ میخوار کی ڈوری
نہ دیکھا تو نے اے قاتل کہ اپنی سخت جانی نے
کئے ضائع ہزاروں ہی تیری تلوار کی ڈوری
نہ چھڑا اتنا ہر اک دم اے تمنائے ہم آغوشی
مبادا ٹوٹ جاوے اس دل افکار کی ڈوری
کسے ہے تاب جو دیکھے نظم بھر بلکہ جل جاوے
شعاع ہر سے ہمسر ہے اس دستار کی ڈوری
کنہ انداز ہیں گردن کشوں پر وقت اقا ص !!
تیری گردن کی اے شیریں ادا ہر بار کی ڈوری

نہ ہوں ایمان ممنون غیر کے عالم حجم ہر گز
رگ سنگ آپ ہاٹی دامن کہسار کی ڈوری

[۱۱]

مہرِ بخ کے ہم ہی نہیں آب و رنگ میں ڈوبے
تیر ہی مزہ کے سوا یہ نہ ہو کبھو صیاد
جو وہ زہرہ تو اتر زبان تو نہ ہو ؟ ۱۱
وہیں ہو دم میں فنا جواب بھر چلے کم ظرف
فدا جنہوں نے کیا جان آبرو پر سے
سیفِ بحر میں ڈالا ہوں ایک ڈرتا ہوں
نشان قیامت ہے اب خدا نہ کرے ؟
گر آزمائے وہ شمشیر تو ہر ایک کھار
برنگ لعل وہیں خون رنگ میں ڈوبے

وہی ہے سرخ روایات بزمِ مرداں میں
ہو کے بیچ جو کوئی کہ جنگ میں ڈوبے

[۱۲]

مستزریں نہ قصر لا جو ردی چاہیے
عاشقِ سر باز کو ہر بزم میں مان نہ شمع
مثل گل چاک گریباں کی ہمیشہ ہے بہار
سیر گلشن کی نہ دو تکلیف مجھ کو دستو
خاکساروں کو طریق کو چہ گردی چاہیے
آہ گرم و چشمِ تر پہرہ پہ زردی چاہیے
عاشقوں کو کب ہوائے نعلِ اردی چاہیے
گرد باد آسا مجھے صحراِ نوردی چاہیے

ہے گزر نامہ سے ہی ایمان کو لے یار میں
 بھلاں قدم دھرتے کو پہلے پائے مردی چاہیے

[۱۳]

پریشاں رخ پہ جب وہ زلفِ عنبر نام ہو جائے
 سحر آفاق کے پل مارتے میں شام ہو جاوے
 کرے دعوئے ہم چشمی گر اس ظالم کی آنکھوں سے
 مشبک سوزن مژگان سے ہر بادام ہو جاوے
 عجب ہی حسن کے جلوہ میں دیکھا جذبہ کائنات
 رگ گل بلبل شہید کے حق میں دام ہو جاوے
 نہ پاوے انقلاب دہر رہ مشرب میں عاشق کے
 اگر اسلام کفر اور کفر کا اسلام ہو جاوے
 لگا ہے ان دنوں میں اس بت نوختا سے دل میرا
 مگر آغاز کا یارب بخیر انجام ہو جاوے
 نمک زیر تبسم ہو ٹٹک اک زخم شہید الپا پر
 کہ تیکر ہستہ ہستہ ہی ہمارا کام ہو جاوے
 تجھے کچھ اور خواہش اب نہیں ایمان کی سوگند
 دل بیتاب کو مہیکر نہیں آرام ہو جاوے

[۱۴]

کہاں تک میاں جفا دیکھے اذیت ستم بلا دیکھے
 نہ دل میں اگر حجاب آج ہے نظر سے نظر ملا دیکھے
 نہ بیلے کبھو قسم ہے تمہیں اگر مجھ سے اب خطا دیکھے

وہ ملتا نہیں ہے صنم بے وفا محبت سے دل اٹھا دیکھے
 جہن میں سحر گل و غنچہ کو نہ ہو دلربا وہ تو کیا دیکھے
 نہیں شیخ جی تمہیں گر لقیں دل اپنا کہیں لگا دیکھے
 سفر کو گیا وہ ایمان اب
 ملتا ہے کب خدا دیکھے

[۱۵]

سنی جب پنجہ بزل و عطا کو باندھ کر کھولے
 برنگ غنچہ اک کینچ طلا کو باندھ کر کھولے
 کجھو وہ دلبر با جعد رسا کو باندھ کر کھولے
 تو گو یا طبلہ مستک خطا کو باندھ کر کھولے
 سخن بعد از خموشی کے ستر ایوں جان بخشے ہے
 کوئی جیسے در دارالشفاف کو باندھ کر کھولے
 برنگ غنچہ عشاق کے ہوں عقدہ مشکلی !!
 اگر وہ گلشن بند قبا کو باندھ کر کھولے
 زمانے کا ہے قبض و بسط اسکی چشم جادو میں
 حجاب بحر سائیکدم ہوا کو باندھ کر کھولے
 نہ دے ایمان کو برباد اپنے ہات سے کافر
 مذہم گز کوئی پرو بال ہما کو باندھ کر کھولے

[۱۶]

وہ توڑے سر و گھر گز پر بلبل دل قمری تو ہوں جوں برگ خشک بستر پر بلبل دل قمری
 جہن کی حسرت میں رہیں پر بلبل دل قمری نقس سے اڑ چلے مل کر پر بلبل دل قمری

پھنے دامِ محبت میں گل و شمشاد کے ناخفت
 طے ہیں خاک میں کیا کیا سہی بالا گل رعنا
 یہی کہتے ہیں ہم دیگر پر بلبلِ دل قمری
 نہ ہوں کیوں غم سے خاکستہ پر بلبلِ دل قمری
 کہ ہیں یہاں عشق کے دفتر پر بلبلِ دل قمری
 رکھیں ہیں سر پہ جیوں افسر پر بلبلِ دل قمری
 مجھے یارب عنایت کو پر بلبلِ دل قمری
 تو ہو وہیں فرشتے وہاں اکثر پر بلبلِ دل قمری
 اٹھاتے ہیں سپہرِ بزمِ جم پر بلبلِ دل قمری
 کہ خینکا تو نے جن جن کر پر بلبلِ دل قمری
 نہیں ہیں سر و گلِ ایمان یہ فصلِ بہاراں میں
 اُگے ہیں خاک سے یکسر پر بلبلِ دل قمری

[۱۷]

نہیں موجِ تبسم سے وہ لعل تر چھلکتا ہے
 جھکوروں سے ہوا کے چشمہ گوہر چھلکتا ہے
 بھرا ہے بلکہ دل شکوہ زباں پر کب نہ آجاوے
 لبالب جام جو ہوتا ہے سوا کشر چھلکتا ہے
 نہ دوں تشبیہ کیونکہ دیدہ گریاں کو دریا سے
 کہ جیوں گرداب یہ کھا کھا کے سوچ کر چھلکتا ہے
 تری اتنی بھی لغزش خوشنما ہر گز نہیں سانی
 پیالہ ہاتھ سے گرتا نہیں ہے پر چھلکتا ہے

طرقات اتنی ہے اب کے نسیم نو بہاری میں
 کہ ہر دم کا سہ زر گس سے آب زر چھلکتا ہے
 اُبلتا ہے ادھر کو رنگ غنچ کی گلابی سے
 ادھر شبنم سے جام گل بھی اب یکسر چھلکتا ہے
 ٹیک پڑتا ہے خونِ دل میری ایسا آنکھوں سے
 مئے نگلوں کا جس دم بزم میں ساغر چھلکتا ہے
 [۱۸]

چشم کو دیکھیں آجاوے نہ طوفاں کے تلے
 واہ رستہ تشنہ لب جامِ شہادتِ شہابش
 بیتی گورِ غریباں میں لیا جس نے مقام
 گردِ چشم ہی اک آفتِ آفاق تہیں
 رنگِ پان سے یہ ہوئے ایشیت لب کے روشن
 غنچ کی ہوتی ہے کم جیسی کہ وضعِ گل میں
 شاخِ گلِ رشک سے لوٹے ہیں زینِ کلاو پر
 شمع کا نور اگر اس کی ہے ساق تہیں
 چشمہ خضر کا آیان اگر ہے تشنہ
 دیکھ عارض کے تیس زلف پریشاں کے تلے
 [۱۹]

اس شمعِ رو کے حسن کا بازار گرم ہے
 سفلہ کی بھی تلوار کے پہلو سے کٹ گئی
 بردارِ ساں ہر ایک خریدار گرم ہے
 گو نفلِ دی میں بسترِ زردار گرم ہے

چھٹی ٹہنی کہیں ہے جگت گالیاں کہیں کچھ بے طرح طبیعت سرکار گرم ہے
 ٹلک دیکھ چشم غور سے اے خنک ہنگام برشنگال میں سینوار گرم ہے
 رونق فروز بزم مسرت ہوئی تو کیا راہِ فنا میں شمع کی رفتار گرم ہے
 ہنگامہ سکندر و جم سرد ہو گیا اس خسر و بتاں ہی کا دربار گرم ہے

ایسا تو بھی اب یہ بھو کا غزل سنا
 کیا چھپے میں بلبل گلزار گرم ہے

[۲۰]

حیا و شرم سے جس روز ہاتھ اپنا اٹھالیں گے
 تو اس دن کھینچ کر تجھ کو بغل ہی میں بٹھالیں گے
 کسو دن اشک کے ہمراہ آنکھوں سے نکالیں گے
 کہاں تک ہم دل بیتاب کو اپنے سنبھالیں گے
 مگر اں باری سے ہم گر چہ بسان راہِ گریاں ہیں
 پر اک پرواز میں جیوں برق سب یاروں کی جالیں گے
 نہ رکھو اے محتسب نہ ہمار کینہ سے پرستوں سے
 یہی اک روز حرمت تیری سنتا ہے بچالیں گے
 تزارنجک اوڑانا دیکھو کے اے جنگجو کب تک
 یہ یہاں اشک کے آنکھوں کے ہم ساخون بٹھالیں گے
 اگر اب کے بچے گاہی ہمارا دل کے ہاتھوں سے
 پھر ایسا دشمن جانی بغل میں ہم نہ پالیں گے

کٹی جیوں گرد یاد اس دشت یک عمر پھرنے میں
 ہم ایسی زندگی سے سر پہ ایک دن خاک ڈالیں گے
 بھروسہ کچھ نہیں پڑتا ہے ہم کو ناتوانی سے
 کزیر تیغ اک دم بھی نہ لیں گے آہ پالیں گے
 رسانی گو نہ ہو گلشن میں لیکن ہم صیغروں کو
 کبھو دوچار نالے دور ہی سے ہم سنالیں گے
 لڑے گا حوض میں یہ غیر سے پانی کے جب پھٹنے
 لہو کے ہر پلک سے ہم بھی فوارہ اٹھالیں گے
 نہ تھی اپنی نظر میں دلبروں کی یہ ادا ہر گز
 ادھر دل کو لبھاتے ہی ادھر آنکھیں چرائیں گے
 جو ہو کچھ اور خاطر تو کیجئے امتحاں اک دن
 ہزاروں میں سے ہم اپنا ہی دل پیار اٹھالیں گے
 کدھر بھولی پڑی پھرتی ہے یہ خاطر نشیں رکھتو
 ہم اپنے خون کا دعویٰ ترے ہی سے منالیں گے
 نہ رکھ ایساں تو چشمِ ترجمہ دلرباؤں سے
 یہ وہ ظالم نہیں ہیں جو کسی دل سے دعا لیں گے

[۲۱]

یوں تو جہاں میں ہی بابت خود کام اور بھی
 سب سے پرے ہے کچھ وہ دل آرام اور بھی
 کرے غرور و ناز گل اندام اور بھی !!
 ہے چار دن بہار کا ہنگام اور بھی !

ملک نامہ بر طہر کر مسراجی بحال آئے
 کہنے ابھی زبانی ہیں پیغام اور بھی
 اب شام سے تو صبح تک رنجشیں ہیں
 کیا ہووے دیکھیں صبح سے تا شام اور بھی
 یوں ہی اگر مزاج میں گزرا ہے آپ کے
 دو چار کوئی دیکھے دشنام اور بھی!
 کہتا ہے رات سن کے میرا نالہ و نغاں
 اے تنگ خلق ہے تجھے کچھ کام اور بھی
 ساقی تجھے قسم ہے کہ مجھ سا جہان میں
 دیکھا ہے کوئی رند مئی آ شام اور بھی
 خال عذار ہی نہیں دانہ ہے دلفریب
 دام بلا ہے زلف سیہ فام اور بھی !!
 دونوں جہاں کی تانہ رہے کچھ مجھے خبر
 ساقی شتاب دیجو ایک جام اور بھی
 اے خوشنویس دیکھ تو بینی و زلف یار
 اس سے کوئی ہے خوب الف لام اور بھی
 کیوں چونک چوتک اٹھتی ہو باقی ابھی ہے رات
 میں جاگتا ہوں کیجئے آرام اور بھی !
 جس طرح واسطے ہوئی سرگوش اب یوں ہی
 مل جائے کوئی بوسہ بہ پیغام اور بھی

ایمان میں تو بزم میں اس گلزار کے
بیٹھا ہوں اس امید پہ تاشام اور بھی

[۲۲]

خط میں ہے رخِ جانناں سبزی میں نہاں سرنخی
مانندِ حنا ہے پھل سبزی میں نہاں سرنخی
دل تنگی غنچہ سے آخر یہ کھلا عقدہ !
ہے چار ہی دن ہمیں سبزی میں نہاں سرنخی
جوں دل عاشق کو پہلے ہی شتابی سے
رکھتا ہے جو برگِ پان سبزی میں نہاں سرنخی
سینا میں مٹی گلرنگ اس لطف سے ہے ساخی
ہے جیسے کہ تن میں جاں سبزے میں نہاں سرنخی
گو سبرہ خط اس کے پہنچا لبِ سیگورا پر
ہوتی ہے کہیں ناداں سبزے میں نہاں سرنخی
اس بے سختی جوڑے کا پا جامہ رنگیں سے
رکھتا ہے تیرا دامن سبزی میں نہاں سرنخی
ایمان کہوں کیا میں رنگ اس گل رعنا کا
جیوں تافہ ہے یکساں سبزی میں نہاں سرنخی

[۲۳]

موسمِ معی کشمی و ابرو ہوا آتا ہے
دام سے جو کر کیا صبیہ سو کیا آتا ہے
اپنے ہی سامنے یاں اپنا کیا آتا ہے

ساقیا صبح سے پیغام صبا آتا ہے
پھر وہ اب بر میں کہاں ہوش رہا آتا ہے
یہ مکافات کی ہے جائے نہ رہو غافل

دلربائی میں نہیں مثل ترا نام خدا
 لخت دل اشک کے دریا میں برنگ گل برگ
 جی میں گزری ہے بجا دیجے چراغ خورشید
 دیکھ مجھوں کہیں لیلیٰ کا نہ ہووے ناز
 ماہ خورشید کا ہم چشم وہی ہے پیارے
 دو جہاں کی نہیں رہتی ہے خبر اے ناصح
 داغ لے جائے وہ عشق بتاں کا آخر
 ہم نے سورنگ سے شب گھات لگائی لیکن
 اے صنم ڈھیل یہ کسے تیراے سو آتا ہے
 کس طرف سے نہیں معلوم بہا آتا ہے
 پھوڑ رخسار پہ وہ زلف رسا آتا ہے
 دور سے آج تو کچھ ستور درا آتا ہے
 آستاناں پر جو ترے صبح و سنا آتا ہے
 جب کہ آغوش میں وہ ہوش رہا آتا ہے
 اس کہن دیر میں جو مر د خدا آتا ہے
 ہاتھ مہمات کہاں وزد خدا آتا ہے

ہو مبارک تجھے ایمان کہ وہ جان جہاں
 ماہ نو کی طرح آغوش کشا آتا ہے

[۲۲]

سر مرنگان سے جاری سیل خون ناب ہے
 پوچھتے کیا ہو کہ سونیرے چڑھایاں آج
 اس قدر گرم طیش جو یہ دل بیتاب ہے
 شعلہ ہے یا ہے شر یا برق یا سیلاب ہے
 وہاں تمہیں آرام ہے بالین محمل پر نصیب
 یہاں دل بیتاب ہے اور دیدہ بے خواب ہے
 جو قدم بڑھتا پڑے بہتر ہے زخم عشق میں
 زخم ہی سینہ کا اس میدان میں فتح الیاب ہے
 ابروے خوریز کا جس نے کیا ہر دم خیال
 سجدہ گاہ اس کو خم شمشیر کی محراب ہے

جس جگہ اس ماہر و بے ہنر کی جلوہ گاہ ہے
 واں تو یا انداز ہر شب چادر ہنر ہے
 پاس ذرا بھی نہیں تم کو ہمارا کیا کہیں
 گزرتی ہے صاحبی تو دور سے آداب ہے
 دیکھ ملک انگشت قدق بند کو اے باغیاں
 یہ گل اور نگ ہے یا دانہ عذاب ہے !!
 تو سن گزروں کی نیرنگی نہ پائے زمیندار
 خنک ہے نید ہے ابرش ہے یا سنبھ ہے
 اور تو اس بحر دنیا کی حقیقت درکنار
 آشنا کہے جسے سو گوہر نایاب ہے !
 شمع و گل بے بلبل و پرواز خوش آئے نہیں
 اس قدر ایمان مجھ کو ظالم احباب ہے !
 [۲۵]

اک شور حشر دیر سے لے تا حرم اٹھے
 جس وقت خواب ناز سے وہ صدم اٹھے
 اے دل تو بیٹھ پہلو میں اسکے ہم اٹھے
 نکلن نہیں کہ خاک سے نقش قدم اٹھے
 بلی و قیس قبر سے صدم ہم اٹھے
 کیوں وہ کسویہ کھینچ کے تیغ و دم اٹھے
 پھر واں سے کیا مجال جو آگے قدم اٹھے

چہرے سے جب نقب تیرا ے منم اٹھے
 آئینہ نہ مانی میں دیتا ہے پہلے دل
 ملے ہی ملک بدن سے بدن جی نکل گیا
 کیوں آستیاں سے اپنے اٹھا تا ہے ٹھکویار
 بے اختیار بیٹھ گیا شور اہل حشر !!
 بیٹھے ہی بیٹھے جیش ابرو سے کام لے
 اک پہونچنا ہی کوچہ میں اسکے محال ہے

ایمان بیٹھے بستر گل پر جو ایک دم
جوں شبنم اس چمن سے وہ چشم نم اٹھے

[۲۶]

مہار اقلیم حسن میں اب یہ زلف رخ کی خانہ جنگی
کہ ایک رومی پہ لوٹ پڑتے ہیں چو طرف سے ہزار رنگی
پسند کرتے ہیں اس ادا کو تمام جو ہر شناس عروت
نہیں ہے یہ تنگ تیغ ہر گز جو ہووے مردوں کی تیغ نگ
وہ شاہ خوباں جو کرسی زر پہ جلوہ افروز ہووے صاحب
کلاہ اپنی اتار رکھ دیں برائے تعظیم سب بنم لگی
نہ کر عروج و نزول پر تو جہانیوں کے عبث خیر
کہ روز و شب کی طرح سے جاری سہ ازمانے کی ہے دورنگی
لگائے رہتے ہیں تاک دل پر ہی چشم فروخوار ماہ رو کے
ہوا ہوں میں غرق بحر حیرت کرے ہے ماہی بھی یاں نہنگی
فنائے گلشن سے کیوں کے ہوئے شگفتہ غاٹا پر پرو
کرے فردوس کا بھی عرصہ تیکر دیوانہ کے دل پہ تنگی
کسو کے عارض پہ خال شکلیں دکھائی دے ہے تو سوچتا ہوں
یہ کیونکر ایمان خرمن گل پہ آ کے بیٹھا ہے شعل زنگی

[۲۷]

نہ کیوں ناحیار ہو شاعر کرے جب قافیہ تنگی
غزل لکھی اگر ہو ی زمین کیسی ہی بے ڈھنگی؟

برنگ غنچہ گلشن میں ملے ہے جس کو دل تنگی
 نہیں بھاتی ہے اے بلبل تیری اسکو خوش آہنگی
 کہاں نظارہ گل کی اسے برداشت اے بلبل
 کرے بوئے گل بے خود جسے باوصف بے رنگی
 زمانے میں جہاں تک آج صاف طینت ہے
 کسو کے خال خطانے کر دیئے تریا کی تنگی
 مہر ہی نقد دل لے کر مجھے آنکھیں بتاتا ہے
 خدا سے کچھ تو ڈر ظالم یہ چوری اور سرہنگی
 اگر سو پیر ہن غنچہ کو پہنائے تو کیا حاصل
 نکل ہی جائے گی اک روز آخر بوئے گل تنگی
 یہ سب طرز میں مگر ہائے تہاں یہاں نظر میں ہوں؟
 سکھاتی ہے تمہیں کس شخص نے یہ عقل بے ڈھنگی
 کہ میرے بیٹھے ہی پاس اٹھا ہے درد پہلو میں
 ابھی سرکار کی صاحب طبیعت بھی بھلی جنگی
 زمین کیسی ہے اپنے روبرو اب سنگ لائح آوے
 کمیت خامدے ایمان کرتا ہی نہیں تنگی

[۲۸]

اس طرح بیتاب تیرا اے صنم بیٹھے اٹھے
 موج دریا جس طرح سے دمدم بیٹھے اٹھے
 بیٹھے اٹھتے ہی میں پہنچے کوئے یار تک
 گو نمازوں میں سدا شیخ حرم بیٹھے اٹھے

کس طرح تجھ سے اٹھا دیں ہاتھ اب اسے وہ
 ایک مدت ساتھ تیرے جبکہ ہم بیٹھے اٹھے
 دولت دیناے دوں ازبکہ ہے بے اعتبار
 سینکڑوں اس تخت پر ضحاک و جم بیٹھے اٹھے
 ہاتھ سے یوں تو نہ کے عاجز ہیں اپنے شیخ حی
 حاملہ جوں تھام کو اپنا شکم بیٹھے اٹھے
 یہ نہ نرگس کے اٹھ بیٹھے عصا کے زور سے
 جوتہ را بیمار ہووے وہ تو کم بیٹھے اٹھے
 ہم جہاں ایمان آویں اپنی وادی پر تو وہاں
 تانا بہ شور قیامت یک قلم بیٹھے اٹھے
 [۲۹]

فقط نہ باد بہار سے اب لگے ہیں گلشن میں پھول ہنسنے
 ہر اک غنچہ کی بھی خوشی سے قبا بدن میں لگی ہے جسے
 قسم ہے بلبل نہ فی الحقیقت نہ تنگ عرصہ کیا قفس نے
 کہ دام صیاد میں پھنسا یا یہ سیر گلزار کی ہوس نے
 نہ تاب سوز فراق ہے یاں نہ طاقت درد و رخ حرام
 ٹہر ٹک لے آہ شعلہ افشاں کہ اب کیجا لگا پھلنے
 رہا جو میں دور کارواں سے کدھر کو بھٹکا پھر اکھاں سے
 کہے بھی نالے ہزار جاں سے ذرہ نہ آواز دی جس نے
 نہیں تمہارا نظیر مژگاں نہ ہوں میں کیونکر اسیر مژگاں
 ادھر تو دیکھو کہ تیر مژگاں جگر میں اب تو لگے ہیں دھن نے

اسنڈ آئے ہیں گو کہ بادل ہوا ہے سرسبز گودہ جنگل
 گئی سب اے ماہ دل کی چھل بل گھٹا دیل ہے جو اس پر
 کہاں یہ جا کے نصیب اپنے کہ ساتھ سوے جیب پنے
 کبھو جو بیٹھا قریب اپنے تو آیا ہے وہیں عس نے
 وہ طرہ زلف دلاز کا ہے دیا کہ پنخ ہی باز کا ہے
 جو مرغ دل مخوناز کا ہے دیا نہ ٹلک بھی اسے اسنے
 صنم نے جسم نگاہ باندھا خود نے ایمان یار باندھا
 ادھر بھی آنسو نے تار باندھا ادھر جو بادل لگے برسے

[۳۰]

وہ بدلتے رشتہ جاں سے کہاں پوشاک کی ڈوری
 کہ میں موج گہر جسکی قبلے پاک کی ڈوری
 خواش جسم کا اس کے تو ہم پھر بھی آیا ہے؟
 رگ گل سے اگر ہوں کیسہ دلاک کی ڈوری
 مہی مالیدہ دندان لعل کب کے دیکھ بن جاؤ؟
 سلیمانی نگاہ دیدہ جہاک کی ڈوری !
 یہ کس کے غم میں جامہ کو قبا کو اپنے پھینکا ہے
 کہ ہیں یہ تار بارش دامن افلاک کی ڈوری
 کیا سرشتہ گم تدایہ سر کا اب نیچہ گو نے بھی؟
 یہاں تک تار تار اپنی میں جیب چاک کی ڈوری
 رکھے ہیں حکم رقاصی میں یکسر تیغ کے
 عجب گردن کی ہیں اس دہر چالاک کی ڈوری

ہزاروں صید دل ایمان وابستہ نہ ہوں کیونکر
کہ تارِ زلفِ مگرویاں ہیں اس فترت کی ڈوریؑ

[۳۱]

تیسری آہ دامن زلف کی میرے گلو جیسے ہوا لگی
بھلے چنگے جان غریب کو یہ کہاں کی کالی بلا لگی
میرے سر سے لے کے قدم تلک لگی آگِ غیرت عشق سے
شب عید کو خوب گلبدن تیرے دست و پا میں منا لگی
لیا دوستی میں تو پہلے دل ہوا اب وہ دشمنِ جان ہے
مجھے یک ذرہ بھی خبر نہ تھی کہ ہے صلح میں بھی دغا لگی
تیرے عشق میں جو دیا ہوں جاں میں ہوں اتنا اہل سعاد
میرے استخوان کی طعنے پر ہے نگاہ چشم ہمان لگی
نہ لگ ہے لشکرِ صل کی بچے کس طرح سے بینقہ جہاں
کہ حصارِ دل کو سیاہ غم میرے چار سمت سے آ لگی
اے نگاہِ ریدہ سنگدل ذرہ دیکھ تو میری آہ کو
کہ یہ لیں تودہ آسمان میں پلک کے مارتے جا لگی
کسی چیز سے جو جہان میں میں لگاؤں دل کو سو کیا سبب
کہ یقین ہے ایمان یہی بقا کے ساتھ فنا لگی

[۳۲]

زرد و سنا سیمجھ کے پکڑ لے عیس تجھے !!
پابوسِ ٹلک بتوں کی جو ہو دسترس تجھے

جاتا ہے لطف باغ میں پرواز کا صیاد
 آتا ہے جبکہ یاد وہ کنجِ نفس تھے
 ایک دایسیں نگاہ دم واپسیں بھجھو !
 اس چشمِ عشوہ ساز سے اتنا ہی بس تھے
 صحرانورد محلِ لیلیٰ ہے شاید آج !
 تسلیمِ نالہ دی ہے زبانِ جرس تھے
 شاید کہیں تو وہ سہ کفنِ نظر پڑے
 بھرنی ہے شہرِ شہر لیے یہ ہوس تھے
 گلشن میں تیکر یار میں ہوں اتنا ناقول
 دامن کشاں میں دیکھ کے ہر خار و خس تھے
 بھڑکے نفس نہ سفلہ آواز سے کہیں
 یہاں اب ضرور ہے ضبطِ نفس تھے

[۳۳]

ہے کام نہ لے دلوش سے شام و سحر تھے
 ستے ہی ایک خلق کے آنسو ٹپک پڑے
 یہ ایک دل تو کیا ہے کہ مافر ہے جب کہے
 بلبل کے قید کرنے سے فصل بہار میں
 دشمن کا دل بھی دیکھ کے جھکو پگھل گیا
 ہر دن اسی خیال میں گزرے ہے جھکویار
 ہر چہ ایک جہان کے سر سے گذر گیا
 لیکن کسو کے حال کی کیوں کر خبر تھے
 لیکن کیا نہ آہ نے اپنی اثر تھے
 منظور ہووے جان بھی ظالم اگر تھے
 صیاد کیا لے گا بجز مست پر تھے
 آیا نہ رحم حال پہ میسر مگر تھے
 ہمان ایک لات کروں اپنے گم تھے
 لیکن ہے آبِ تیغِ سدا تا کر تھے

آئی ہے جان آنکھوں میں ظالم پر اب تلک احوال پر ہمارے نہیں ہے نظم تجھ
 آئے گا جب کہ برسر اعداد آسمان
 ہم دکھا دینگے اپنا بھجھ ستر تجھے ۱۱
 [۳۴]

خواس جمع نہ ہوں سیر باغ سے میسر کر لوے گل ہے کاوس دماغ سے میسر
 ہے تیری بزم سے جانا ہی مصلحت بھٹکو رقیب تنگ ہوا ہے فراخ سے میسر
 کبھو تو آن کے اے لالہ روتماشا دیکھ چمن کھلا ہے دل ایلاغ سے میسر
 تیرے بغیر تو فصل بہار میں ساتی لہو کا جوش ہے جوں گل اباغ سے میسر
 پنج شتاب کہیں در نہ ایک لحظہ میں غبار بھی نہ بلکا سراغ سے میسر
 عرق ہو کیونکہ نہ شبنم سے چہرہ گل پر نخل بہار ہے اس رشک باغ سے میسر
 شہ آسا ہوں میں ایساں گو تنگ بابہ
 کریں ہزار چراغاں چراغ سے میسر

[۳۵]

تجھ حسن کی خوبی کو یہ چشم کہاں پاوے ہے بسکہ وہ نازک تر نظارہ سے مر جساو
 کوئی اور مکاں ہرگز رالیق ہی نہیں تیرے جوں نکبت گل دل ہے عاشق کا بھجھ جساو
 تجھ عشق کے گزری میں یکدام کو ہے ہنسکا گر یوسف مصری بھی سو طرح سے بن آوے
 جلتے ہیں فرشتہ کے پر کچھ جانناں میں اس دل کے سوا کوئی کب وہاں کی خبر لاو
 ایک ذرہ کبھو چمکے خورشید حقیقت کا موسیٰ بھی اگر ہووے بے ہوش ہو کر جساو

۱۔ الف " داغ داغ "

۲۔ الف " کوئی نور مکاں ہرگز رالیق ہی نہیں تیرے "

تاریک جہاں سارا ہوجاوے وہیں پل میں لے منہ یہ نقاب اپنے جس وقت کرتا ہوا
 پہلو میں سدا رہنا ظاہر میں نہیں ملتا
 ایمان بجلادل کو کس طرح سے بہلاوے

[۳۶]

قدر یا قوت نہیں تخت جگر کے آگے
 ہے بنا گوش سے شرم مندہ تیری آب گھر
 شیخ پندار ہی تیرا ہے تجھے مانع دید
 ایک دن دیکھا ہے وہلین پہ جس نے تجھ کو
 بھیجا اس تک نہ کہجو گو کہ میں احوال اپنا
 آپ وہ دلائع ہے اب شعلہ رخوں کے تھوڑا
 گلبدن حسن سے تیرے جو کرے دعوئے شمع
 جس نے سر اپنا لگایا ہے تیرے قدموں پر

شمع محفل کو جو ایمان میں دیکھا شب کو
 کیا ہی بے نور تھی اس رشک قمر کے آگے

[۳۷]

دل کے آئینہ میں نت جلوہ کناں رہتا ہے
 ہم نے دیکھا ہے تو اے شوخ جہاں رہتا ہے
 کوئی دن گھر سے نہ نکلے ہے اگر وہ خورشید
 منتظر شام تلک ایک جہاں رہتا ہے

جھاڑ دامن کے تیس مار کے ٹھوکر نکلے
 کہیں رو کے سے بھی وہ سرو رواں رہتا ہے
 لگا ہے ماہے اے مہ عید ادھر بھی تو گزر
 رز و شب بزم میں تیرا ہی بیاں رہتا ہے
 باوجودیکہ مجھے ربط دلی ہے اس سے
 یہ نہ پوچھا کبھو ایمان کہاں رہتا ہے
 [۳۸]

نکلے نہ دل سے نادر شرکاں لگے ہوئے
 اب تک پڑے کھٹکتے ہیں بیکان لگے ہوئے
 وہاں آئینہ ہے تختہ مشق نگاہ تازہ !!
 یہاں سقف سے ہیں دیدہ حیراں لگے ہوئے
 تن پر تیرے شہید کئے سر سے پاؤں تک
 مثل اثر ہیں زخم نمایاں لگے ہوئے
 یہ عیش ہے کہ سینہ سے اس گلغدار کے
 رہیے بزنک عطر گریباں لگے ہوئے
 خلوت میں اس کی راہ ہے جب تک کہ غیر کو
 خطے ہیں لاکھ ظاہر و پیناں لگے ہوئے
 آستانہ کوئے یار کو گرم اے نسیم جل
 ہم بھی تو ہیں قدم سے تیرے ہاں لگے ہوئے
 ایمان اس کے چشم کی ہر شام و ہر سحر
 پھرتے ہیں ساتھ تیرے دوران لگے ہوئے

[۳۹]

آنکھ مہ رو سے لڑانے آئی ہے
 ہر دم پھرتے ہیں عاشق در بدر
 سہ گرائی سے وہ گل رو اٹھ چلا
 عاشقوں کے حال پر کب ہے نگاہ
 اٹھتے ہی اٹھتے ہوتی ہے صبح
 گھنڈاروں میں اگر لسیلی نہیں
 آنکھ لڑتے ہی میری ہنس آنکھ سے
 بد زبانی کھنہیں اس کی گناہ
 جان دینا ایسے کاسر کے لیے
 رات تو جب بزم سے اٹھ کر چلا

شمع کی آنکھوں میں چربی چھائی ہے
 بے گماں یوسف نے صورت پائی ہے
 کس قدر مرغ چمن غوغائی ہے
 آئینہ ہے اور خود آرائی ہے
 آپ نے تشریف جب فرمائی ہے
 قیس بھی ایک مردم صحرائی ہے
 دیکھ کر نرگس جسے شرمائی ہے
 چیمڑ کر میں نے ہی کالی کھائی ہے
 دیکھ تو بارے یہ کیا رسوائی ہے
 بول اٹھا جانے بھی دو سودائی ہے

ایک دن میں نے کہا ایمان سے
 اے میاں یہ کون سی دانائی ہے

[۴۰]

یہ انجم شب تجھ بن اے جان دلاویزی
 پردوں میں مجھ آنکھوں کے کرتے ہیں نکی پیری
 چاہے کہ گل مقصد ہاتھ آدے صد اتیس
 جوں مرغ چمن تھکوں لازم ہے سحر خیزی
 سہ چیمڑ اگر لیوے یا پوش سے شمریں کے
 فرہاد کو ملتا ہے کب منصب پر دیزی

کچھ کام نہیں ہم کو اب سیر گلستاں سے
 اے غنچہ دہن تیری باتوں میں ہے گلریزی
 شیریں کو کہاں نسبت اس خمیر و خواں سے
 ہر ایک سخن میں ہے جس کی شکر آمیزی
 دل سہی جگر دار اب نہ گان کے مقابل ہو
 بے طرح کھڑی ہے گی بدلی کھف انگریزی
 گل گشت چمن ہم کو ایمان تب ہی بھاوے
 ہو بادہ شیرازی اور مطرب تبریزی !

[۱۱]

تیغ ابرو سے ہزلوں دم گئے
 جن سے رہتا تھا ہمیں راز و نیاز
 عیش کی بھی بزم میں سوسے عدم
 واہ ری اے رفتار جوں موج گہر
 مجھ سے یہ خوش چشم شہر حسن کے
 ہائے رے طاقت کو قلمے اشک کے
 دل جو ہوتا تھا اشگفتہ باغ میں
 تھے تاشائی جو اس گھزار کے

زخم دل کے ہاتھ سے مرہم گئے
 ہائے وہ مونس گئے محرم گئے
 شمع کے مانند ہم کم کم گئے
 دیکھ کر حیرت سے دریا تھم گئے
 جوں غزال دشت آخر رم گئے
 کچھ سر نہ گان پہ آنکر جم گئے
 وہ خدا جانے کہ صر موسم گئے
 مثل شبنم لبس کر چشم نم گئے

سرد کے مانند جو آزاد تھے
 کچھ نہ کچھ ایمان وہ خورم گئے

[۴۲]

مشاطہ کے وہ طرہ جو سلجھانہ ہاتھ سے
 بے اختیار گری پڑا شانہ ہاتھ سے
 اس نے دیا جو بزم میں پیمانہ ہاتھ سے
 دیوانہ ہاتھ سے گیا خزانہ ہاتھ سے
 ہر قطرہ سرشک ہے اے چشم درباب
 مژگان کے یہ گرے نہ کہیں دانہ ہاتھ سے
 کہتا ہوں دل تجھے کہ نہ کر عشق اختیار
 یہ کام نیکر ہاتھ سے ہو یا نہ ہاتھ سے
 دینے میں بوسہ اب جو تامل ہے تجھ کو یار
 کیوں دل کا پہلے ہی لیا بیعانہ ہاتھ سے
 زینت نہیں ہے اتنی تنگ دست ناز کو
 عزت خفا کو ہے تنگ جانا نہ ہاتھ سے
 اسے شمع ہوشوں کی چلا تو جو بزم سے
 دی ہفت ہی یہ دولت شاہانہ ہاتھ سے
 رات اس نے اٹھ کے جانے یہ باندھی کمر ہزار
 پر دامن اسکا میں نے تو چھوڑا نہ ہاتھ سے
 ایمان شمع کی نہیں تقصیر دیکھ لے
 جلتا ہے آہ اپنے ہی بردانہ ہاتھ سے

[۱۳]

خلت ہستی ہی جس کو ننگ ہے بند میں جامہ کے رہنا ننگ ہے
 نگہ بن گل پیر ہن قس پر حنا رنگ ہے کیا رنگت کیا رنگ ہے
 ماہ رو انصاف کے میزان میں مشتری آگے تیرے پاسنگ ہے
 اے صنم در پردہ مل عشاق سے اس نوازش کا سدا آنگ ہے
 ہر بلندی ہے نشانہ برق کا سرکشوں کو ایک دن سر چنگ ہے

حسن کی ایوان کیفیت رہی

سبزہ خط سے خیال بنگ ہے

[۱۴]

زندگی شکل خواب کی سی ہے موج گویا سرب کی سی ہے
 کہہ صبا وہ کھلی ہے زلف کہاں تجھ میں بومشک ناب کی سی ہے
 گہم میں آنے سے اس پری رو کے روشنی ماستاب کی سی ہے
 کیوں نہ دیوانہ اس بدن کا ہوں جس میں خوشبو گلاب کی سی ہے
 کچھ نہ کچھ رات شغل میں گزری آج صورت حجاب کی سی ہے
 کیوں چھپا تا ہے شب کی بے خوابی بودہن میں شراب کی سی ہے
 میری نظروں میں تیسرے ساغر شکل چشم پر آب کی سی ہے
 میرا ہمایہ سوچتا تھا یہی آج شب اضطراب کی سی ہے
 کون دل سوختہ ہے گرم پیش بویہاں کچھ کباب کی سی ہے
 رگ جاں پر ہے کون ناخن زن کچھ مدامیلاں رباب کی سی ہے

چلے ایوان بزم یار سے گھر

یاں طرح کچھ جواب کی سی ہے

[۴۵]

بلبل بغیر کوئی کب گل کے زر کو پرکھے
 سیم و زرمہ دھستک دیدہ ہی کے لایق
 مرغان باغ گرچہ جانباز ہنہی بازوں
 نقد رواں یہ سو بھی پھر اسکو خوردہ گیری
 ابرو نے بار و داغ دل کی ہے قدر مجھکو
 جو نقد دل کو کھوے بازار عاشقی میں
 یا شبنم چمن کے غلطان گہر کو پرکھے
 کیا کوئی نقد جیب شام و سحر کو پرکھے
 صیاد وہ کہاں جو ہر ایک پر کو پرکھے
 صراف بھی جو میرے داغ جگر کو پرکھے
 جو ہوسپا ہی وہی تیغ و سپر کو پرکھے
 اس پٹہ باز کا فرزر گر سپر کو پرکھے
 کیا قدر جانتا ہے ایمان دل کی تیسر
 وہ جوہری کا لڑکا گولعل تر کو پرکھے

[۴۶]

کوئی بھی ان دنوں کی تجھے بات یاد ہے
 بھولا نہیں ہوں آج تلک ایک دم کبھو
 بیٹس تو لطف خاص ہے بیٹس تو کیا کہوں
 مینا ہے اور جام ہے اور میں ہوں اور تو
 تھا وہ بھی ایک وقت کہ آپس میں آشنا
 مل مل کے آنکھیں تلواروں پہ رکھنا گھڑی گھڑی
 سونا پٹ پٹ کے میرے ساتھ یاد ہے
 اول کی مجھکو تیسری ملاقات یاد ہے
 وہ بے حجابیاں وہ مدارات یاد ہے
 وہ بلغ اور وہ بنگلہ وہ برسات یاد ہے
 پاؤں سے پاؤں ہاتھ سے ہاتھ یاد ہے
 تیسرے قدم سے لاگے ہیں وہ بات یاد ہے
 ایمان مجھکو وصل کی راتوں کی آج تک
 وہ شعر خوانی اور وہ حکایات یاد ہے

[۴۷]

کیوں نہ اب بل کھائے منہ پر زلف کی کیا بات ہے
 چار دن کی چاندنی آخر اندھیری رات ہے

رخ سے رخ ملنے کی تو میں کیا کہوں اب ست بڑ
 دیکھتے ہی سرو قد کی چال عاشق ملت ہے
 آپہنچ ساقی شتابی لے گلابی جہام کو
 لہلہاتا ہے چین اور موسم برسات ہے
 تو حراماں ہو جہم اے سرو آزاد اس طرف
 سایہ ساں قدموں لگا بندہ بھی تیرے ساتھ ہے
 کیوں نہ ہو بے برگ بھی ایک بار تجھ سا ب نہال
 آج اس شمشاد قامت کے گلے میں ہاتھ ہے
 ہے بول حیراں مگر شہر حلب کا آئینہ
 پاس اپنے اس سوا اب اور کیا سوغات ہے
 پہنچا ہے ایک دن ایمان اس کے روبرو
 ہاتھ خالی جائے (ہے) افسوس ہے یہاں تک

[۲۸]

دف محنوں کی نہیں زنجیر دامن گیر ہے
 ہاتھ پینچا دوں گریباں تک یہ میرے عزم کا
 کھینچ کے تصویر کیونکر کہہ اٹھا ہزار بھی
 باندہ صاف اک سے ہرگز نہیں وہ شہسوار
 جی بچا لیجائے کیونکر ہاتھ سے پر دیز کے
 رشک نے گھونٹا گھلا میرا مگر چہ ایک عمر
 کس قدر ایمان ہو گا صورت اصلی کا من
 جب دل عشاق کی تصویر دامن گیر ہے

خار بھی جنگل میں بے تقصیر دامن گیر ہے
 بے طرح سے پنچہ تقدیر دامن گیر ہے
 یاں قلم کی ہر جگہ تحریر دامن گیر ہے
 گو کہ اس کی زین کا ہر پنجہ دامن گیر ہے
 کوہکن کی آہ جو یہ شیم دامن گیر ہے
 اب وہی طفل گریباں گیر دامن گیر ہے

[۴۹]

اس سے بھی طنائے کی تاعش نئی تھی
 غراباں نہ دُور میں لطافت جو چینی تھی
 بلبل سے مجھے باغ میں جب ہم وطنی تھی
 دال پر حرب زبانی تھی یہاں کم سخن تھی
 پھر بات نہ کیجے یہی خاطر میں مٹنی تھی
 منظور جو ایسی ہی تھی دل شکنی تھی
 قمر باد کی قسمت میں فقط کو کہنی تھی
 جو خاک بسر صبح نسیم چینی تھی
 ہر گل کے گلے میں بھی تو جھکوی کئی تھی
 وہ کوئی پریراں تھی یا رام جنی تھی !
 ڈوبی ہوئی زہر آب میں برچھے کی انی تھی
 ہر نوک مزہ اسکی جو ہیرے کی کئی تھی

اللہ نے ایسا سمندر سے بچایا

کل در نہ میری جان ہی پر آن بنی تھی

[۵۰]

پہلی ہی ٹھوکر لگے پر میں سمجھتا کاش کے
 اسکے ہی زانو کے اوپر دم نکلتا کاش کے
 رنگ اسکی بھی طبیعت کا بدلتا کاش کے
 نیچہ وہ خوش غلاف اسکا اگلنا کاش کے

شب اس کی خرگاہ میں خوش انجن بنی تھی
 وہ حسن میں تیرے ہی (اگر) صاف ہوئی ہے
 اس عمر بیک سیر کی تھی وہ ہی بہارہ
 کیا بات کہوں تجھ سے شب وصل کی ہمدم
 آوے نہ اگر آج تہ سکر پاس تو اے یار
 کیوں پہلے ہی جی تو نے میرے ساتھ ملایا
 شیریں سے تو پرویز کو تھا عیش میسر
 کس بلبل بیتاب کا گلشن میں ہو اقل
 سبیل نے فقط بال پر شاں نہ کئے تھے
 دل لے ہی گئی آنکھ دکھا کر نہیں معلوم
 اس کی غضب آلود نگہ کیا کہوں تجھ سے
 ہر دل میں جگہ . . . کئے جائے تھی ہر دم

عشق کی راہ ہزار آفت نہ چلتا کاش کے
 سر پٹکتے کب تلک یارب درو دیوار سے
 انقلاب دہر سے ہر غنچہ خسر گل ہوا
 دیکھ سگر میں رہا ہوتا جو دقت پائے پشت

نارسائی آہ بے تاثیر ہے موج سرشک
پھولتی یہ بیل اور وہ جھاڑ پھلنا کاش کے
کوچہ دلدار ہوتا کوئی دن رشک چمن
خون بجائے اشک چشموں سے ابلتا کاش کے
باغ میں تو اور بھی کچھ بے کلی ہو نے لگی
غنجہ و گل سے میرا دل ٹک بھلتا کاش کے
شمع و پروانہ کی خاطر رکھتے ہیں سوز و گداز
حال پر میرے دل اسکا بھی بگھڑتا کاش کے
قدر کچھ ایمان کی پہچانتا تو اے نگار
تیجھ کو بھی کوئی رخسار پھلنا کاش کے

[اھ]

قاصد آیا اور خط لایا بھی ہے
کچھ زبانی بلکہ فرمایا بھی ہے
غنجہ و گل کی چمن میں ہے بہار
اور گہرا پر کہیں سایہ بھی ہے
کچھ ہوائے سرداب چلتی نہیں
اگر سا چاروں طرف چھایا بھی ہے
چتون اسکی کیا ہی جی کو بھاستی
کچھ جو دیکھا کچھ سہرایا بھی ہے
صرف جو بن کی نہیں ہے سرکشی
ان دنوں میں یار گدایا بھی ہے
لوگ یونہی باندھتے ہیں باندھیلوں
گھر میرے گل پیر ہن آیا بھی ہے
دھونڈھتا کوئے بتاں میں ہے عبث
یاں گھنوا کر دل کوئی پایا بھی ہے
شیخ صنوان کا نہیں چھپتا ہے دین
دختر ترسانے ترسایا بھی ہے
مثل گل چاک گریبان اک طرف
غنجہ ساں خون جگر کھایا بھی ہے
تیرے گھر میں جز غم و رنج و بلا
اور کچھ اے عشق سرمایہ بھی ہے

سم نے اس دلدار کو ایمان آج
کچھ تو پھٹیرا کچھ تو پرچایا بھی ہے

[۵۲]

ایمان چلے آپ بھی کیا انتظار ہے
 کہتے ہیں شاہ گل کی سواری جلوں سے
 چل دیکھ صحن باغ میں حجرے کے واسطے
 فوج فرنگ تختہ لالہ نشان سرود
 زرگس کے شادیاں ہیں شبو کے شاہ نامے
 صد برگ و موتیا و گل اشرفی تلک
 گلشن میں اب کے سال انوکھی بہار ہے
 آئی ہے اور سپاہ کارنگیں سنگار ہے
 صف باندھ کر کھڑی یہ دورستہ قطار ہے
 مرفہ حباب و طاسچی پر آبشار ہے
 ہر دم صدا انہیں کے کیلجے کے پار ہے
 فرقہ یہ ایک جلو میں وہاں عہدہ دار ہے

بلبل پکارتی ہے زیادہ سو عمر دچاہ
 ڈالی کی نایکی پر شہ گل سوار ہے

[۵۳]

تجھ بن اے ساقی مجھے موج ہوا شمشیر ہے
 شمع کے سر کو اڑا کر دم بخوشی ہے جاں
 سہ طرف صحرائے کھینچے گلستاں سے کس طرح
 آج کی شب مئی پلا ساقی ہم آغوش کساتھ
 قلعہ مینا ہے گویا خلق بسمل کی صدا
 بیشہ دل پر مسکر ہر قطرہ بالائے سر ہے
 ذوالفقار مرتضیٰ کا خاکہ گل گیر ہے
 پاؤں میں ہر تیغ سنبھل کا جسے زیر ہے
 ابر اور ہفتاب باہم جوں شکر در شیم ہے
 ہاتھ میں ساغرتیکر ساقی سر بخیر ہے

کمر بن بند گان ہوں اس جناب پاک کا
 جان و دل ایمان فدائے شبر و شبیر ہے

[۵۴]

ہر رات آنکھ کو ستاتی ہے چاندنی
 روتا ہوں ماہ رو کے تصور میں اسی لیے
 صتب رو کے دیکھتے ہی صحن باغ میں
 آتا نہیں ہے یار نہ جاتی ہے چاندنی
 برسات کی نیپٹ ہی خوش آتی ہے چاندنی
 بے اختیار فرشتے ہو جاتی ہے چاندنی

شہ کی قیف سے بھرے شیشہ بلور کا
ساقی سفید پوش کو بھاتی ہے چاندنی
ایمان آسمان کی کشتی کو دیکھ لے
طوفان نور پیچ تراتی ہے چاندنی

[۵۵]

ملک دیکھ آچمن کو بر سے ہے یار پانی
نرگس نہ آنکھ کھولی تجھ بن اے پریرو
تیسرے بغیر ہر گل جون خار خشک ہے گا
بوس و کنار جام دینا کبھو جو دیکھے
تیسرے صفائے رخ کو دیکھے سے اب نخل ہو
مدقہ حسین کا دال کو تر کا جام یاد سے
ایمان بھیجتا ہوں صلوات بر محمد
ملتا ہے تشنگی میں جب خوشگوار پانی

[۵۶]

جسکے ہم عاشق وہ جاناں اور ہے
نا خدا سے آشنا ہرگز نہیں
جو نہیں بسمل خیر تسلیم کے
دیکھو ہونا نہیں بر خود غلط
کب مسیحا سے ہیں ہے التجا
دو جہاں دیوانہ جسکے حسن کا
حشر بر پا جسکی ہو رفتار سے
جو کہ میں سر باز راہ عشق میں
سیر کا اپنے گلستاں اور ہے
اپنی کشتی کا نگہباں اور ہے
ان کو ہر دم عید قرباں اور ہے
دل میں تیسرے کوئی پنہاں اور ہے
درد کا اپنے تو درماں اور ہے
وہ ہمارا ماہ کفیاں اور ہے
وہ غرض سر و خرا ماں اور ہے
ان کی جولانی کا میدان اور ہے

دیر سے مطلب نہ کعبہ سے غرض
عاشقوں کا دین و ایمان اور ہے

[۵۷]

سر سہرا جبکہ لے اس کے سر نواز سے
منہ تو دیکھو جو دکھاوے کبھو اپنے جو ہر
کیوں نہ جاگئیں میرے طلحہ انثر زانو سے
کر گیا آئینہ اس کی نظر زانو سے
سر سے لے پاؤں تلک نور ہے وہ کیونکہ نہ ہو
آئینہ ہر کا پیہ اسحر زانو سے
جلے آرام ہے وہ کیونکہ نہ ہوا کسی تماشا
کالم ہے جھکو ہر یک دم خبر زانو سے
آئینہ پاس نہ پھٹکا خط زانو سے
سر کو پٹکا میں ہر اک رات نہ آیا ہر ہاتھ
چل سکا کچھ نہ سہرا بس ہنر زانو سے

بس ہے ایمان مجھے سبب ذقن کا پانا
ہاتھ اب میں نے اٹھایا مگر زانو سے

[۵۸]

میری آنکھوں میں آکر دیکھ چلوں شکل مڑکاں ہے
عجب روشن یہ منظر ہے عجب مد نظر یا اس ہے
تسکر بن میں (رکھوں) کیونکہ دل بیتاب کو پیار ہے
اندھیری رات ہے بجلی ہے اور طوفان باراں ہے
ہر اک دم امتحاں میرا مناسب نہیں تبھکو
میں اور ترک محبت صرف یہ واللہ بہتاں ہے

۱۔ الف "کالم ہے ہر ایک دم خبر زانو سے"
۲۔ ب "آئینہ نہ پھٹکا خط زانو سے"

برنگ گل نہ ہودے باغ باغ اب کیونکہ دل میرا
 کہ خاطر خواہ عشرت کا میسر آج سماں ہے
 بس آگے شرم حائل ہے زیادہ کیا بیاں کیجئے
 شگفتہ غنچہ گل یا چسراغ زیر داماں ہے
 دل بیتاب اب پامال حسرت ہو چلا یکسر
 الٹی اس گٹھڑی میرا کہاں سر و خراماں ہے
 خفا ایماں مت ہو دیکھ کر چین جیسا ہرگز
 تبسم زیر لب مانند غنچہ اس کی پہناں ہے

[۵۹]

ہے آج وصل کی شب کہیں عیس نکلتے
 کہاں کا قلعہ مجھوں کو کہیں پیارے
 نہ چاہ دولت دنیا کہ یہ ہے وہ گرداب
 شکر لبوں سے تلاوت ہے کاوشِ گفار
 وہ غنڈ لیب الٹی چمن تلک پہنچے !!
 یہ کوہ و دشت گھرتا ہوں تیرے بن فریاد
 میرے بھی دل کی الٹی کبھو ہو میں نکلتے
 کہ تیرے عشق میں ایک ایک سہم میں نکلتے
 ہزار ڈوب گئے ہیں پنج کے دس نکلتے
 کہ جوں جوں پنج دو یہاں نیشکر کو میں نکلتے
 ہواے باغ میں جو توڑ کر قفس نکلتے
 کہ سختے ہی میرا نالہ دم جرس نکلتے

جہاں کے باغ میں ایماں یہ نہ رکھ امید
 کہ غنڈ لیب سوا کوئی ہم نفس نکلتے

[۶۰]

سوائے آبِ گہر کب وہ پاؤں دھوتا ہے
 جسے کہ نہکت گل سے زکام ہوتا ہے

تسکر بغیر فقط جاں بلب نہیں ہے جام
 ہر ایک شیشہ بھی اب پھوٹ پھوٹ رہا ہے
 جو کوئی دیکھے ہے چہرہ تیرا عرق آلود
 ہر ایک تارِ نظر میں گھر پر دتا ہے
 نگاہِ شوخ کی بھ سے نہ پلوچھ کیفیت
 رگِ جگر میں کوئی نیشتر چھبوتا ہے
 حیا تو مردمِ بینا سے کراے طفلِ سرشک
 تو خاتواں کے تئیں اپنے کیوں ڈبوتا ہے
 زمینِ عشق نہ دی دانہ سرشک سوا
 کہ ایک عمرِ بے کھیت ہم نے جو تلے
 ادھر نہ چایو زہار اے نسیمِ سحر
 پلنگ پر شبِ ہفتاب میں وہ سوتا ہے
 ستم شعار کو ایمان دل نہ دینا تھا
 کہ ایسے لعل کو یوں کوئی مفت کھوتا ہے

[۶۱]

کہاں اپنی غلامی سے ہمیں وہ شاد کرتا ہے
 کئی شمشاد سے بندوں کو جو آزاد کرتا ہے
 گلے میں بند ہوتی ہے مری ہچکی ہر اک دم میں
 اگر بھولے سے وہ ناگاہ مجھ کو یاد کرتا ہے
 نہ باندھے کیونکہ قمری نقشِ پایاں آشیاں اپنا
 قدرِ عنا تنہا سایہ کے تئیں شمشاد کرتا ہے

وہ آخر دامن مقصود تک یکبار پہنچے ہے
 رہ دلیر میں اپنی خاک جو برباد کرتا ہے
 عبث ایمان رسوا ہیں چین میں قمری دلیل
 نموشی کے سوا عاشق کہیں فریاد کرتا ہے

[۶۲]

غنم کی جب کہ وہ چشم سیاہ پھرتی ہے
 کبھو حرم میں کبھو دیر میں مجھ پتیارے
 نسیم ہاتھ سے کس گلبدن کے ہے تاراج
 پلٹے یوں ہیں مگر دل کو قتل کر مرگان
 تو ہرزہ گردی مجنوں کاواں تماشا دیکھ
 کہ صحر گیا ہے دیار اثر حسد ا جانے
 رواں ہیں یوں ممرے دامن میں خشک حو لیے
 نہ وہ نسیم کا چلنا ہے نہ وہ آب رواں
 جگر سے پار ہو پل میں نگاہ پھرتی ہے
 کہاں کہاں نہ لیے تیری چاہ پھرتی ہے
 کہ شہر شہر سدا داد خواہ پھرتی ہے
 لڑائی مار کے جیسے سپاہ پھرتی ہے
 جہاں سے کوچہ لیلیٰ کو راہ پھرتی ہے
 بٹکتی آج تلک میری آہ پھرتی ہے
 لٹی بہیر یہ حال تباہ پھرتی ہے
 نہ عندلیب کوئی گاہ گاہ پھرتی ہے

خزاں کے آنے سے ایمان باغ کا ہے یزدنگ
 کہ فصل گل تو پس از سال و ماہ پھرتی ہے

[۶۳]

کہو صبا کہ لیل گلشن میں گھر نہ باندھے
 آہو تو کیا چکارا میرا وہ شہر افگن
 سوتا تو ہے یہ کیونکر چوہی کے بندھلوں
 معذور ہو تو کیجئے دنیا میں یہ منادی
 جو صاف دل ہے اسکو آئینہ کی طرح سے
 سیار داود پر ہے اب بال و پر نہ باندھے
 چیتے کے صید اوپر ہر گز کم نہ باندھے
 طورتا ہوں باندھوں کچھ وہ میرے پر نہ باندھے
 جو شوخ ہو نکیلا نینج و سپر نہ باندھے
 خلقت کے منہ کے اوپر لازم ہے در نہ باندھے

دیکھو جو حسن شمع محفل کا ماہ رو کے دستار سر پہ زریں کوئی سیم پر نہ باندھ
کھولا ہے آنکھ جس نے تیرے جمال اوپر کر سحر سامی ہو اسکی نظر نہ باندھ
جو نام دے ہے اسکا کام و رہاں کو لذت
ایمان یوں لبوں کو شہد و شکر نہ باندھے

[۶۴]

شیر مندہ کب ہوں ظالم تیری جفا کے آگے یہ بات کہہ اٹھوں گا اپنے خدا کے آگے
پان و مٹی کو جس دم دیکھوں تیرے لبوں پر آتی ہے شرم مجھ کو میری حیا کے آگے
کا کل کو دیکھتے ہی کیونکر نہ ہوش بھاگے کب ٹہرتا ہے کوئی کالی بلا کے آگے
اسکی گلی کو جاوے گر اس طرف سے گلہ ہے اپنے کو خاک کر دے باد صبا کے آگے
بھیجا ہے خط کسو نے اتنا ہی کٹیہر قاصد میرا نہ نام بلجواس لیے وفا کے آگے
کیونکر گروں نہ اسکے قدموں پہ دیکھتے ہی تنکے کو استقامت ہے کہ رہا کے آگے
ایمان گرچہ افغی ٹکراوے اپنی جا پر
بل کھاوے تاب کیا ہے زلف رسا آگے

[۶۵]

نہیں ہے آج کی شب سماں تاروں سے نورانی کیا ہے صفحہ کاغذ یہ قدرت نے افشاں
مگر ہے فرماں بدست ہے اس سداوشنی مضامین کھلے کہ ہے طبع رواں میری مجھے تخت سلیمانی
آنکھ اب ایمان پل تو بھی تہن میں تو بہا رآئی جمال گل کے ہر دم میں شنا خواں مرغ نسہ
عجب یاران رنگین نے طرح مجلس کی ڈالی ہے کہ اندر کے اکھاڑے کو نہ اسکا کچھ ناز

۱۔ الف "یعنی خاک آپ کو تب کروں صبا کے آگے"
۲۔ ب "میری فرمان میں رہتے سداوشی

کئی نور شید روایس میں اور اس منہ نشینوں میں
ادھر قہر پر بیرویاں ادھر طاووس قوارہ
کہ ہے گاماہ بھی اس میں یک گوئے غلطانی
دما دم دور صبا ہے پیالے ہیں غزل خوانی
یہ ہے ہر شب دعائیں ہوں میرا یہ طمع رنگیں
نہ دیکھے خواب میں بھی اے خدا روئے پریشانی

[۶۶]

آہ وہ کیدھر گئی فصل بہار دوستی
کر گئے لالہ رخنوں نے بسکہ نافرمانیاں
دل میں کھٹکے ہے پڑا اب خار خار دوستی
رہ گئے ہیں داغ دل ایک یادگار دوستی
کیا غضب بہتی ہے تیغ آبدار دوستی
سدا سکندر نہیں قول و قرار دوستی
کب بھجا سکتی ہے چشم اشکبار دوستی
اختیار اپنا نہیں اختیار دوستی
یہاں بندھا تار نگہ سہمے شکار دوستی
پھونک دے ہے خرمن راحت شمرار دوستی
کب پئے خون جگر چٹ بادہ خوار دوستی
لیکن ہے ثابت قدم یہ دوستہار دوستی
لطف رٹھنی ہے عجب لیل و نہار دوستی
بے سنتوں میں دیکھ لو نقش و نگار دوستی
کھینچتی ہے اب تلک یار و خار دوستی

ارب "کہ ہے اس بزم میں ہمتاب بھی ایک کوئی غلطانی" ۲۔ ب "یہی"

۳۔ ہمیں کھلا

جاں تک بھی کام آجائے تو ہے عین خوشی پھر تجھے یارب نہ کیجئے سراسر دوسرے
 اس قدر بھی جان کا دشمن نہ ہواے دشمن کچھ تو رہنے دے جہاں میں اعتبار دوسرے
 تا قیامت اس کو یارب دہر میں سر سبز رکھ تا قیامت جاناں ہے سر جوئے بار دوسرے
 شمع اوپر جان بعد مرگ پر دانہ رہے
 میں تو ہوں ایمان آنا جاں نثار دوستی
 [۶۷]

ایک ہم بھی جاں نثار ہیں واللہ یار کے شرمندہ ایک دن نہیں بوس و کنار کے
 بلبیل ہم آشنا نہیں اس گلزار کے پیغام دن میں پہنچے ہیں جس کو ہزار کے
 خط آچکے یہ میٹ لے قسمت کا ہے کھا کیا خوشنما ہے ناز گئے دن بہار کے
 باتوں سے گرجو ششی کے پگھلا رہا ہے دل یہ زر گری ہمیں سے ایسے اوسنار کے
 داغ جگر نے تیسرے شہیدوں کے گل کیا تختے کھلے ہیں باغ میں اب لالہ زار کے
 ایمان ہم کو فوج مخالف سے کیا ہے خوف
 بندے ہیں دل سے ہم شدہ دلدل سوار کے

[۶۸]

زلفوں کا صنم کے جو کچھ تار الجھ جائے شانہ سے سرا دل وہیں اکیلا الجھ جائے
 گلگشت چین کا تونہ کو غنچہ دھن عزم دامن سے مبادا کوئی وہاں خارا الجھ جائے
 ناحق نگاہ یار کو بٹھلے سے ہے کاوش جسطرح کو شخص سے میخوار الجھ جائے
 گزرے تو کچھ عشق کے بتخانہ سے اسیشخ سحر سے تیسرے رشتہ زار الجھ جائے

از ب "ایک ہم بھی جاں نثار ہیں محفل یار کے"
 ۲. الف "ہو"

بھجلائے گا اس شوخ کے نادر ہے تماشا
زیور میں جو پھولوں کا بھوتارا لکھ جائے
بینچوں میں پھنسا زلف کے جھڑک میرا دل
یوں دام میں کب مرغ گزرتا لکھ جائے
اوروں سے ہے ایمان اسے صاف ملاقات
ہر بات میں مجھ سے ہی شکر لکھ جائے
[۶۹]

کفر نہیں ہے اے صنم ہم سے جو تو ملا کرے
دل میں تو اپنے غور کرا، بت خود نہا کھو
ہم نے دریغ جان و دل تجھ سے کھو کیا نہیں
تو نے جفا ہزار کیے گرچہ ہماری جان پر
دل ہی تو ہے سنا سیاں اب نہ کہیں واسطی
یہ بھی کوئی شعور ہے ملک تو سمجھ خدا سے ڈر
دل کو وہ قہین لے چلا منہ ہی میں دیکھو تارا
اس سے ہی بھلو کاوشیں رہتی ہیں سار دن
گو کہ نہ ہاکنار ہو مجھ سے بھلا حجاب سے
اتنی بھی کیا ہے صاحبیں ملک تو زبان سنھا لے

بکچے ایمان کیا آہ غضب رشک ماہ
اوروں سے بے حجاب مجھ سے ایک حیا کرے
[۷۰]

خدا کرے نہ تجھے کوئی مجھ سوا چاہے
اگر ہو یوسف مصری تیری بلا چاہے

ادھر کو خیال جدا خط ادھر جدا چاہا ہے
کوئی کسو کو سرس اس سے اور کیا چاہا ہے
نہوے یہ کہ کسو کو وہ بے وفا چاہا ہے
نہال کر دے ابھی گروہ دلسر با چاہا ہے
کوئی کسو کو نہ دنیا میں بر ملا چاہا ہے

یہ ایک دل ہے میں کس کسکی آئینہ زکروں
میں تیکر نام بدلے شمع روہوں پروانہ
ہزار جان و دل اپنا فدا کرے کوئی
قسم ہے وصل کی دولت سے ایک بار مجھے
جویوں ہی رنج ہوں پوشیدہ اس بخت میں

کروں میں اس سے کنارہ وہ مجھ سے پٹا جاگے
نہیں مجال ہے ایمان گر خدا چاہے

[۷۱]

جنگل کی راس کیوں نہ ہوا آب ہوا مجھے
دولت سرا میں اپنے ہی راکن بلا مجھے
اس سے زیادہ چاہیے بچم اور کیا مجھے
بیگانہ جانتا ہے ہر ایک آشنا مجھے
پیسر خرد نے گرچہ کہا بارہا مجھے
اس خانہ خراب نے عاجز کیا مجھے

پہنچا ہے آج قیس کا یہاں سلسلہ مجھے
آنا اگر تیرا نہیں ہوتا ہے میسر گم
وہ ہووے اور میں ہوں اور ایک کج عاقبت
پیدا کیا ہے جب سے کہ میں ربط عشق سے
کافر بنتوں کی راہ نہ جا آخرا کومان
پر کیا کروں کہ دل ہی نہیں اختیار میں

پہلے ہی اپنے دل کو نہ دینا تھا اسکے ہاتھ
ایمان اب تو کوئی پڑی ہے وفا مجھے

[۷۲]

یہ جھڑپی ہے کہ جس سے کمی گھر بیٹھ گئے
خاک میں کوہ بھی سب تباہ کم بیٹھ گئے

روتے روتے نہ فقط دیدہ تر بیٹھ گئے
زلزلہ سے میری وحشت کے نہ گھر بیٹھ گئے

ہم جب آئے ہیں تیری بزم میں اے رشکِ چین
 بڑا آنکھوں سے میری جان حیا کر کے حیا
 انتقامت نہیں جلوہ کی تیرے حسن کے اب
 بے مزہ ہو کے تیری بزم سے اٹھ جانے پر
 پائنداری نہیں یارانِ جہاں کو ہرگز
 دشت میں مثلِ بگولے کے تیرے دیوانے
 ہم نے ایمان گھلی اسکی کے جون نقشِ قدم
 قصد جانے کا کیا لاکھ ہی پر بیٹھ گئے

[۷۳]

تامت کو تیکر دیکھ کے شمشاد گر پڑے
 وہ صنِ عقل سوزِ خدا داد ہے تجھے
 گلشن میں دیکھ سرو کو اے خوشخام ناز
 دیکھ جو میری چوٹ کو مصروع کی طرح
 سایہ کی طرح پاؤں پہ آزاد گر پڑے
 صورت کو تیری دیکھ کے بہزاد گر پڑے
 نیمِ خیال کر کے یہ ناشاد گر پڑے
 بے اختیار کانپ کے فساد گر پڑے
 ایمان جاں کنی جو مری دیکھے اکدم
 تیشہ کو سر پہ مار کے فرما دگر پڑے

[۷۴]

صنِ تیرا ہے شمعِ مجلس کی
 روبرو ہو ترے پری یا حور
 آئینہ جھپکی ہے تجھ سے رگس کی
 آج طاقت ہے اے صنم کس کی
 لی ہے ایسی اداسے کچھ سکی
 فتنہ بخفتہ جاگ اٹھتا ہے

ایک ہی بے وفا ہے دختِ زرر لیتے ہی قتل و ہوش بس کھسکی

یہ ہے ایمانِ تربیت کا فیض

دیکھو اکسیر بن گئی مسکی

[۷۵]

میری امید بھی یارب پر آوے جو مجھ پر میں کبھو وہ دلبِ سراوے
 نہ پوچھو احوال میرا اے ستمگر مبادا کچھ شکایت منہ پر آوے
 نہ جاگے تیری آنکھوں کا سیہ مست اگر بالیں پر شورِ محشر آوے
 ہماری خاک پر گو تو نہ رو یا ہمیشہ ابر با چشمِ تر آوے
 جہاں تجھ زلف کا مارا ہو پیارے غبار ہے اس کے بوے غنبر آوے
 کہوں شیشہ سے اپنا درد دل میں تو چشمِ جام بھی ایک دم بھر آوے

وہ ہے ایمانِ عشاقوں میں ہمارے دار

کر جسکا دار کے اوپر سراوے

[۷۶]

جب آنکھیں ہو گئیں چار میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے
 تفصیل نہیں درکار میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے
 جنبشِ ابرو ادھر سے اور سر کا جھکانا ادھر سے
 یہ باتیں ہیں اسرارِ میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے

انگریزی اگر لی ہم نے یہاں تو زلفیں کھولیں تم نے وہاں
 کیا جانتے ہیں سب دیاں میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے
 یاں غیچہ جدم ہونٹ ہوئے واں گال خوشی سے پھول
 کہنہیں زہنار میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے !!
 کوئی دید اڑاوے حسن کی یاں لے جاوے کوئی دل عشوہ
 کیا فائدہ ہے اظہار میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے
 کچھ عیب نہیں ہے بوسہ کا ہو جاوے اگر سر گشتی میں
 یہ آپس کے پیار میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے
 وہ مکنت شناس ایمان مجھے کہتا ہے سخن ہر وقت یہی
 بس اب نہ پڑھو اشعار میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے

[< <]

تھو تو زلف یار کا طول و طویل ہے
 گنجائش دو شاہ نہیں ایک ملک میں
 مشہد پہ دل کے دیدہ گریاں پکار دے
 نظم میں لڑانے میں وہ تغافل ہے خوشنما
 کیونکر ادا ہو عمر کا رشتہ قلیل ہے
 وعدہ ایت کے حق کی یہی بس دلیل ہے
 پیاسانہ جا بنام شہیدان سبیل ہے
 جسطرح سے تنگوں کے پیچوں میں طویل ہے
 ایمان کیا بیان کروں اس شہسوار کا

حاضر جلو کے بیچ جہاں جب تیل ہے

[< ۸]

نقش پذیر سنگ سے صورت جانخیز سے
 کہتے ہیں گرچہ رشک حور وصل تیرا بہت ہے دور
 شہر میں ہے کار کوہن آواز بت تراش سے
 ہم نے کیا نہیں قصور اپنی غرض تلاش سے
 نقش حمیہ کی طرح اٹھ نہ سکے فرشتوں سے
 تیمار مریض اس قدر اب تو زمیں کو لگ گیا

بزمِ بَرنگِ مَو قلمِ چہرہ کشِ رو (اسکے) ہو
 دیدہ منتظرِ کوکبِ راحت و عیش کا خیال
 جس نے کہ جیتے جی کبھو وصل سے خوش کیا نہیں
 مشربِ عاشقان کہو کیونکر نہ ہو جاے رشک
 (جلے نہ پھر کے) جہانِ بزمِ میں دیکھو کہیں
 کیوں نہ بدل صنوبرِ اب تجھ کو ہو باغیاں عزیز
 پرچھے لطف اس سے ہی سیر بہار و باغ کا
 ہر کی خونریزی سے کب کوئی ہوا ہے شاد کام
 اس سے تو آہاں کیا کیجئے وفا و بت گی
 جس نے نہ خوش کیا کبھو تھوئی ہی شاہِ باس سے

[۷۹]

جوں زلیخا استغراب کے صبا بے باک ہے
 مثلِ یوسف جسکے ہاتھوں دامن گلی جاگ ہے
 کب ملا سکتا ہے ساغر آنکھ اسکی آنکھ سے
 تھوشتہ چین جس سیکش بد مست کا ہر تارک ہے
 گردِ باد آسا پھرے ہے سر بھرا روز و شب
 خاک پر ہی اپنی اب تک گردش انکوائے ہے
 دیدہ عشاق کب ملتا ہے وہ پاؤں تلے
 جسکے گلبرگ کف پاکی صبا دلاک ہے

اب ہیولا میں نہیں معلوم تیکر اے گلال
 اسقدر آسینختہ کس دل جلے کی خاک ہے
 اتنی آتش بار ہے اب تک پہچانا نہ جائے
 شعلہ جوالہ ہے یا کوزہ گر کا چاک ہے
 کون گل اندام کا ایوان اس کو ہے فراق
 دیدہ شبنم چمن میں ہر سحر نمناک ہے
 [۸۰]

سر نہ گر چشم سے اپنے وہ خوش ابرو پونچھے
 گرد و نجلت کو سوا دیدہ آہلو پلو پونچھے !!
 دیکھ شبنم کے تیس صبح یہ کہتی ہے نسیم
 اس چمن میں نہ کوئی روتے کے آنسو پونچھے
 رنگ گلشن سے شفق روتے تلک سے اڑ جائے
 اپنے ماتھے سے وہ کافر کبھ کو پونچھے
 چاہتا تھا کہ سچے سرخ ہے نخل کا پیام
 کا ہے کو تیغ سے قاتل میرا لہو پونچھے
 دیکھ کر شبنم دگل شرم سے غرق غرق !!
 جب کہ چہرہ سے پسینے کو وہ ہر پونچھے
 لیلۃ القدر کی ایمان نخل ہو شبنم
 جب نہاد ہو کے وہ رومال سے گیسو پونچھے
 چاہتا تھا کہ سچے سرخ ہے نخل کا پیام
 کا ہے کو تیغ سے قاتل میرا لہو پونچھے

دیکھ کر شبِ بنم و گلِ شرم سے غرق غرق
 جب کہ چہرہ سے پسینے کو وہ سر رو پونچھے
 لیلۃ القدر کی ایمانِ اجل ہو شبِ بنم ۱۱
 جب نہاد صحرے وہ روال سے گیسو پونچھے
 [۸۱]

منزل کو پہنچے وہ جو سحرِ قافلے چلے
 گلشن میں جو تہاں تھے پھولے پھلے چلے
 ہاں خواب گاہِ یار میں جاتی تو ہے صبا
 کیوں بزم سے ہمارے اٹھانے پر گرم ہو
 روکے سے ہم کو کے بھی رکتے ہیں پھر کہاں
 لیتا ہے آج کہتے ہیں وہ عرض عاشقاں
 آتا نہیں ہے تو ظلِ اندازیوں سے باز
 شور و فغاں و گریہ و اندوہ درد و غم
 ہم راہ میں رہے بہت دن ڈھلے چلے
 تم میرے ساتھ میر کو اب تک بھلے چلے
 ایسا نہ ہو کہ بات بھی کوئی ملے چلے
 مانند شمع جب کہ سراپا جلتے چلے
 مثل نسیمِ باغ سے جس دم چلے چلے
 ہتیار باندھ کے سب من چلے چلے
 مرغِ سحر کہیں ترے خنجر چلے چلے
 آخر ہمارے ساتھ یہ سب شغلے چلے

ایمان اس جہاں سے بحرِ بارِ معصیت
 افسوس صد ہزار کہ ہم کچھ نہ لے چلے

قصائد

قصیدہ در نعت سرور کائنات جناب رسول اکرم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم

(۱)

ہر چند غرق ہم رہے جوں گوہر آبیں
ساقی نہیں ہے یہ گلِ نیلوفرِ آب میں
جیراں ہوں میں احباب کے ہر دمِ شعور پر
سیلاب یہ نہ جانئے لالہ کا ہر ورق
سینہ کی یہ صفا ہے کہ آتا ہے دلِ نظر
ہر موج میں ہے جلوہ نسیم بہار کا
ظالم مر رہا نالہ افسردہ اسس طرح
ہر اک زبانِ موج سے تھا شورِ جوشِ عشق
ہے سیلِ اشک دیدہ عشاق کو سفید
پہوا ز مرغِ اوج ہوا پر فقط نہیں
کشتی وہیں پہنچتی ہے چاہے جہاں خدا
یوں جلوہ گر ہے آئینہ میں عکسِ فلانی
زائل کو طرح نہ ہو قسمت سے تیرگی
پہنچا تیری کی راہ سے آتش میں بے گام

لیکن کبھو کیا نہیں دامنِ ترِ آب میں
رکھا ہے میکشی کے لیے ساغرِ آب میں
خانہ خراب باندھ ہے اپنا گھرِ آب میں
تر عا شقوں کے خون کا ہے محراب میں
جیسے نظر پڑے ہے کہیں کنکڑِ آب میں
کرتا ہے جب شناورِ حینِ پیکرِ آب میں
شمشیرِ جیون بجھا دے ہے آنکھِ آب میں
منصور کی جو ڈال دی خاکِ ترِ آب میں
تازہ ہے ہے جیسے گلِ عہدِ آب میں
ماہی کو بھی خدانے دیے ہیں پرِ آب میں
گر بخدا ہزار رکھے لنگرِ آب میں
جیسے ہو خوش نما گلِ نیلوفرِ آب میں
زنگی ہزار دھوے اگر پیکرِ آب میں
فرعون کا جو غرق ہوا لشکرِ آب میں

گو یا زبانِ حال سے یہ سطر موج ہے
 ایمان کیجیے ایسے شہنشاہ کی ثنا
 ہیبت سے جس کے عدل کے اب جیکے رد و
 یہ امن ہے کہ شیشہ خالی حباب کا
 جس کے قدم شہود میں رکھتے ہی غیب سے
 یعنی رسولِ خاتم و محبوب ذوالجلال
 و الیل جس کی زلف کی ہے شان میں نرزل
 جاری ہو ایک نہر ہر نعمت سے وہیں
 شیریں ہے اس کے آب دہن سے چاہ فتور
 بیشک اسی کے چشمہ نوشیں کی شرم سے
 بر سایہ اس کا ابر کر ہے کہ آج تک
 جس کا یہ عدل ہے کہ ہر ایک غوک تالواں
 دریا ہو اس کے قہر کا ملک موج زن کبھو
 ہوتا ہے آبِ تیغ رواں اس کا جس جگہ
 بخشا جو اہر اس کے لیس دست فیض نے
 دست حفاظت اس کا ہو سایہ نکلن اگر
 یا شافع اُمم یہ تمنا ہے بعد مرگ

کب معنی ثبات ہے نقشِ بر آب میں
 لرزے ہے جس سے عکسِ شہِ خاواں میں
 رہتی ہے موجِ رشام و سحر مضطرب میں
 پھوٹے نہ گرنے ہزار چلے صرمِ آب میں
 کسریٰ کا قہر بیٹھ گیا یکسر آب میں
 تر سب بلل کا جس نے کیا دگر آئینا
 ڈوبا اسی کی شرم سے جا عنبر آب میں
 رکھے وہ اپنا پیچہ معجز گر آب میں
 گو یا کہ گول دی ہے ابھی شکر آب میں
 ڈوبا ازل کے روز سے ہے کوثر آب میں
 آبِ گہر صدف کا بھرے ساغر آب میں
 عکسِ ستی نہنگ کے آوے بر آب میں
 پل مارتے ہیں غرق ہو بحرِ دبر آب میں
 مثلِ حباب بہتے ہیں لاکھوں سر آب میں
 نے لعلِ کان میں رہے نے گوہر آب میں
 یاقوت کی طرح سے رہے انگر آب میں
 رحمت کے غرق کچھو کچھ یکسر آب میں

در منقبت منظر العجائب والغرائب حضرت تفتی علی کرم اللہ وجہہ

(۲)

ساتی پاشا کہ ہے موسم بہار
چاروں طرف سے ابرامند آئے ہیں سیا
سکون کا کوکنا ہے پنٹ ہی نشاط خیز
ہر گرد باد سبز ہے جیوں سرو بوستان
اس سال یاں تلک ہے ہوا دکشا کہ سبز
صحرائے جب پہاڑوں پہ کرتا ہوں میں لگا
زنگار رنگ خیمے ہیں استادہ بے ستون
یا ابرہن زمین پہ اتر آئے سیر کو
گلشن میں اس جہان کے توام ہیں غیش طیش
سنبلستان کی لہروں سے ظلمات ہے نمود
رقعاں نہیں گلاب کا قوارہ یاغ میں
ہے آسمان یا کہ یہ ستارہ ہے تاک کا
غیر بھی اب شگفتہ دلی کی ہے فکر میں
زکس بھی آنکھ کھول کے گلشن میں چو طرف
چمپا چنبلی سیرت شبو گلاب کی
آتا ہے جو کہ سیر کو کہتا ہے ہر گھڑی
شبنم کے آب پاک سے بلبیل بھی گرو

دل چاہتا ہے کچھ گلگشت لالہ زار
بجلی بھی نسیہ چمکے ہے جوں تیغ آبدار
بن بن کے ناچتے ہیں گے طاووس تاجدار
از لب کہ کوہ دشت میں اے ابر فیض بار
پتھر کو پھوڑ نکلتے ہے باہر ہر ایک شرار
کئی کئی طرح کا وہم گزرتا ہے بار بار
یا عکس آسماں کا ہوا ہے یہ آشکار
یا سبر ہو ہے ہی سہرا پایہ کوہ سار
گر حوض ہنس رہا ہے تو دوتا ہے آبشار
جاری ہے آب حیاں ہے ہر ایک جو بہار
الماس کے درخت نے موتی کا لایا بار
یا کہکشاں کے پل میں ہے پروین خوشہ دار
گل بھی کرے ہے نغمہ چاروں طرف ہزار
خالی ہے جائے دیدار کہتی ہے بار بار
ہمارا اس قدر ہے ہر ایک جائے بے شمار
گلشن ہے یا کہ یہ ہے ختن یا ہے یہ تار
پڑھتی تھی ہر سحر کہی شعر آبدار

بیٹھا ہے تختِ جشن پہ گل ہو کے تاجدار
رہتے ہیں ماہ و مہر تو نت ابر میں نہاں
گئی چاندنی سے رات کو ہے سیر چاندنی
ایمان کی پہاڑ ہے گلشن میں اب کے سال
دولتِ جن کی اور زیادہ ہو دمِ دم
پوچھا میں باغباں سے بتا تو سستی مجھے
کہنے لگا کہ کیا مجھے معلوم ہی نہیں
یہ سنتے ہی درود و نیات بھیج کر
عاجز ہوں روزِ بیاہ ہوں مشکل کشا من

قمری ہر اک نقیب ہے اور سرِ وجوددار
نظا ہر ہے تب بھی باغ میں کیا لیلِ کیاں
سورج منکھو سے دن کے تیس دھوپ آگیا
سوسن بھی اب زبان سے کہتی ہے یہ لکار
یارب تو اس سے دور ہی رکھو روزگار
کس کے ہے فیضِ علم سے یہ رنگِ نوبہار
حق نے عطا کیا ہے جسے تیغِ ذوالفقار
میں نے کہا جنابِ معلیٰ میں یہ پیکار
مطلع یہ صدقِ دل سنی پڑھتا ہوں لکھتا

مطلع ثانی

بے شبہ جانتا ہوں کہ اے صاحبِ اقتدار
اک عمر سے غریق ہوں نیلِ گناہ میں
تیرے سوائے کوئی نہیں دادرس مجھے
دونوں جہاں میں آبرورکھ لے غلام کی
بند ہوں، کمتر میں ہوں، تیرا غلام ہوں
تیری سخا و جود کا میں کیا بیاں کروں
جیوں داغ و لالہ آتش و باروت ایک جا
تیرے غضب کی دہاک سے ہونچاؤں پل کے چرچ
وزیرِ وجہ تری شمشیر ہو علم !!
کا ہے اگر مزاج میں ہو ستوقِ امتحان

ساری خدائی میں تو ہے تیرا ہی اختیار
کشمی پھنسی ہے آن کے دریا میں مانچدار
اے ناخداے نوحِ ستیم آبِ لگا سپار
اتنی ہی التجا ہے ہر ستینِ دہشت و چار
یا سرِ تقی علی دلی، شیرِ کر دگار
دستِ کرم کے آگے ہے نیماں بھی شرمسار
تیسرے کیا ہے عدم نے اے شاہِ شہسوار
ماہی سے لے کے عرشِ ملکِ رعشہ ایکار
فوجِ عدد و پناہ نہ پائے بحرِ فساد
الماس کے پہاڑ کو کافی ہے ایک دار

عذائف "یہاں" عذائف "بے" عذائف "صحیح" عذائف "سمن" ج "شمن" عذائف "شاہوار" (الف)

دُلّال کے تیرے جلدی کی تعریف کیا کروں
 پہنچا پلک کے مارتے پیک نظر کی طرح
 تو میں قزح ہے یلزم و اگر ہے آسماں
 مقدور کب ہے جن۔ لبشر کی زبان کو
 فم دوہی تیرے دوست کا مسکن مدام ہے

اچھے ذرا ہی باگ اگر ہو کے تو سوار
 لے کر زمین سے تباہ فلک ہے بہ آشکار
 تعلیم تیری دیکھ کے حیراں ہے روزگار
 جو تیری منقبت میں کرے کچھ گہر نثار
 روزخ میں دشمنوں کا ہے تیرے ہمیشہ کار

جلوسِ آصفی

قصیدہ در مدح خورشیدش صوبہ دکن یعنی میر نظام علی خان بہادر

(۳)

راحت و آرام سے معمور ہے سارا جہاں
ہر سحر اقبالِ لائے رونما آئینہ سال
حس کی بولے روح پرور سے معلوم
ایک یوں باقی نحوست کا نہیں ذرہ نشان
مشرقی بھی اب ہوا ہے قافی امی اہا
ہنچہ نور شہید ہی یک دست جگ پر زلف
اور عطار دے دبیر نامہ عشرت نشان
روز و شب درجہ بدرجہ ہر دقیقہ ہر زمان
راہ پر آئے سعادت کی لسان راستاں
اور قاضی بانی دولت سرا کے جادواں
اور بادشاہی بھی ہو اور مزاج انس و جمال
سب کہ ہے تابندہ یکساں آفتاب اندر جہاں
مشرقِ اطلال سے ہووے نہ اب ذلہ عیاں
یاں ملک ہے مستوی یعنی نہانہ اب رواں
ہو گئے عالم سے اب آثارِ ردیہ نہاں

نیکر اللہ اب سعادت پر ہے دورِ آسمان
دم کر کے ہے چرخِ باد صبا فسونِ عیش
کھولتی ہے شام بھی اب زلف لیلے مراد
سہ سیدہ اپنا زلف کی جال پر
کشتِ امیہ خباہت سب کر تا ہے زحل
پدیتہ جادوی اپنا کر دیا بہرام تر گس
نقد آرائے نشاطِ عیش ہے ناہید بھی
ٹپے کر کے ہے اب منازلِ سعادت کے تمام
منقلب رفتار اپنی چھوڑ کر اس و ذنب
آبشارِ گلشنِ راحت ہم سے آتی ہر راج
شبحِ افروزی میں بزمِ عیش کہ ہیں آنکشی
سرتق سے تاغزِ سخط استوار کا حکم ہے
ایک ہیئت پر ہے سایہ کیا بعید کیا قریب
منسلط ہے کیت و کم ہیں بے مرکب تالیف
نیشہ گردوں میں ہر دم رنگِ صلح موزن

ہیں موالید ثلاثہ بھی سراپا شادمان
 جزر طوبت کے پیوست کا نہیں ہرگز نشان
 کام عالم میں ہے اعجازِ میسیانی عجیاں
 جلوہ گر آیاتِ صحت نے زیں تا آسمان
 کس کے ہے یہ عہدِ راحت ہند سے اس زمان
 پرورش پایا ہے تو دولت سے کی اجڑاں
 عادل و اکرم نظام الملکِ عالی خاندان
 وہ کریم ابن کریم و بازوئے صاحبِ قرآن
 جو ہر شمشیرِ جرات سرگردہ اشجعاں
 سو بہ اس کے نکلے اب تلک نا استخوان
 پر لدا کرتا ہوں میں حقِ نمک کو اب یہاں
 مطلع انوارِ الٰہی مطلع روشن بیاں
 رز و تشبِ تجھ سے متور نے زمین تا آسمان
 چتر ہے سر پر تیرے فضلِ خدا کا ہر زمان
 ہے بجا کہے اسے گر ہمسرِ تختِ رداں
 لے طیور و خوش و دام و در ہے و تالِ انانِ بجا
 تجھ میں اور اس میں ہے یک فرقِ نبوتِ درمیا
 افعَلُ التفضیل کے صیغہ کا عامل بھی یہاں
 ہے مرے نزدیک وہ جہول و کمسور للسل
 فکر میں تیری خطا کو رہا نہیں ہے گماں
 جانِ مومت اب کہیں محمول بر کذب بیاں
 شعر میں میرے نہ پایا بآئے نظری کا نشان
 بے گماں ان کا مل کا نتیجہ ہے عیاں

چار عظم کو ہم پہنچا مزاجِ اعستال
 اس قدر پایا ہے تنقیہ دماغِ روزگار
 صبح کی مانند احیاء ہوئے عظمِ رسیم !!
 بشرح اسبابِ علامات اب کہاں تک کیجے
 الغرضِ ایمان پوچھا میں نے پیرِ چرخ سے
 سن کے اس نے مجھ سے بولا کیا تجھے معلوم نہیں
 یعنی نوابِ سلیمانِ قدرِ آصفِ جہاںِ عظم
 سنتے ہی یہ نام اقدس میں کہا کیا پوچھے
 گوہرِ درجِ سیادت اخترِ برجِ شرف
 ابتداء سے پرورش پایا ہے میرے گوشتِ پوست
 گریہ و شادی میں کچھ نہیں سمجھ کو شعور
 سرِ فرد ہو کر شتاب اے قائمہ زیں نگارِ مطلع
 تو ہے وہ ہر جہاںِ اخضر و ماہِ مہرباں
 بادشاہی کیوں نہ دیوے تربیتِ افسرِ تجھ
 پالکی کا بھی تربے چھاس قدرِ پایہ بلند
 ذاتِ عالی سے تری رانی ہیں عالم میں شہا
 دولت و شہرت تری مثلِ سلیمان کیوں نہ ہو
 مدحِ تیری صرف میں لاؤں نہ کوئی نحو سے
 باندھے جو معرفتِ مضمون تجھ ثنا و صف میں
 علمِ منطوق تجھ صوابِ رائے کا ہے ایک جز
 ہے سخنِ موضوع میرا صدق سے ہر شکل میں
 میں کہوں ہوں یہ معانی میں یہی یکِ قلم
 ذاتِ عالی سے تری پیشِ قیاسِ فاس و عام

سر کی مانند روز و فی مری طینت میں ہے
 منہ گل بھی تنسم کچھ تیرے شرمسار
 بادشاہ ملک استغنا کرے محتاج کو
 تھی اگر مشہور عزت و شہم و اسفند یار
 وہ بدینہ اسلم کے تپیک کیا تسخیر اس
 نالہ گز رنگ میں جیسے سیاہی راغ کی
 کون کر سکتا ہے سینہ کو صدف کے چاک اب
 کیا بتاؤں جو ہر بُرئی تری شمشیر کا
 اس قدر ہے دیدہ اس کا کہ شاہ و دم و رنگ
 لرزے اس کے کٹا جاتا ہے دشمن سبوسر
 کراسدہ سرطان جدی کٹر کو باہم ملا ۱۱
 ملک اشارہ ہی کرے جس وقت لڑائی ہو
 کیا کروں وصف پہر اور اس کے پھولوں کی بیاں
 کیوں نہ ہوئے روزِ مہبان ہمسر چتر شہی
 کیا بتاؤں جو تجھے حق نے دیلے خلق و حلم
 نقطہ مہر دم کا اک بار خطِ مہنگی
 سرزازی پاوے تجھ سے اس قدر شکل میں
 بربح میزان میں جو ہم سنگ جبال کائنات
 حکم کا پتھر رہے قائم زمین پر تا جہنم
 جلوہ گریوں حسن تیرا جہاں کیغیب ہے تو
 فی المشل ہو مگر اگر الماس کا کوہِ عظیم
 غرق ہووے تیرا اس تبدیلِ مارتے

طبع رنگیں سے چلوں میں جیون بہار گستا
 مدح خواں ہیں بلبل و قمری رنگ بندگان
 سایہ عالی ترا غل نہا ہے بے گماں
 طے کئے ہینگے انہوں نے گویاں میں ہفت خواں
 ہفت اقلیم زمین سے لے کے تاہفت آسمان
 گرہ آتش میں ہے باروت کو تحفظ اماں
 واسطے گوہر کے تیرے خیمہ میں آکر فشاں
 جن کے قبضہ میں ہے لیکر منہ سے نا اصفیاں
 بھیجتے ہیں واسطے تیرے ہمیشہ ارغماں
 دربر و ٹرسہ کھو کھو کم سوبہ طاقت کہاں
 باندھے جو رنگ چاروں کا رائے امتحاں
 تا ستم گھوڑ میں ہر گز نہ ٹہرے درمیاں
 اب اس کے نمونہ سے بنا ہے آسمان
 ہے جہاں کے برج وہ پشت و پناہ انس جاں
 آوے دشمن بھی ترے سایہ میں تو پاؤں اہاں
 مرکز اقبال کو پہونچے اگر تیرے ماباں
 دائرہ تک چرخ کے فائز ہو بے ریغ گماں
 حکم کو تو لیں اگر تیکہ برائے امتحاں
 بلکہ کہسار پہونچے تا بہتسم آسمان
 ہر برج قوس میں جس رنگ سے ہو دیکھاں
 دربر و تودہ کے بدلے اسے شہ گیتی ستاں
 جھطرح در جحف میں بال کا ہو دے نشاں

جہاں پر جبریل ازیں بے خطا ہے دہریں
 جبکہ برج قوس میں تھیل پو تیر فلک
 تیرے لگلوں کا کچھ جو ایک ذرہ حسن و لطف
 زین اس پر جس گم طی کا رمحہ کا بندھے
 تحت طاووسی ہموں یا گردہ اسپ براق
 باگ کا ہلنا تو ہے دشوار ہوں نور نظیر
 لوک بھالے کی زمیں پر بیٹک کر اسے شہسوار
 ہر پلٹ میں اس قدر شاہنگ سے معہ بھرے
 چلتے ہیں تیرے جلو میں آفتاب و ماہ ستاب
 کیا کہوں اقبال تیرا دیں پناہ روز رزم
 فوج اعدا کی سیاہی یوں چھپے پل مارتے
 جبکا نمودج کبھی ہوتی نہیں صد فضل گلی
 موسم برسات میں جیسے امنڈتے ہیں سحاب
 صد مہم ستواراں سے لرزتی ہے زمیں
 جن وانساں بولتے ہیں ذالک لوم المشور
 نقش مارشش جہت میں یہ ترے اقبال نے
 روک لے ہرہ کو جیسا شہر و بنا لوار
 میندق شطرنج کہا رتبہ کو پہنچے شاہ کے
 جزو غل بازی نہیں تیرے عدد کی کچھ بسط
 سر مخالف کا نرا شعبہ نرا ایک عہد سلام

ذرہ ذرہ سہم ہے اس کچھ پکارے آسمان
 تجھ سے فاسے نسبت کی تعریف کھتا ہے وہاں
 میرے شبہ پر قلم کی اس قدر طاقت کہاں
 تجھ سواری میں کرے بن بکریں دیدار میں
 برقی تازی کا تو اس کا بھڑہم ہو کو گریباں
 جنبش شتر کا رند ہے اڑ جا لپے وہ نا آسمان
 ٹمک اسے پلٹا ٹھکڑے جس دم کو کا سپر رواں
 گردنش پر کار میں یہ حسن وید غری کہاں
 جس کو یہ ہاندنہ ہودہ دیکھ لے تیرے نشان
 حیلوہ گر میدان میں ہودہ جستان تر قشاں
 طلعت خورشید سے جس طرح شب ہو نہاں
 کیا کروں رنگینی افواج کا تیری بیباں
 جو طرف سے دستہ دستہ اس طرح ہودیں رواں
 گردنشکر سے ملے چشم کو اکب آسمان
 شور جس دم کرنا کے رزم کا ہو مے عیاں
 گرگی معنوبہ نرا د فلک کا تختہ سناں
 اس طرح دشمن کو تری فوج گھیری درمیاں
 کج خرائی سے اگر فرزیں کا ہو سے معناں
 مات ہونے کے سوارخ کو دکھانا ہے کہاں
 ہاج شاہی فریب سے ہے کچھ کو اے خرمنا

ذکر تیری زدم کاجوں چاہیے کیسے ہو سکے
 جامِ جم ہے دیدہ لبریز حسرت جس کو دیکھ
 غیرتِ باغِ ارم تیرا ہے وہ عشرتِ محل
 شامیانہ ہے تری من پہ ملاں اس ٹھٹھا کا
 اس قدر ہے جا بجا رنگیں لبوں کا ہجوم
 ہر جگہ ہے حسن کا آئین و قانونِ نشاط
 ہر رخسار پر خراماں ہیں لعلِ ناز و ادا
 اس قدر ہے شعلہ آوازِ حسنِ دلفریب
 دائرہ میں بزم کے ہر گم مقامِ ایچے پیچ
 جس گھر کی تو مہندی عالی پہ فرمائے جلوس
 ہمت عالی کی تیری مجھ سے کیا توصیف ہو
 اس قدر تیرے تیں اللہ دریا دل کیا
 بسکیر فیض نے بخشا یہاں تک لعل و در
 خاک میں یک لخت بس گئے معدن الماس لعل
 تیرے بندوں کو نہیں اکبرِ خالص سے غرض
 گر غالب تجھ تنائیں اب اقلِ مرتبہ
 جزو مد کرتا رہے اکثر وہ ناروز شمار
 نام رکھ کر اس قصیدہ کا "جلوسِ آصفی"

دوستوں کا دیکھ تیرے منبرِ رنگِ صبحِ عید
 غرقِ حیرت دشمنوں میں دیدہ قربانیاں

بزمِ آرائی کا تیری کیا کروں میں اب بیاں
 خونِ دل کا دوس دے "یہ یوں" ہر زمان
 جس کا ہر اک طاقِ رشکِ چشمِ ابرو بکتاں
 پتھرِ شمشادِ ہنسی میں یہ نشانِ شگفتگی کہاں
 جس طرف دیکھو تو ہے رشکِ ہمارے گستاں
 سازِ عشرت سے جیسا ہر غلہ دہر مکاں
 نگہِ بدنِ عینِ دہنِ رشکِ پری سروِ رواں
 بھولتے ہیں شمع و گل کو بلبلِ پروانیاں
 تیری آہنگِ نوازش سے ہے ہر دم شامِ دل
 دیکھ کر روشن ہو ہر دم سے چشمِ آسمان
 بخش دیتا ہے اٹھا ادنیٰ کو گنجِ شایگان
 موتیوں سے جیوں صدفِ مائل کا بھر دیکھا
 شرم سے اس رنگ کو پہونچے ہیں سارے جواں
 پانی پانی ہو گئے گوہر کے بحرِ بیگمراں
 سنگِ پارس سے ترا بہتر ہے سنگِ متاں
 ہر احادِ پڑ بڑھا کر صغیر ذراتِ جہاں
 تب بھی ہو سکتا نہیں عشرِ عشرِ اسکا بیاں
 رہیں پناہ ختم کرتا ہوں دعا پہ یہ بیاں

قصیدہ در سال گمرہ اسطو جاہ بہادر

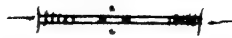
[۴]

کہ عشرت و طرب و عیش و راحت و آرام
ہمیشہ شام سے تا صبح، صبح سے تا شام
کہ جس جناب کا نہ پشت فلک ہے غلام
نخل ہے دیکھ کے نیساں بھی جسکا ابر کرم
حضور اُس کے جب آئیں ہیں بزمِ نغمہ تمام
ادب سے دور سے ہٹ کر، ملاحظہ سے سلام
بزار چرخ اگر کھادے گردشِ ریام
کرم سے جس کے ہیں محفوظ سب خواصِ عوام
صواب رائے میں دل جس کا مقرر الہام
صواب دید سے اس کی ہے سلطنت کا نظام
امیر اعظم و نیکو شمس مدارِ ہمام
کیا یہ جہن ہے آراستہ برزینتِ تمام
ہے رنگ چرخِ مقوس ہر ایک ملتِ ملام
ہے لبکہ دید سے اس بزم کی آسے آرام
عجب نہیں ہے کر روشن ہو دیدہ با دام
برنگ گل ہے معظمہ الباسِ انام

جہاں کے بیچ ہے ابیر نوید شہرِ عام
شتاب آن کے حاضر ہوں بارگاہ کے بیچ
ہے جہن ساگر آج اُس شہنشاہ کا
کریم ابنِ کریم اور فیضِ بخش جہاں
ہمالیوں اکبر و اسکندر و فریدوں تک
ہنرالہ داب سے ہے یہ صداے چادشاں
نظیر ہوتے نہ اس آفتاب کا پمید
اس کی ذات مبارک سحابِ رحمت ہے
وزیر اس کا جو مشہور ہے بلند مکان
رموز دان ریاست، دقیقہ یاب جہاں
سیاہ پرور و گیتی کشاد دشمن بند
لسانِ بزمِ فریدوں و جہن جمشیدی
دختر نورِ چہرا غاں دشمن کا قوری
ہنرار چشم ستاروں سے کھلتا ہے پہر
اس انجمن کی کھوں کیا میں نور افروزی
زمین سے تابفلک، صدائے بلبلی عیش

دماغ دہر نہ ہو کیونکہ سر خوش عشرت
 ہے آب گوہر و یاقوت موجزن ہر سو
 جو اُس کا وزن ہوا ہے زرد جو اہر میں
 بجاہے اسی کو کہوں میں جو یوسف شافی
 ہے لبیک وہ شہ عالم پناہ فیض رساں
 تھے فنا نہ زاد جو ایمان ہے گا مروتی
 وہ رشتہ سال گرہ کا ہو یا رب اتنا دراز
 ہر ایک بیج بصدق و خلوص سے شاہ
 الہی کو ہوسرت ہو اور دنیا ہو

ہے رشکِ موبہ سے زندہ پر یوشوں کا خرام
 جو اہر اس قدر عالم کو اب ہوا انعام
 میں اس دُور کی تفصیل کیا کروں ارتقام
 کبیز جس کی زینچاے دہر ہیگی مدام
 جہانیاں بھی ہیں سب کے بان و دل سلاک
 کرے ہے اب تو دعا یہ پر یہ ختم کلام
 کہ عمر خضر ہو و اب تہ ہر گرہ سے مدام
 اسی دعا میں ہے تیرا یہ کمتر خدام
 کہ تیری ذات مبارک سے ہے جہاں کیا



قصیدہ بہاریہ جشن نوروز و سال گرہ میر نظام علیخان بہاؤ نظام الملک صفحہ

۱۵۱

زمانہ عیش و طرب سے ہوا ہے مالا مال
کہ مشرق و مغرب سے لے کر ہے تاجنوب شمال
کہ رشک گلبن فر دوس ہے ہر ایک نہال
برنگ صحن چمن ہیں تمام دست و جبال
کہ رنگ کاہر بازرد ہو سوا بے حال
چمن سے گلشنِ خضر دوس کو نہ دیجے مثال
ہے برگ گل سے جی میرا ہر ایک نہال
تربس پہ جتنے تھے اس عصم میں میاہِ زمناں
سیاہ عارض گل رُخ پہ جیسے ہو کمال
ہر ایک سر و صورت پر تے کیا ہے پیہ اچال
جو دیکھو دانہ تسبیح تابہ دانہ حال
کہ گل نشاں ہیں تبسم سے غیخوں کے افعال
کہ طوقِ فاختہ ہے پائے سرو کی خلیاں
عجب نہیں بلطے بھی نکالے اب پر بال
نہیں ہے شمع کو آتش سے ہم اضلال

عجب بہار سے آیا ہے اب کے خرم سال
بیاں و فور نشاط و طرب کا کی میں کروں
جدھ نگاہ کرو دستہ دستہ ہے گل عیش
ہزار رنگ کے از بس کھلے ہیں غنچہ و گل
بہار سے ہنس نسبت خزاں کو اتنی بھی
نظم سے غیب ہے وہ اور یہ ہے جلوہ فردوز
زلیں نسیم سحر آید درنگ نہختے ہے
ہوئے ہی رشک گل سُرخ ابطاوت سے
تظہیں اتنا ہی دلکش ہے داغ لالہ کا !!
جہوں کے بیخ تو گلگشت کے لیے اب کے
برنگ غنچہ و گل ہر گرہ شگفتہ ہوئی
یہاں تک اب کہ ہے فصل بہار عیش انگیز
رکھیں ہیں عاشق و معشوق اپنا اتحاد اپنا
زلیں ہے نشوونما کی بلند پروازی !!
رکھے اتنی ہوا اعتدال کی تاثیر !

ع الف "کا" ع ر "کچوں" ا ب س ق الف زمناں

جو بشورہ زار ہیں سبزہ کوئی پھر ہے غزال
 پلے شمیم پھرے اُس غزال کے دنیاں
 بسان نشانِ عسل، شہدِ ریزی، غسبِ مال
 ہر ایک سنگ سے جاری ہوا ہے آبِ زلال
 ہوئے ہیں رشکِ گلِ ابِ دارغِ قمرِ مال
 تو حشر سو تختگاں ہووے یوں بلا اجمال
 شگوفہ تا بہ ثمر گل کرے باسْتِ جمال
 چمن کو بحر سے کرنا قیزاب ہے محال
 کہ وصفِ باغ میں سوسن کی اب نہ لکھے مال
 ہر ایک شاخ پہ ہے بلبلوں کا اب یہ مقال
 زہے ہمالیوں وہ ساعتِ ربِّ مبارکِ فال
 عجب ارگاہِ شہِ فیض و عدلِ خصال
 بلند جس کا ہے ہمیشہ سے بھی جاہ و جلال
 جہاں سنیاں کا ہے از بسکہ قبلہ آماں
 چلے رکاب میں اُس کے بہ اعتقادِ ہلال
 جلوسِ جب وہ کرے ہے بہ منہ اِجلال
 کھڑے ہوں قیَم و نفع و در صفِ نعال
 کہاں یہ حوصلہ مجھ کو ہے اور کب یہ مجال
 جو کچھ ہے حاملِ ہندوستان کا مال و منال

ہر ایک نقشِ سم اس کے سے نامہ ہو پیدا
 جہاں وہ جلے اُدھر کے تیں نسیمِ ختن
 رہا نہ فرق سا از بسکہ رطب و دیابس میں
 طراوت اتنی ہے فیضِ ہوا سے عالم میں
 جہاں تھاں ہے زلیں شکلِ اجتماعِ فصیح
 اگر نسیم چلے ٹپکِ بردے رخا کستر!!
 ہزار غلِ بردمند کھینچے خاک سے سر
 زلیکہ خاسے ماہی کے گل ہوئے پیدا
 یہاں تک ہے نسیمِ بہارِ گلِ افشاں
 بعد ہزار نشا و طربِ گلستاں میں
 شرف میں آج ہے تُو زیندہ شاہِ میزاں میں
 ہم ہے شادی نو روز و جشنِ سالِ گمرہ
 سودہ نظامِ علیٰ فتح جنگِ آصف جاہ
 کرم سے اُس کے خلائق کی زندگانی ہے
 سوارِ جب ہو وہ رخصتِ فلکِ حرامِ اوپر
 شکوہِ ستانِ یہ اس کے حضورِ اقدس کا
 ادب سے سرِ بگوبیاں درست بستہ نام
 نہ ہمہ ہمتِ عالی کا اس کی بچھ سے وصف
 کہ جیبِ خالص کا اس کی ہے خرچِ یک روزہ

ن (ب) "لیے"

ع (ا) چمن سے لہر کو ع الف بہار گاہ

نہ کھولے لب کو کوئی مسمند اگر لبوال
 کہ اس کے دل کی براؤں ہے آرزوئی الحال
 ہوئی نگاہ کرم جس پہ ہو گیا وہ ہمال
 جسے زراہ نوازش کبھو ملے ہے ادگال
 کنیز دولت دنیا ہے اور غلام اقبال
 شجاع و عالم و مجموعہ تمام و کمال
 اسی کی رائے سے ہے سلطنت کراستقلال
 تو شاہان خمایر کرے ہیں استقبال
 زباں سے جس کی تراوش کرے ہر حال
 کہ سبز جوں پر طوطی ہے مزارع آسماں
 کہ چنچے جس کے نہ پاشنگ کو کلم و کمال
 بوقت وزن یہ میز ان کو ہو سحر و جلال
 ہر ایک کف کو خورشید و ماہ یلجے خیال
 بجاہے چشمہ دیواں سے دوں جو اسکو شال
 وہ سلک سال گرہ میں ہو اس طرح کا کمال
 گرہ جو سال گرہ میں پڑے ہو سال بد حال
 کہ صبح و شام میں ایمان کو ہی اشغال
 جہاں کے یسوع با فضال ایزد و متعال
 رہیں یہ شاہ و وزیر آفتاب و ماہ مثال
 کہ سر فراز رہیں دوست و دشمنال پامال

وہ لبیں ہے قدر شناس اور راز دان خمیر
 ہنوز فیض قدموں میں تک نہیں پہنچا
 کرمل بیان عنایت میں اس کا کیا کیا
 تمام عمر وہ پھر منہ سے نکل اگلے ہے
 سریر و تاج کو زینت ہے ذات اعلیٰ سے
 وزیر اس کا جو ہے بے نظیر والا شان
 اسی کی ذات سے ہے انتظام دولت ملک
 خیال اس کا چلے جس طرف پے اور اک
 بیاں نہ اس کی ہو مجھ سے فصاحت و تنقیر
 سماں فیض کی اس کے یہ آب یاری ہے
 وہ کچے وزن مبارک میں لب سخن سخی
 کہ ہے اس کا تو شاہیں ترکا رنتر نکل
 ہر ایک فطری ہے اس کی جو رشک شعاع
 وہ پلہ جس میں بدولت ہو رونق افروری
 ہزار دانہ یا قوت کی بہتے تسبیح عا
 حیات تحف ہو دالبہ ہر گرہ کے ساتھ
 لب آگے عرض کی قدرت میں رہی شاہا
 الہی تو ہو سکت ہو اور دنیا ہو
 یہ دونوں جشن ہیں تاہم زمانہ میں جب تک
 یہی دعا ہے بحق بخا و علی و ملی ۱۱

قصیدہ مہتابیہ صبح وزیرِ مینظم علیخان بہادر نظام الملک صفحہ

ہوا ہے آج کی شب مہتاب کا یہ وفور
 زمیں جو دیکھو تو ہے خوانِ فقری گویا
 ہے بلکہ دامنِ صحرا پہ نورِ پاشنی ماہ
 فلک پہ گویا ہزاروں ہلال ہیں پیدا
 برنگِ برق ہے ہر ایک موجِ تابندہ
 ہوا ہے نورمہ اب جذبِ اس قدر بریں
 اثرِ تجلی کا ہے یہ کہ مثلِ بوتیمار
 انیس ہیں لدم سے کم رو سفید رنگبال
 ہوا ہے جیسے ستاروں کے چھوٹتے ہیں گنج
 بغیرِ کرکِ شبِ تاب اب نہ ہو پیدا
 ہے نورِ پاشِ زبس مہتابِ عالم میں
 ہر ایک سنگ بھی شیشہ کا ہو گیا فالوس
 ہر ایک قطرہ ہے آئینہ خانہ کا ہم چشم
 جہن کے بیچ جو دیکھو تو یہ شگوفہ ہے
 نمرِ درختوں پر اس طرح زیب دیتے ہیں
 ہے تارِ سبیل تر وہ مقیشِ سیمیں
 ہے بید مجنوں کا عالم مثالِ خواہ !!

۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

ہر ایک تاک کی ہے شاخ مثل کاہ کشاں
 ہر ایک نہر ہے اب جوئے شیر کے ہم رنگ
 ہوئے نہ لاکھ دوسو سن ہی یا سمیں سے بدل
 نشگفتہ ہوئے گل اشرفی سے داوری
 نقوۃ جلوۂ طوبی ہے ہر درخت اوپر
 ہوا کا چہ بھی روشن ہلال کی مانند
 ہے قرص بدر کی روکش سیاہی مردم
 ہر ایک ساقی ہمتاب روکے اب آگے
 ز بس جہاں کے ہے ہمتا شستِ شو کی بچ
 طلسم خال بتاں کبخر مقشر ہے
 نظر میں آئے وہ ہر اک سفید بادلوں
 لکھوں کچھ اور بھی ایمان آب گوہر سے
 کہ یک لطیفہ مغنون خاص کا اظہار
 کہ فیض عام ہے یہ ایک روشن اختر کا
 امیر اعظم و عالی جناب والا شاں
 بہ بزم خانی جمشید و کیقتبا و نسب
 بہ بذل مثل فریدوں بامعدلت کسری
 کہ ہے آنکھ ملانے کی طاقت دیارا
 رموز دانی کا اس کے ہو مجھ سے صفا
 منیر اس کے پہ اسرار منکشف ہیں یوں
 کہ جیسے میر کو اکب کے درجہ و آشار
 لبان کاتب اُسے لکھے سمجھتا ہے

لبان غنچہ یرویں ہے خوشہ انگور !
 ہے رشک چشمہ سیلاب حوض آب پلور
 ہر ایک گل سے ہے نسرین و نسرین کا ظہور
 جہاں تھاں گل ہمتاب کہے اب یہ دُور
 ہے برگ برگ درخشہ مثل عارضِ حور
 ہے رشک کاہ کشاں بزم میں ہر اک طنبور
 ہر ایک زہرہ جبین ہو گئی سراپا نور
 دھڑ ہے شیشہ الماس کا روجام بلور
 نہیں عیار کا خاتم پہ اب کہیں مذکور
 سواد سیلہ بھی دھویا گیا بایں دستور
 کسی بھی رنگ کا پہنے لباس اناث و ذکر
 جو ہوئے حاتم الماس اور لوح بلور
 ہے ایسی طرز کی تمہید سے مجھے منظور
 ہیں جس کے عہد میں اب شاد کام سب جمہور
 وزیر شاہ دکن فخر قیصر و غفور
 بروز رزم و معارک مظفر و مضور
 جہاں کشانی میں مثل سکندر و تیمور
 ہیں اس کے روبرو سب سر بہ سجود
 خدا نے جس کو عنایت کیا یہ فہم و شعور
 جو سال و بابہ میں ظاہر جہاں میں ہوں بورد
 تمام ذہن منجم میں رہتے ہیں محذور
 بھائی خامہ تقدیر میں جو ہے مستور

تسلی ہوتی ہے یہاں کس کو مدح غائب ہے
ہو جبہ سائی سے اے خامہ باریاب حضور

مطلع ثانی

ضمیر پاک ہے جام جہاں نما مشہور
رقم ہوا ہے ترے نام سے ہی یہ منشور
تجہ ہی سے آبرو پاتے ہیں سلطنت کے امور
خدا نے تجھ کو اسی کام پر کیا مامور
کہ جو صدف کف سائل گہر سے ہے معور
کرے شناور دہم دگماں کبھو نہ عبور
ہلال و برق و سحاب و سر و نسیم سمحور
کہ شاوکان زماں کا ہے ہم یاں معذور
ادائے تہنیت عید اب تجھے ہے ضرور

ہے آج دولت ہمشید کا تجھے معتدور
پچھ ہے تجھ کو ہی سرمانردانی عالم
نواب رائے کے تیرے ہیں کیا کروں اوصاف
کرے ہے پرورش ساکنان ہفت اقلیم
ترا بھی پیچہ رنجش نہیں کم از نیساں
زے کرم کا وہ دریا ہے بسکراں جس سے
کمان و تیغ و سپر فیل دبا دیا تیرا
اب اس خلب کا کلب مجھ سے ہو سکے جو صغ
بعد عقیدت و آداب دکور نشن و تسلیم

مطلع

کہ خواب میں بھی نہ دیکھے ہوں قیوم و نفع دہ
کہیں ہے مسند زریں کہیں ہے فرشِ سمند
کہ ایک غلس کرے صد ہزار جلتے ظہور
گل بہار کی مانند خُسر و مسرور
بصد نیاز عقیدت ہوں باریاب حضور
دکھائے نذر ہے تجھ کو ادب سے ہٹ کر دور
کبھو نہ ہاتھ سے اپنے اٹھائے ان کی
ترے کمال کی تحریر کا کہ مقدمہ

ہے آج وہ تری دولت سرا میں جشن و نور
نہ ہر دے کیونکہ وہاں ماہتاب پا انداز
وہ شیشہ خانہ ہے یا روکش پیری خانہ
نچے بہ منہ اقبال دیکھ جلوہ فرور
برائے تہنیت و نذرِ راجہ و نواب
ہر ایک عید کو لے ہر دو ماہ نے نہ دوسیم
یتیم دار تیرے والا کہ جز نگاہِ کرم !!
وہ کہ جمع خوبی ہے بے عدل و نظیر

دعا پہ ختم میں کرتا ہوں اب قصیدہ کو
الہی تبار ہے یہ گردش سبب و شہود
برنگ صبح رہیں رو سفید تیرے دوست
سیاہ بخت عدو ہو ویں جہوں شب بچر

قصیدہ صبح نواب دارالملک بہادری گھانسی میل ہری نواب شمس الدولہ بہادر

[۷۷]

اور سر پہ رکھا ندیں زینبندہ عجب افسر
پوشیدہ ہوئے جا کر شب گرد جو تھے اختر
منہ پر سے زمانے کے وہ غالیہ گوں چادر
کافور کے جلوس سے بچو ہوا عنبر
نر باس ہوا پنجہ جب اس کا زمانے پر !!
نر خاک ہوئی یکسر اور سنگ ہوا احر
شبنم کا بھی اب رتبہ پہنچا ہے فلک اور
اور تم فلک کے بھی واہ ہو گئے سب منظم
ہیں دیکھ جسے حیراں نقاش سے تازرگر
آئینہ کو دھڑکے ہر سہت کیا زیور !!
پایا ہے زرخاں ہر گل نے طبق بھر بھر

نیلم کے سر پر اور پر بیٹھا جو شہ خاور
بھائی سپہ رنگ اور دی ڈال سپہ نے
ملک صبح کے دم بھرتے یک مرتبہ ہی اٹھ گئی
گل ریز ہی ہر سوسن، نسرین ہی بہار افزا
آفاق کا سب عرصہ یک دست ہوا روشن
پھر فیض لگے پلٹے جو ہر تابل تھے
ذرات کی بھی رتی چکے ہے ہر جانب
دروازے خلائی کی آنکھوں کے کھلے ہر سو
اس کاغذ سقرنس میں وہ رنگ ہوئے تاتہ
خوبوں نے بھی رونا زہ دیکھا جو زمانے کا
العام جو انان گلشن کو ملا باں تنک

زیریں بکلا ہی کا ہے ناز لب جریہ
 یہ فیض سحر نے ہی بخشے ہیں دروگو ہر
 غنچہ کا چمکنا بھی کوڑ لہے گویا اس پر
 مینا سے پری نکلی مستوں میں چلا ساغر
 غنچے ہیں تبسم میں اخنداں ہیں گل اب یکسر
 اور ساغر زرب رکھ اور مصر ہے گل جہر
 دیتی ہے صبا ہر دم جو رایجہ غنبر
 جو کچھ میں کہوں تجھ سے کچھ تو اُسے بلور
 گلدان کے روکش ہیں ہر ایک جگہ بحر
 لے ذرہ فانی سے تا قریب مہ الور
 ہوتا نہ اگر جگ میں وہ ایک کرم گستر
 آفاق میں سردار الدولہ ہو خطاب اظہر
 از بکے سخی ایسا دیکھا نہ جہاں پرور
 ہو لطف و عنایت کا اللہ کے دد منکر
 ہو جاوے رخ حاسد سے ہی جیسے مسفر

نور شید کے پوتے طفلان حبیبی کو
 لے باغ سے تاحماست جانو شہتم ہے
 گلگون صبا گرچہ ہے گشت میں ابد لیکن
 لے خانہ عالم میں اب دور صوحی ہے
 مرغان جن روکش کرتے ہیں غزل خوانی
 باقوت کی فضاں کو ابد ہر دیالالہ نے
 کس زلف کے تیس پیچھے ہر سلسلہ اب اس کا
 اب صبح ہماری کا یہ فیض ہے عالم میں
 ہے شغل و دود اس میں مانند گل سنبل
 یہ سب شہ خاوری کی دولت سے مرتہ ہیں
 سخی سے گورتی نت اوقات ہنر مندوں
 نواب فلک تندر و فیاض زماں جس کا
 اس دور میں سب اُس کو کہتے ہیں حبیب اللہ
 ایہاں تجھ واجب ہے مدح و ثنا اس کی
 اب پڑھے حضور اس کے اس مطلع رنگیں کو

مطلع ثانی

دامان گد اگر دے یکدم میں بُرا ز گوہر
 آگے تری ہمت کے ہو لعل بھی جوں کنکر
 اخلاق و کرم تیرا جاری ہو سدا سب پر
 دیکھا نہ کوئی افسوس دیکھا نہ کوئی بے زر
 آوازہ کرم کا ہے عالم میں بہر کشور

وہ ابر کرم تیرا نبیال سے ہی جو بہر
 وہ قائم دوراں ہو تو اب کے زمانہ میں
 یکساں ہے تیرے آگے لے دوست سے تلوٹن
 ے کرنی آدم سے تا غنچہ و گل ہم نے
 کچھ منہ لب تجھ سے مننون نوازش ہے

تہا نہ غلام اب ہے اقلیم جیش تیرا
اغناس کی ہے مانند خلقت کے تئیں تو نے
تجھ عدل کی ہیبت سے اب مور کو رکھتا ہے
گر کوہ کمر باندھے ملک کاہ کی ایدہ کو
تجھ جہد میں رہتے ہیں ہم خانہ بعد اُلفت
تو دین محمد کے انصار سے ہے از بس
خوش ظاہر و خوش باطن خوش خلق تو دانا
اب وصف شجاعت میں سرزدہ پڑھوں مطلع

شہر مندہ امساں ہے نفور سے ناقص
بخشے ہے سد اخیل داسب و شتر و اشتر
مزرگاہ کی طرح اپنی آنکھوں پر سد اذر
تجھ برق غضب سے ہو جل کر دہیں خاکستر
لے نشیر سے تانا ہوا در باز سے نہایت
ہے نام ترار دشمن خراب سے تا مہر
ہیں دل سے فدا تجھ پر آفاق کے سب دلیر
فوق ہو جسے سن کر ہر ایک نبرد آور

مطلع

ہو زرم میں رستم بھی تجھ سے نہ کبھو سرور
رو میں تن اگر آوے کیا تاب کہ دم مارے
خورشید صفت یکتا تو ہی وہ بہادر ہے
میدان میں اگر ہو وہ سایہ نگین یکدم
گر پاس تیرے دشمن کے فرض کی میں نے
فولاد کے پاکھ سے پھر خرق سراپا تنک
جب پہنچ کر سے تو چھوڑے سر دشمن پر
میدان میں ہو جس دم شمشیر علم تیری
خورشید ہو از بلکہ تو اوج سعادت کا
قصبے میں ترے ایسا ہو فن کمانداری
تشبیہ کماں تیری رکھتی ہو مہ تو سے
گر شست کی صافی سے تنک تیری بیا کیجے

ہے توصف مرداں میں ہم سرور دم صفد
ہے گبو بشرن برزد ہر ایک ترا چاکر
ہو مے نہ بیاں تیری شمشیر کا اب جوہر
وہاں خاک سے ہو پیدا سنبھ کی جگہ نشتر
فولاد کا ہو مغفر، فولاد کا ہو بکستر
ہو اس کی سواری میں اک فیل نلک سیکر
یکدم ہیں دو حصہ ہوتا ناخن فیصل آکر
یک باز زمانہ بھی ہو ہما مے وہیں ششند
تجھ ہاتھ میں ہادی نیزہ محسوس خط و محور
جیوں تو میں قریح اس کا رتبہ و فلک اندر
خورشید کے جلوہ سے تر کش ہو ترا ہمسر
بہرام، عطار د تک ہوں حلقہ بگوشاں کر

غریب بنادیلوے کسار کے سینہ کو
ہے رشک چمن تیری افواج کا ہر دستہ
پیر وہی سدا اس کی یہ باد بہاری بھی
شبنم کی طرح اُس کے ہر قطرہ پسینہ کا
کوئی رشتہ ز میں پر جو طپکے ہے کبھو اس کا
سہر گرم وہ کاوے پر جس وقت کہ ہوتا ہے
اس برق صفت کو تو پہلے پراگر پھینکے
میں فیل سواری کی کہا نشان کھوں تیرے
وہ قطرہ زن اب ہودے جو ابریا جسم
خرطوم کہوں اس کی یا نیل کا یہ دریا
ہومہ میں اگر رونق افروز تو ہوا اس کے
مدائی تری رتبہ میرا نہیں پر نیست
جو میرے دہن سے ہی تجھ وصف میں تری
اب مدح و ثنائی تری تحریر اگر کیجئے
ہے ختم دُعا اور پاب نظم سخن یارب
ہر وقت احبا کو ہونے و ظفر روزی !!

تو چاہے شہرِ دوزی جس وقت نشانیہ
امواج سے دریا کے افروز و تراشکر
وہ تیری سواری میں گلگوں ہی پری پسکر
اُڑ جائے فلک اوپر ہر چند کہ ہے بلے پر
سیما ب صفت وہ بھی رہتا ہے سدا مضطرب
جوں شعلہ جو الہ پھر تا ہے ہوا اوپر
پھر گرد کو بھی اس کے پیچھے نہ کھو صرم
افلاک کبودی کا ہے ایک وہی ہمسر
دانتوں سے وہیں چکے وہ برقی ہم دیگر
جاری ہی فلک پر سے یہاں روگوں ہی پر
ہالہ میں فلک اوپر ہے گویا مہ نور
رکتا ہے سیلاب سے ہر مہر چتر لاغر
لیوں آوے صدف سے بھی گوہر نہ کھو باہر
افلاک کا بھی کافی ہو نہ کبھو دفتر
یہ نام رہے قائم تا صبح دم محشر
حلقوم پر اعدا کے پھر تار ہے نت خنجر

سنا اگرچہ ہے سابق میں جشن نوشاہہ
 سحر شگفتہ چمن شام رشک شہر شبنم
 کہوں میں خانہ شادی کہ رشک بادغ ارم
 وہ بوٹی دار ہر اک جائے فرش قالین تہ
 کہیں بلور کی قندیل اور کہیں فالووس
 نہیں فلک پہ ستارے یہ دلغہ حسرتیں
 ہوئی ہر رشک رخ زلفشان ماہ داستان
 مدام بزم میں راجہ گرانہ زہرہ نوا
 کوئی ستارہ جہیں اور کوئی ہے ماہ لقا
 نہ کہوں ہو گلشن کشمیر دیکھ کر حیراں
 یہ ابھن سے معطر کہ بوتے عنبر و مشک
 یہ وہ ہر جشن کہ جس پر طبق طبق زرد و سیم
 شب حنا کی بیاں ہوئے مجھ سے رنگینی
 کہوں سوادہ ہندی کی کیا میں شوکت شہ
 نشان وہ کہ نشان جس میں اتم اعظم کا
 جدم کو دیکھو تو ہے دستہ دستہ لالہ و گل
 لسان ہر ہیں فیضان آسمان شال پر
 نظر پڑے تھا وہاں معجزہ نبوت کا
 میں کس طرح نہ کہوں اس کو بادغ ابراہیم
 مدائے نعمت شاہانہ اس قدر بخشش
 غریب کو کوس و کور جلاجل و کرناے
 میں گھس زباں سے کروں تاب بیان آرائش

پر اس کی گرد کو پہنچے نہیں ہر وہ زہار
 کہ پیر چرخ نے دیکھا نہ تھا یہ لیل و نہار
 کہ بہتر از خط و خال بتاں ہر نقش و نگار
 جب ہم نظر کر دو اودھم چمن چمن ہے بہار
 نہ محفوں کا ہندس سے ہو سکے شمار
 ہوا ہے بسکہ شبستان عیش پُر انوار
 دھور نور چراغاں سے ہر درد دیوار
 لے آویں دل کو فرشتوں کے آسمان تہ
 کہیں ہے نغمہ دلکش کہیں ہیں نغمہ
 کر خرچ ہووے ہزاروں ہی جھلکے
 کرے ہر آن کے در یوزہ وہاں نسیم بہار
 نثار کرتے ہیں خود شید و ماہ لیل و نہار
 کہ ایک دست چمن تھا محلہ و بازار
 چمن میں جیسے گل افشاں چلی ہر باد بہار
 سہ تر کہ صورت اللہ جس سے ہوا ظہار
 کہ سرخ پوش ہوئے کل پیادہ اور اسوار
 پہن کے خلعت ندیں کو سینکڑوں سردار
 جہاں کہ نور فشاں تھے درخت آتش بھار
 کہ ایک آن میں آتش کا ہو گیا گلزار
 کہ ہو دیں طوطی و لیل ہزار جہاں سے نثار
 کرے ہفت خلعت بھی اس طرف کو گوار
 خجل ہو باغ ارم جھینپی ہر جس بہار

ہزار رنگ کے گل اور ہزار شکل کے نخل
 کہیں ہے تختہ نرگس کہیں کنول روشن
 رواں جلو میں ہزاروں ہیں متعل و متباب
 ہجوم نور ہے پر مارنا فرشتوں کو
 بیاں نہ نشان ہو اب مجھ سے وضع ہندی کی
 کہوں میں اس کو نہ زہار تخت طاؤسی
 در پہ کھول کے قم فلک کے حور و ملک
 عطا و بذل کیا وہ جہیز شاہانہ
 پیر از نفالیں روئے زمیں تحلیف دہر
 تمام ساز طلا کار و صندوق پالاں
 ہزار درج گہر برج کو کب رخشاں
 فلک کے جیسے ستار و کل ہو سکے نہ حساب
 بلاق چہرہ و فولاد فعل و برق شتاب
 نمود ہو وج زریں کی پشت فیل پہ یوں
 نخل ہوں جس سے خورشید کے خطوط شعاع
 وہ کج کلاہ ہیں یکسر غلام غلمان چہر
 کینز میں خرق جو اہر میں جو سراپا ہیں
 تھا وہ تخت عود سی کہ دیکھ کر جس کو
 اور اس پر سایہ ننگن وہ جو شا میا نہ ہے
 کرے ہی ختم اب ایمان اس قبیحہ کو
 تو قائم اس کے رہے سر پہ نخل طوبی سا
 جد سے نظر کرو اودھر چمن چمن گلزار
 کہیں ہیں سرو و صنوبر کہیں دشت انار
 فلک نجوم سے جس کا ہوا پڑا سینہ دار
 ہوا اتھا رویے ہو اپر فلک تنگ ستار
 کہ جس قدر تھی تحمل سے اس کی داں رفتا
 کہ ایک جھاڑ تھا الماس کا مرصع کار
 زمین کو جھانک ہے تھے کہ عجب بہار
 کہ جس کا ہونہ خاص ہے فہم کے بھی شمار
 ہزار فیل فلک ساں ظلالے سلسلہ وار
 حریر و اطلس و دیباے خوش تماش دیا
 پیر از جواہر رنگیں و گوہر شہدار
 ظرف سیم و زریں کے سینکڑوں انبار
 ہزار اسپ مرصع لجام و خوش رفتار
 فلک پر جیسے ہو برج محل بہ فصل بہار
 پڑی وہ طور تھی ریشم کی اس پر زین کار
 نظیر جن کا نہیں تنابہ چین و درم شمار
 کوئی ہے حور لقا اور کوئی پری رضا
 کا فتہ کہے بلفقیں لا کھ بار پکار
 نہ پہنچے چتر بھی جمشید کا اسے زہار
 دُعاے خیر یہ اسے قدر دان بدل شعار
 وہ تیرے سایہ عالی میں ہو کر خوردار

قصیدہ جشن سالگرہ اعظم الامراء گزرا نیند بنام سلیمان با

[۹]

ساقی پری نژاد ہے جام شراب ہے
 باندہ عاشق سے پیر فلک خفا ہے
 بار زندگی کے بیج مثال سحاب ہے
 چاروں طرف جہان میں بوئے گل ہے
 فوارہ جس کو دیکھ کر آب آب ہے
 شیریں نوائے مطرب چنگ ہے
 راہ کا دیکھتے ہی جسے دل کباب ہے
 سبیل کی شاخ کا بھی غنیمت و تاب ہے
 جامے پہ آسماں کے بھی چہرہ کا شہاب ہے
 قمری کو بھی جو دیکھو تو خام جو اب ہے
 آتنا زخروں کی بھی آنکھوں میں خواب ہے
 سوپردہ میں سے نکھت گل بے حجاب ہے
 یہ کیا خوشی جہاں میں بصد آب و تاب ہے
 شاہد نشاط عیش کا ابچا نقاب ہے
 غیر ذمہ جس کا لقب مستطاب ہے
 پر شمع دودمان وزارت ماب ہے
 فضل خدا سے شاہ کا نائب مناب ہے
 مشور اعظم الامر کا خطاب ہے

شکر خدا بہار ہے، عہد شباب ہے
 جوش جوانی اس قدر اب ہو جہان میں
 ان فصل میں غبار زمیں سے اگر اٹھے
 ہر شب گلاب پاش ہی شبنم بیاں تلک
 رقصاں ہی اس بہار سے طاؤس باغ میں
 بلبل کے چہچہے ہیں ادھر گل کے قہقہے
 چلکے ہے آج دختر رزاں بہار سے
 زلف عروس کھاوے ہو بل جس کو دیکھ کر
 پھول نہیں سناں کو یہ جا بجا شفق
 شمشاد اگر سوال کرے ہے نشاط کا
 نظارہ باز بسکہ ہیں اس حسن کے مدام
 یہاں تک ہے اب تو جوش سرور نشاط کا
 ایمان میں نے پیر خرد سے کیا سوال
 بولاب مجھے کہ دیدہ دل کھول کر تو دیکھو !
 یعنی ہی آج سال گرہ اس جناب کی
 نورِ بصیر ہے شاہِ دکن کا اگر چہ وہ
 بانی ہر ایک سال ہے اس جشن کا وہی
 عالم کے بیچ شاہِ دکن کے حضور سے

تب میں کہا قلم سے کہ ہو جلد سرنگوں
شاہوں کے بیچ آج تو ہی انتخاب ہی
کب مجھ سے ہو سکے ہر بیاں تیری ذات کا
تو آج وہ ہے رستم دوراں کرم شعار
گردن کشاں ہیں دہر کتجہ درپہ سرنگوں
پروردہ نمک نہ ترا بندہ ہے فقط
اے شاہ! تیرے بچہ بخشش سے دہر میں
مکھوم کیوں نہ ہوں ترے جن ولبر تمام
مائید سے خدا کے ہر اک مہر کے بیچ !
ہمیت سے جس کے ہر ترے ہیں آسمان تلک
اسفندیارتن ہوا اگر چہ ترا عدو !
تیرے کبود رنگ فلک سیر کے لئے
میں اس کی سیر و طیر کا اب کیا کروں بیاں
خیمہ کا تیرے جاہ کے خورشید ہے کلس
وصف و ثنا کو تیرے کہاں تلک کروں بیاں
شاہا تو لبیک حامی دین بنی ہے اب
عمر شریف کو تری شاہا نصیب ہو
جو تیرے حق میں ہیں پٹھانوں و عابدان

توصیف بادشاہ کی کرد نامو اب ہے
آدم کی نسل کا تو ہی لب لباب ہے
روشن سپہر قدسہ جوں آفتاب ہے
دوریاں کے فیض کا ترے گردوں جہان ہے
از لب کہ اپنے عمر میں عالی جناب ہے
دولت سے تیری ایک جہاں کامیاب ہے
ہر اک گد کو دیکھو تو صاحب نصاب ہے
شتر مندہ جس کے خلق سے کو کھلا ہے
ہے فتح ہم عنان و ظفر ہم رسا ہے
شمس تیرے ہاتھ میں وہ برق تاب ہے
مانند برگ بید اے اصمطاب ہے
ہے ہمکشاں لگام و منہ نور کا ہے
دریا میں ہے ہنگ ہوا میں غفا ہے
خط شعلہ اس کو بجائے لٹاب ہے
عقل کو ایک نقطہ مثال کتاب ہے
تیری مدد مدام شہہ بو تراب ہے
جتنا حیات رخصر کا طل حساب ہے
اللہ کی جناب میں وہ مستجاب ہے



قصیدہ تہنیت سالگرہ بہ اعظم الامر بہادر گزرائند

[۱۰]

ہے بکہ ہر گمانی کی آج سالگرہ
چمن کے بیچ جو دیکھو شگفتگی کے ساتھ
زلیں ہے موسم عیش و طرب زمانہ میں
کہوں میں زلف کی دلی ہر باجہاں آباد
اس آج تاج ہے انعقاد بزم نشا
رواج بسکہ ہے آرائش رنشا کا اب
ارادہ بسکہ ہے بزم سرور کا سب کو
ہر ایک میکہ میں وقت بادہ ریزی کے
و غر بزل و عطا سے ہر ایک رشتہ میں
یہ جشن سالگرہ نے رواج پایا ہے
کرم سے اس کے جہاں میں یہ امر اللہ ہی
کشاد کار ہے عالم کا اس قدر منظور
یہ فیض عام ہے جو دوسلخا کا چار طرف
برائے مصرع کمار خ تہنیت کے لئے

ہوا ہے بدر کی مانند اب ہلال گرہ
بہار غنچوں کی دیتی ہے لال لال گرہ
ثمر سے باندھے ہے گلشن میں ہر نال گرہ
کہ جس میں ہیں دل عاشق بال بال گرہ
حباب کی طرح باندھے ہو اب زلال گرہ
بتوں کی چال کو دیکھے ہے خال خال گرہ
قبای کی باندھے ہے ہر صاحب جمال گرہ
گلے میں شیشہ کے بھرتی ہے ہیشال گرہ
لسان سلک گہر ہے یہ افعال گرہ
کہ استوار ہے ہر جا سولے مال گرہ
رکھے نواب کسی خاطر پہ احتمال گرہ
کسی گدا کی زباں پر نہ ہو سوال گرہ
کہ دیوے کیسہ پہ اب کوئی کیا جمال گرہ
برنگ غنچہ مرے دل میں تھا خیال گرہ

دیا سر دیش وہی پیر خضر نے ناکاہ
ہزار سال ہو یارب یہ جشن سال گرہ

قصیدہ

[۱۱]

نوپر دولتِ جاوید کو لیتا ہو اپنی
 کہ دامنِ اجابت کو تیرا دستِ دعا پہنچا
 ترا بھی مقصدِ دربینہ تاحاجت روا پہنچا
 بس اب تمام کو ترا یہ طول انزوا پہنچا
 کہا تنک دیکھ تو بارے ترا اب نامِ جا پہنچا
 سنا ہوں میں بہر صورت قصیدہ وہ ترا پہنچا
 کہ جسکا رمزِ مخفیات کو فہم رسا پہنچا
 اسے بھی کہنے کے تیس ہوش اسکا بار پہنچا
 مقدمِ بوعلی سینا پر اس کا مرتبہ پہنچا
 یہ حصہ اس کو قیاضِ ازل سے ابتدا پہنچا
 عدالت میں اسی نوشیرواں کا سلسلہ پہنچا
 کہ جسکا ارتفاع مرتبہ فرق السما پہنچا
 بحمد اللہ تیسرے روبرو بندہ بھی آ پہنچا
 جیسے فرسودہ کی لیکر لصبہ صدق و صفاء پہنچا
 علوہ مرتبہ اس کا بکا یک نامِ سما پہنچا

بحمد اللہ مجھ تک صبح دم پیک صبا پہنچا
 کہا مجھ سے کہ اب کیونکر نہ ہو گل گل شکفتہ
 نواپنے عقدہ دل کو یکا یک کھول جیوں غیتہ
 نہ رہ تو آج سے خلوت گزریں گنج گمنامی
 ہزاروں شکر حق واجب ہو کرے یہ اغافل
 حضورِ فیضِ نوابِ مشر الملک جم فطرت
 رہے نواب عالیقدر والا شانِ باشوکت
 فلاطون و ارسطو کی جہاں کے فکر ہوئی قاصر
 فراست میں اگرچہ عقل کل کا وہ ہوا ثانی
 نظامِ کاروبارِ خلق ہے اس کے اشارہ میں
 شجاعت کے مراتب میں وہ سہرابِ زمانہ ہے
 وزیرِ بلے نظیرِ شاہِ اقلیمِ دکن ہے وہ
 غرض اس پیکِ عالم کی سیر کی اب رہنمائی
 سرِ ایا صورتِ تسلیم و یکسر کھانے مانند
 تیسرے اس آستانِ فیض جس دم گدا پہنچا

نہ دیکھا تجھ سا روشن اختر اب چشم زمانہ میں
 کہ تیری نامیہ کا رتبہ تابعدا الدجا پہنچا
 مشر الملک تو کیونکر نہ ہووے اے فلک مرتبت
 کہ تنزیل و شاد و رہم کا مضمون تجھ تک پہنچا
 امیر المومنین اس مجمع علم و شجاعت سے
 تجھے بھی صاحب سیف و قلم کا مرتبہ پہنچا
 تیری تدبیر نباض امور ملک و دولت سے
 مریض و مہر تیرا گھر سمجھ دار الشفاء پہنچا
 ہنس حکمت سے خالی ہے وہ نزدیک خردمند
 جہاں تک نعل ظاہر بیخ قوۃ سے تیرا پہنچا
 ارادہ جس طرف تو نے کیا کشور کشائی کا
 بسیط ارض میں جس دم اس کا غلغلہ پہنچا
 لوزتا کا پستہ ہر ایک سرکش ملک سے اپنے
 مقالید خزائن لے کے تیرے پیشوا پہنچا
 تیری شمشیر برق خرمن ہستی اعداد
 کہ اس کو جو ہر برش غرض بے انتہا پہنچا
 جھپک جاتی ہے چشم آفتاب اسکے چمکنے سے
 یہی برہان قاطع کے لیے مضمون بھلا پہنچا

ہوا پامال دم میں صدمہ قوت ہر اول سے
 تیرا دشمن نہ تیرے سامنے روزِ غما پہنچا
 کما نذاری پہ تیری نہ ہر دشمن تیرا قربان
 کرتے صاف رشتے کا تیری جب اس جگہ پہنچا
 اندھیری رات میں آواز پا آہٹ اگر پایا
 نشانہ پر تیرا ہر بار تیرے خطا پہنچا
 رسانی برق کی جس جا پہ ہوتی ہے بعدِ محنت
 پلک کے مارتے اس جائے تیرا بادِ پا پہنچا
 پری پیکر کہوں یا شوخی یاد بہار اسکو
 قدم جبکا برنگ شعلہ بر روئے ہو پہنچا
 بجائے تو تیاغ ہرنوں کی آنکھوں میں وہ گلگون
 دکن سے ناخشن ہر جا غبارِ نقش پا پہنچا
 سوادِ اعظم اب اسکو کہوں با شاہِ زکستان
 شکوہ فیل ترا میں نہ جانوں تا کجا پہنچا
 برہمن دیکھ کر اسکو کہے ہے رام کی سوگند
 جنم و کینش کالے کر کہنیا جگ میں آ پہنچا
 نظر میں دوستوں کی بھی برنگ ابرِ حمزہ
 سراِ عدا پہ جوں روزِ سیاہ دیا رہا پہنچا

سراپا کوہ الوند اور باد تنہ ہے بیشک
 کہ میر و استقامت کا یہ اس کے مرتبہ پہنچا
 بعینہ پاکھی تیری تو اب چشم زمانہ ہے !
 خم ابرو سے بہتر بانس جسکو دلربا پہنچا
 سرمہ جوں صف مژگاں ہے جہاں دیدہ زیب اسکو
 پھر اس پر تہویں بھی خوش وضع دنیا لہ نہا پہنچا
 گل گلشن سے کیوں نہ رنگیں ہم چشم وہ ہوتے
 ز بس اوج تجل کا اسے نشہ رسا پہنچا
 تیری ذات مبارک اسمیں عین نور عینیں ہے
 قسم آنکھوں کی مجھکو یہ عجب مضمون نیا پہنچا
 کہ جسکے سنتے ہی یکدم اولوالالبصار کے منہ سے
 کہوں کیا تا بہ ہر و ماہ شور مر حبا پہنچا
 ندانے بیکسوں کا اب کیا ہے دادر میں تجھکو
 تکرکانوں تلک جس ناتواں کا ماجرا پہنچا
 نگاہ تیز سے دیکھا ہے گرچہ شیراز غوان نے
 غزالہ کی ظرف جب رو برو یہ اس کے جلا پہنچا
 غرض پل مارتی پلنگ تیری امر عدالت سے
 سیہ تاب اس کی آنکھوں میں سیل کر مکا پہنچا
 مطلع

ستمات کا ترے رتبہ کہوں تا کجا پہنچا
 کہ ہر و ماہ کو سرمایہ نور صنیا پہنچا

زمانہ میں نہیں لیتا ہے کوئی نام حاتم کا
 کرم کا یہاں نلک عالم میں اب تیرا ہوا بیچا
 بتاؤں کیا تیسکر جو دو کرم کی میں گرا باری
 اسی سے کاروبار چرخ تاپشت دو تپا بیچا
 نظر آتا نہیں کوئی بھی ایسا اب اے دریا دل
 کہ جکے تیس نہ تیرا بہرہ جو دو سنا بیچا !!
 گرہ میں غچہ و گل کی تیری بخشش نے زرباندہ صا
 صدف کے بھی کف مقصد میں در پے بہا بیچا
 نہالی اپنے وہ ہونے سے بلند آوازہ کے پایا
 جو کوئی محنت زدہ تجھ پاس بے برگ و نو اب بیچا
 ملے ہے نقد سیم و زر اسے مانند ہمد و مہ
 برائے آستان بوسی جو کوئی در صبح و سائے بیچا
 بہر دست و پائے سر بسر اسے سایہ رحمت
 تیکر دامان دولت تک میرا بھی ہاتھ جا بیچا
 مجھے کیونکر نہ ہووے نعمت جاوید اب حاصل
 کہ میں بھی اب تو زیر سایہ بال ہما بیچا
 نہیں ہے جائے استعجاب انقباض عالم یہاں
 یہی مضمون اب مصداق حال مبتلا بیچا

کہ روشن عالمی سے خانہ خورشید تک اکثر
 ہوا ہیگا جہاں میں ذرہ بے دست و پا پہنچا
 مسکرایاں پر ہر دعویت تجھ کو لازم ہے
 کہ یہ تیری حضوری میں بصد خوف ورجا پہنچا
 سخن کو ختم کر اے خاتمہ تسلیم جو اس جا
 پس اب باب اجابت تک دعا با صفا پہنچا
 بحق سید و سرور امیر المومنین حیدر !!
 احبا کو مقاصد تک شتابی اے خدا پہنچا
 نہ رہ شمشیر کین ز نثار قبضہ میں کسی صورت
 کہ بند دست سے دشمن کے دن ہو وے جدا پہنچا

قصیدہ

[۱۲]

بحمد اللہ زمانہ میں ہوا امن و امان پیدا
 بہار عیش افزائی زمین تا آسمان پیدا
 ہوا ہے سبز و خرم استقدار ہزار و خس ایک
 کہ ہے ہر دشت کی صورت سے رنگ گلستان پیدا

ز بس تاثیر جاں بخشی ہے اب باد بہاری میں
 نسیم صبح کے چلنے سے ہو روح رواں پیدا
 چمن میں بسکہ فیض عام آرام و راحت کا
 ہوا بلبل کو مثل غنچہ گل آستیاں پیدا
 یہاں ہے بسکہ آب و رنگ کے طوفاں میں گلشن
 ہوا کشتی گل کو برگ گل سے بادباں پیدا
 ہوتی ہے استقدرب کے چمن کے پیچ شادابی
 ہر ایک شمشاد کے سایہ میں ہے آب رواں پیدا
 گل نسریں میں عکس رنگ گل ہے خوش بدن ایسا
 بلوریں جام میں جیسے شراب ارغوان پیدا
 بہار لالہ و گل کا ہے بس گلکشت میں گلگوں
 ہوتی موج نسیم صبح سے اسے کے عیاں پیدا
 دھن غنچوں کے خنداں میں شگفتہ روئے گل نہنگ
 کہ ہے ہر قطع گلشن سے گشت زعفران پیدا
 بہار باغ کی تعریف میں مصروف ہر دم
 ہوتی ہے غنچہ سوسن کے منہ میں اب زباں پیدا
 نشاط و خورمی کا بسکہ ہے آہنگ گلشن میں
 دھن سے ہوئے غنچوں کے صیغہ بلبل پیدا
 سرور و جشن کے نغمات و لکشمیں بسکہ ہیں ہر سو
 خیاباں در خیاباں ہے ہجوم گلرخاں پیدا

کہاں تک شرح اب کیجئے و فور حسن و خوبی کی
 نشاط و عیش ہے عالم میں تاپیر و جواں پیدا
 مجھے ایمان تھی وجہ طرب کی جستجو ہر دم !
 ہوا ہے مثل گل خندان یکایک باغباں پیدا
 کیا یہ عرض خدمت میں اسکی اسے چمن پیرا
 ترے خلص یہ ملک ہوئے یہ راز نہاں پیدا
 کہ یہ کس کے قدم کے فیض سے ہے رنگ گلشن میں
 جدھر دیکھو ادھر کوئی بہار دستان پیدا
 کہا اس نے کہ اب نواب سیف الملک کے گھر میں
 ہوا فرزند عالی بخت با صد عز و شاں پیدا
 یہ سب تمہید اس کے جشن کی ہے باغ عالم میں
 کہ ہر یک لفظ ہے تازہ نشاط انس و جاں پیدا
 کہاں تک اس تولد کی سعادت کا بیاں کیجئے
 ہوا ہر اک کے دل میں سرور بیکراں پیدا
 کرم اور بذل کا مجھ سے شمار اب ہو نہیں سکتا
 زبس دادا کو ہے اس کی مسرت ہر زمان پیدا
 شیر الملک وہ کینخسرو جمشید شہمت ہے
 کیا ہے جسکی ہمت نے متاع بحر و کاں پیدا
 زہے نواب عالی قدر و حاتم عمر دریا دل
 ہوا ہے آستین سے جکے ابر در فشاں پیدا

بسان مردِ مک خلقت کے آنکھوں میں اس جلا ہے
 کیا ہے جس کسو نے اسکے دل میں ٹک سکاں پیدا
 نہال اب ہو گیا ہے ایک عالم ناز و نعمت سے
 ہوا جس وقت سے وہ نو نہال باغِ جاں پیدا
 زرخ و سرخ و سفید اب استقدر بخشش میں آیا ہے
 کیا ہر ایک مفلس نے ہے گنجِ شایگان پیدا
 زمین سے تانک اک پردہ قانونِ عشرت ہے
 یہاں تک عیشِ عالم میں ہوا ہے ہر باں پیدا
 یہ سنتے ہی ہوا گل گل شگفتہ بسکہ میں گویا
 دل افسردہ کو میکہ ہوا ہے تازہ جاں پیدا
 بسان ہر عالمِ تاب میکہ مشرقِ دل سے
 زباں اوپر ہوا یہ مرطعِ راحت رساں پیدا
 مرطع

چمنِ دہر کے ایسا ہوا سرو رواں پیدا
 قدم سے جکے ہے شادابی باغِ جہاں پیدا
 مزاجِ دہر اب کیوں کرنے آوے اعتدال اوپر
 جہاں کے یسج میں ثانی ہوا نوشیرواں پیدا
 کیانی خاندان اے دوستان کیونکر نہ ہو روشن
 ہوا عالمِ فروزندان چہراغِ دو دماں پیدا
 تقائے عمر و دولت سے ہوا یہ سلسلہ جاری
 کیا اللہ نے اب صاحبِ نام و نشان پیدا

دویم روئے کرامت سے لکھا نوشیروان ثانی
 ہوا ازبکہ عالم میں وہ فخر خاندان پیدا
 الہی اس کی ہودے عمر کی ڈوری دراز اتنی
 کہ ہر ہر یک گرہ اندر حیات جاوداں پیدا
 یغیر از شعر بھکو دسترس کب ہے کوششی کی
 کیا ہوں نذر کی خاطر یہی میں ارمغان پیدا
 اجیا کے سراور پر چغہ یا قوت رہائی
 تیر دشمن کے تارک سے ہونیم لگی شان پیدا

ۛ

قصیدہ ۱

[۱۳]

پیدا ہے تیکر چہرہ سے یہ شان وزارت
 جو دیکھے سو بولے کہ ہے شایان وزارت
 بہتر جو کیا فہم ارسطو سے بھی تجھ کو !!
 تب شاہ نے بختا ہے قلمدان وزارت
 شاگردی کے پیشہ میں ہے شاکستہ اسداں
 میرم تیرا فضل دبستان وزارت !!

جسطرح کہ نور شید فلک پر ہے سنوار
 زینندہ تجھے مسند دیوان وزارت
 جیوں نور نظر چشم میں ہے باعث انوار
 روشن ہے تیری ذات سے ایوان وزارت
 پہنچے نسب حسب ترا شاہان سلف کو
 کیوں کر نہ کہوں تجھ کو میں سلطان وزارت
 جسطرح کہ راج ہے زر کے شاہی
 جاری ہے تیرا ملک میں فرمان وزارت
 بخت ہے شرف جیسے تیری ذات نے اس کو
 باللہ ریاست پہ ہے احسان وزارت
 کہتی ہے کہ اموں جاریہ بے زور دینار
 ہے ذات سے تیرے ہی پیمان وزارت
 جتنے کے الوالعزم ہیں شاہان زمانہ
 حیراں ہیں تیرا دیکھ کے سامان وزارت
 کیونکر نہ کہوں میں تجھے اب گوہر شہوار
 ہے ذات تیری لعل بدخشاں وزارت
 اے ابر عنایات خدا آیہ رحمت
 سم سبز ہوا تجھ سے گلستان وزارت
 گلشن میں زمانہ کے کبھو پیر فلک نے
 دیکھا نہیں تجھ سا گلرخدان وزارت

ہے راس سے تیری ہی ریاست کو تجلی
 روشن ہے یہ اب شمع شبستان وزارت
 مقدم سے تیکر اے سب خوبی عالم
 اک خلق ہے اب خرم و شادان وزارت
 مانند تمیما کے ریاست کیا احیا ۱۱
 سوگند بہ خالق کہ تو ہے جانار وزارت
 ہیں اور بھی ہر چند امیران زمانہ ۱۱
 سب نجم ہیں تو مہتابان وزارت ۱۱
 ہیں قطب و افلاک ریاست کے بلاریب
 اس دور میں جتنے کہ ہیں ارکان وزارت
 پہنچے ہے کہاں رتبہ کو اس کے شہ خاور
 رکھتا ہے شرف جو تیرا دربان وزارت
 از بس کہ تو زر پاش ہے ہر روز جہاں میں
 پہنچے ہے تیرا ہر درخشان وزارت
 زیاں بھی تیکر سامنے دامن کو پیارے
 تیرا ہے کرم ابر درافشان وزارت
 انصاف کی یہ دہر میں ہے گرمی بازار
 جیسے کہ تیکر اٹھ ہے میزان وزارت
 ہمت کے کوہ سار کا دیکھے تو پر سار
 مدد کر کہ ایسا ہے نگہبان وزارت

ہوں ہر ہے زیر قدم اس کے یہ زمانہ
 ہے تیسری سواری کسا جو بکران وزارت
 بد خواہ جو ہیں دولت عالی کے الہی
 اعظام کے مانند ہو قربان وزارت
 مافی ہے تیسرے روبرو حاتم کی سخاوت
 تو عمر کا منعم ہے ثنا خوان وزارت
 ایمان کی یہ حق میں دے ہے تیسرے دن رات
 اے موجب شادابی بستان وزارت
 طوبی کی طرح سایہ نکلن سر پہ جہاں کے
 تاحتر ہو یارب تیرا دامان وزارت

ۛ

قصیدہ (تسمیہ خوانی)

[۱۴]

شکر خدا جہاں ہے سراسر سرور میں
 سرشتہ نشاط ہے جلدی دیور میں
 ہے شش بہت میں آج تریہ جشن و افساہ
 قاصر ہے عقل جس کے شمار و فور میں
 پہنچے شمیم عیش جنوب و شمال تک
 بوئے فرح خزاں ہے صبا و دلدرد میں

عالم جمعہ ضاعت (علمی) کتب خانہ سالد جگ حیدر آباد

فرحت کا اب تو عالم بالاتلک ہے جوش
 آرائش سرور ہے غلمان و حور میں !
 غنیمت شگفتہ ہوتے ہیں اور گل ہیں باغ باغ
 نعمات دکھنا ہے چین کے ظہور میں !
 دور نشاط اب کے ہے اس آب و رنگ سے
 صہبات لعل فام ہے جام بلور میں !
 برائے ہر ایک شخص کے ہے تاش نقرہ
 گویا کہ غوطہ زن ہے جہاں بحر نور میں
 ایمان تہنیت کے لیے اب شباب چل
 نواب اعظم الامرا کے حضور میں !!
 تسمیہ خوانی آج ہے نام خدا وہاں
 آیا ہے فیض عام سے عالم سرور میں
 خورشید اور سہ کی روپیہ اشرفی اسے
 گزار دے صبح شام خلائق ندور میں
 مطلع

کوشش کیا ہے توجو کرم کے امور میں
 آرام ہر گدا کو ہے فرش سمود میں
 اللہ نے کیا تجھے بکثرت روزگار !
 تیرا نہیں نظیر بطون و ظہور میں
 اتنا تیرا کرم تو عطا بخش عام ہے
 ذرہ ، نہیں ہے فرق سلیمان و مور میں

بخشا ہے تو نے حقے جواہر اے گنج بخش
 معدن میں اتنے لعل نہ گوہر بحور میں
 خوان فلک میں اس کی چشک کب سما سکے
 نعمت جو کچھ ہے تیری سماط سمور میں
 یہ دسترس ہے تجھ میں کہ ذرہ کو بخش دے
 ہے نان ہر یہ جو فلک کے تنور میں !!
 مانند ہر بس ترا پیغمبر ہے زر و نشان
 کچھ فرق اب رہا نہیں نزدیک دور میں
 جو کچھ رموز علم تری ذات پر ہے کشف
 آوے نہ بو علی کے بھی ہر گز شعور میں !
 جب سے کہ دہر میں ہے ترے ضبط عدل کا
 آیا ہے امن و عیش یہاں تک ظہور میں
 دیکھے نگاہ تیرے سے ملک ناتواں طرف
 ایسا نہیں ہے اب کوئی اہل غرور میں
 جس نے کہ ذات عالی کی تری بو جھانڈ
 ہے سفلگی کا حوصلہ اس ناخسور میں
 نمائے کردگار سے محروم ہو مدام
 داخل دوہیں ہو وہ تو کردہ کفور میں
 الفت جناب کی اے دیں پناہ اب
 واجب ہے مومنین کے قلوب و صدور میں

اللہ کے کرم سے رہے جشن و انبساط
 تیکریاں تمام سینن و شہور میں
 تیری ثنا و مدح کا ثواب نامدار !!
 یا رکھاں ہے عبد سہرا پا تصور میں !!
 جیسا کہ جوش بحر نہ امواج سے رکے
 محصور ہو نہ وصف ترا اب سطور میں
 دریا دلا ہنوز ہے کشتی خیال کی !
 تیکر بحار و صف و ثنا کی عبور میں
 صدقہ سے بیخستن کے تیکر دوست کو طے
 جو کچھ کے ذائقہ ہے شراب طہور میں !
 رکھتا ہے تیری ذات سے جو کوئی دشمنی
 ہووے گا دسیا وہ روز نشور میں

:

قصیدہ

[۱۵]

ہزار غنچہ دل میں آب و رنگ نشاۃ !
 عجب شگفتہ رکھے ہے بہار سال گرہ
 جہاں کہنہ سچ سراسر ہے اب رے سمر در
 رنگ ملک در آبدار سال گرہ

ہے بذل درہم و دینار یہ گنج خفی ۱۱
 کہ فیض عام سے ہے آشکار سال گرہ
 اس دعا میں ہے ایمان روز شب یارب
 رہے یہ جگ میں سدا برقرار سال گرہ
 ہر ایک آن زیادہ ہو دولت و اقبال
 نشاط و عیش سے ہو بار بار سال گرہ
 بھی پہنچتن پاک و چار دہ معصوم ۱۱
 حیات خف کی ہو رشتہ دار سال گرہ
 زیادہ عمر ہو اتنی کہ اپنی عشر عشیر
 کرے نہ طول اہل کو شمار سال گرہ
 ہر ایک دم ہو ہیا ہزار عیش و نشاط
 مدام ہو دے بصد اقتدار سال گرہ
 سر سرور و بقا سے ہمیشہ اے نواب ۱۱
 نصیب ہو دے تجھے یہ ہزار سال گرہ

مشوکیاں

برقِ تابِ باراں

(۱)

عجب برسات کی ہے فصلِ پیاری
 لکھوں کس رنگ سے تعریفِ اسکی
 اگر صفحہ پر کھینچوں جدولِ رسم
 ہر اک نقطہ سے قطر ہو دے پیدا
 حروفِ عین و غین از قاف تا قاف
 کوئی اب شعر کہہ سکتا کہاں ہے
 رقم ہو دے اگر معنوں پہ دشوار
 پہنچنا کینہ کہ ہو دے تا بہ منزل
 مگر یہ حنائہ مرثکان پُر نرم
 لکھوں جو زرق برق اس کی بجائے
 ہجومِ ابر کا ہے اس قدر جوش
 یہ طوفاں آب کا از غرب تا شرق
 تاملِ لب کہ تا چرخ بریں ہے
 عروجِ آب کا اتنا ہے طوفاں
 گذر قوسِ قزح سے بے تامل
 نہیں یہ برق اب بھی ہے ناکام
 شہرِ تیشہِ فساد یا سے
 اگر ہر سرِ آہِ غم و غم

کہ جس کا فیض ہے عالم میں جاری
 کہ کاغذِ خود بخود ہوتا ہے ابری
 رواں ہوتی ہے مثلِ جوتے تسنیم
 بنے ہر سطر اشکِ مویجِ دریا
 ہیں دالِ ابر و عین چشمہ صاف
 کہ ہر اک بحرِ دریائے رواں ہے
 ڈبو ڈبوے بیغینہ بحرِ اشعار
 سیاہی سے قلم ہے پائے درگی
 برنگِ ناؤں جا رہی ہے ہر دم
 کہ بہتر موسمِ ابر و ہوا ہے
 کہ ہے خورشید بھی عالم سے بدلتا
 نہ لو کی بجائے شستی ہو گی غرق
 ہنگِ ہکشاں بھی تہ نشیں ہے
 پھر میں بہتے بردِ رحمت و مہرِ ظن
 فلک پر بھی بندہ ہے اندھوں کی
 دلِ محسنوں کی آتشِ یزید آہ
 کہ جس نے بے ستوں کو شوق کیا ہے
 نسو ہے دھ آہِ اشکِ محزون

فراہم پنبہ داغِ حبِ گر کر
 نہیں ہے کُرشب تیرہ سیاہ پوش
 سراسر قیس نے بھینکا ہوا پر
 سویراے دلِ مجنوں کا ہے جوش
 سیہ خیمہ ہے لبلبائے عرب کا
 ہوئی قوسِ قزحہ از بسکہ زدِ گیر
 نہ کیجئے شورِ مدد و برق کی پے
 شفقِ ابرسیہ میں نہیں ہے غلطاں
 نہ گرم و سرخ کے اب تو ہودِ درپے
 جہاں کے بیچ آتش کی نشانی
 تنورِ گرم سے طوقاں کا ہے جوش
 پے آتشِ سنگ میں بھی بسکہ نایا
 سمندر کی یہ سفتے ہیں زبانی
 یہ دشتِ دور میں بارش کا اثر ہے
 خطِ جادہ ہے از بس رودِ پُر آب
 زمیں اوپر ٹھہرتا سنگ ہے کب
 زمیں گیری محال از بس ہوئی ہے
 حباب اب جا بجا مت بوجھ ترتے
 تموج میں ہے از بس آبِ گوہر
 جہاں نمیشیر میں جوہر عیاں ہے
 طراوت اتنی ہے طوقاں کی درپے
 تموجِ آب کا ہے تابا فلک
 ہوا کا بادِ پا ہے برقِ آہنگ
 ز بس فیلِ سحاب اب قطرہ زن ہے
 سراسر قیس نے بھینکا ہوا پر
 سویراے دلِ مجنوں کا ہے جوش
 سوادِ داد کی عالم میں برپا
 برستے ہیں عجب قطرات کے تیر
 کہیں دونوں کی آپس میں چھڑی
 لا ہے خاک میں خونِ شہیداں
 نشانی دستِ فدا کی ہے
 اگر ڈھونڈو تو اب مشکل ہے پانی
 ہوئی آتشِ رنگ لعلِ خاموش
 شرر کی جائے نکلے قطرہ آب
 "ہوا جاتا ہوں میں بھی پانی مانی"
 کہ خارِ خشک بھی مترکان تر ہے
 ہوا ہے نقشِ پامانندِ گرداب
 شناسے بساں رنگِ پشتِ آب
 پڑے پھرتی ہے ترتے اب سا
 بے مرغابی کے اٹھے ہیں پھرتے
 صدفِ مثلِ حبابِ بچہ شنادر
 برنگِ سبزہ و آبِ رواں ہے
 کہ نقشِ بوزیا بھی موجِ زن ہے
 پھرے خطِ ستغای مثلِ فاشاک
 جلوریزی میں ابرش کے رکھے ڈھنگ
 گچک کی شکل ہر شاخ چمن ہے

لب جو پر بھی نخل اڑیں کہ نہ باب
 ہر اک غنچہ سمن کا شبنم تر
 بجائے بید محسنوں ہر مکاں میں
 ہوا اب شعلہ آتش گل تر
 یہ ہے انگشت و خنجر کا حوالہ
 ترشح میں ہے ازلیں ابر تصویر
 عجب نیرنگ کی نشو و نما ہے
 زمیں سے تا فلک مت سرسبز یاد
 یکا یک برق جب کڑکے ہرے بک
 یہ ہے بادل گرجنے سے علامت
 نہیں جگمگ چمکتے ہیں یہ سارے
 شب تاریک میں یوں شمع ہے گم
 ہے سیل شمع سے بھی یہ خرابی
 یہ طوفان اب ہے مہمانے کے اندر
 ہے زہد خشک کا اب تر اسباب
 نہ کچھ سر پہ اپنے تو عبت جبر
 سمجھ اس نخل سے گر آشنا ہو
 بیاں ہمو دے نہ کیفیت کما ہی
 جہاں آسا زمانہ کا ہے اسباب
 ادھر لکشتی مے جملہ ساتی !
 مجھے جانا ہے اس خورشید روتک
 نظر میری طرف تیری کہاں ہے

بجائے سرو ہیں فوارہ آب
 ٹپکتا موتیا سے آبِ گوہر
 ہوئی قوسِ قزح پیدا جہاں میں
 بجائے دو دپدا سنبل تر
 مغلطہ ہے برنگ داغ لالہ
 ہمیں نقاش کا ہے رشک کشمیر
 پر طائوس و اماں ہو اسے
 بہارِ عالم نیلو مری در کھ
 دھمک جاوے حصارِ ہفت افلاک
 کہ آئے شور میں صور قیامت
 پڑے افلاک سے ہیں ٹوٹ تارے
 کہ جیسے دیدہ آہو میں مردم
 بنی فانوس کی صورت جہاں
 کہ منبع ابگینہ حوضِ ساغر
 عصا فوارہ و شمع و ولاب
 کہ بارانی ہے دریا بارِ جواں ابر
 کہ جوں عکس آئینہ جائے نشاہی
 ہے جوشِ آب از مہ تا بہا ہی
 زمیں تا آسمان اک عالم آب
 جہاں کے ڈوبنے میں کبارِ باقی
 غر و سک جس کے فذک کی کینز
 مری ہر اک پلک نادواں ہو

نہ دی نالوں نے فرصت رات بچہ کو
 ادھر اک بار بجلی کا کڑا کسنا
 عذاب پھر سے کیوں کڑا ہوں سر پر
 عجب طوفان پر ہے ابر مرگیاں
 نمونہ برج آبی چشم کا ہے
 سُختہ جو کوئی اس کو لوٹ جاوے
 بیڑت بدلی ہے جب سے جی گھٹا ہے
 اندھاری رات ساون کی ڈرلے
 کچھ مارے ہے چشمک برق سے ابر
 عجب اک کشمکش کے دام میں ہوں
 ادھر بادل طوف جنگل کے ایسے
 سُنے پی پی پیسیا کی جب آواز
 شتابی آئیں اسوقت ساقی
 پھروں ہوں چرخ ڈالو اندول لہے پتے
 عجب آئی ہے فعل ربر تنگالی
 رواں نہریں ہیں اور سبزہ ہے گہرا
 کسی جا نا چتے بن بن کے ہیں ہوا
 حد صر دیکھو ادھر اب کیا کہوں میں
 نظر اس پینگ میں وہ حسن کیسے
 حنائی دست و پا زید طلسانی
 قیامت ہے اگر حسن دلاوین
 کہیں ساون کی ہے آواز دلکش

ستا قی ہے نیٹ برسات۔ مٹھ کو
 غصہ ایہ مہرے دل کا دھڑکنا
 مجھے قوس قزح اڑھ ہے سر پر
 نگہ میری ہے برق خرمی جاں
 کہ سیل اشک بھی اک ماجرا ہے
 مرشک چشم سے دریا بہاوے
 کہ وہ خورشید رو مجھ سے بدلے
 ادھر بجلی جڑی آنکھیں دکھا دے
 کبھی غراں ہے رعد تند جوں بہر
 کہ اک دم بھی نہیں آرام میں ہوں
 ادھر بجلی جڑی تلوار کیسے
 کہ ہے مرغ جاں غالب سے پڑا
 تری اس سردہری نے یا جی
 کہ عقل اس پیاہ میں اب باولی ہے
 نہیں ہے موج سے کوئی بھی خالی
 بچن سے لے کے تادامان صحرا
 کسی جاکو کلا کویل کا ہے شور
 ہنڈ دلوں پر پری رو بھولتے ہیں
 ہوا پر ایک بجلی سی چلک جائے
 شفق ہے جوں کرن کی روشنائی
 غصہ آواز شیریں شور اینگز
 فرختے کوئے سے بکے ہو غش

کہیں ٹھہری کسی جا داد را ہے
 پری روہر مسکاں میں ہو کھاب جمع
 کریں بایک دگر اب گرم جوشی
 جہاں میں جا بجای راگ اور رنگ
 رکھے ہے ایک مجھ سے جنگ باراں
 رکھے کب تک مری کشتی تباہی
 سدائیرے رہے وہ سبم بر ساتھ
 شراب عیش کا جام و سبو بخش
 جہاں میں جب تلک ابرو ہٹا ہے
 یہ سب جوش و خروش ابر باراں
 وہ میرا نہر باں اور میں ہر اک دم
 کہ ملک سنتے ہی جس کے جی ہوا ہے
 بزرگ صحبت پر دانہ و شمع !!
 مہیا اب ہے بزم بادہ نوشی
 جیسے دیکھ تو اب ہے عیش آہنگ
 کرے ہے دل یہ میرے سنگ باراں
 مجھے دے وصل کی دولت الہی
 بالفت لب بلب اور ہاتھ میں ماتھ
 ترابندہ ہوں مجھ کو آبر و بخش
 یہی ایمان کی یارب، دُعا ہے
 مبارک ہو بہ جمع بیگاراں
 رہیں ابرو ہوا کی طسے باہم

فراق نامہ

(۲)

سرا با کرم گستر و مہر باں
 تنہا بیاں تک ہے دیدار کی
 اگر ایک شمع کو کیجھے رستم
 مثال آئینے کے یہاں اب تلک
 ہر اک صبح اُٹھتے ہی اندھ ناک
 چلے جب چمن میں ہوائے سحر
 صبا عرض کیجو تو بعد از سلام
 اگر باغ میں دیکھے شمشاد کو
 اہلی سلامت رکھے جبا وداں
 کہ طاقت نہ تحریر و گفتار کی
 تو پیدا کرے چشم زرگس قلم
 قسم ہے ملی نہیں پلک سے پلک
 کروں ہوں گریبان طاقت کو چاک
 تو کہتا ہوں اس سے دم سر و بھر
 کہ ایمان کا ہے یہی اب پیام
 کرے یاد اُسی سرور آزاد کو

نصیر میں تب اس کے قربان ہو
 کبھو جا پڑے ہے جو گل پر نظر
 حکومت چمن کی خدادے تجھے
 سدا آپ ہی آپ دل تنگ ہے
 چمن میں ہے وہ اس قدر اشکبار
 سدا دن اسی طرح جاوے گزر
 کرے آہ کو مشتعل جوں چراغ
 نظر جب کرے ہے ستاروں آہ وہ
 کرے کوئی اس سے تمہارا بیاں
 غرض طرف غم میں گرفتار ہے
 ہو مس دیکھنے کی ہے والاب تلک
 شتابی خبر لے براے خدا
 زیادہ کہاں تک لکھوں قدرداں
 الہی تو یہ باغ آباد رکھ
 رہیں دشمنایاں کے اب رو سیاہ
 مرا آپ سے جو کہ پوچھے پیلم

گلے مل کے قمری سے نالان ہو
 تو کہتا ہے بلبل سے ہو چشم تر
 مرا ہر باں وہ ملے گر مجھے
 اُسے غنچے کا دیکھنا تنگ ہے
 کہ رہتے ہیں معمور سب جو بہار
 چھپے جبکہ خورشید لکھ قمر
 دکھا دے ستاروں کو سینے کے داغ
 تو لوٹے سحر تک لگا روں پر وہ
 نکل جاوے جوں کو گل تن سے جلا
 کہ جینے سے بھی اپنے بیزار ہے
 تب آنکھوں میں جی رہ گیا ہے الگ
 نہیں تو کوئی دم میں ہو گا ہوا
 قلم پھٹ کے اب دہ گیا ہر یہاں
 دل دوستان کو سدا اشارہ رکھ
 ہمیشہ پھر میں وہ ذلیل و تباہ
 بعد اشتیاق اس کو کچھ سلام

بے تاب نامہ

(۳)

سدا گلزار آشنائی !
 رہو مجلس میں تیری جوں گل !
 تیرا ہے خیال بس کہ مل امدات
 آنکھوں میں پھرے ہر تیری صورت
 ہر صبح یہ دھیان ہیگا
 سرت ہی میں دن تباہ ہوئے

جان شیرین دل ربائی
 لب ریز نشاط ساغر صلی
 خوش آتی نہیں کسی کی بھی بات
 دل میں ہے بھریئے محبت
 کس جاے وہ ہر بان ہیگا
 آنکھوں ہی میں جاں سیاہ ہووے

جب زلف کشا عروس شب ہو
 وحشت کی کہوں کہ بے قراری
 پلٹے ہے وہ کہ بے اثر ہو
 بھاتا ہی نہیں پلنگ مجھ کو
 ہے داغ سے دل کے گرم بستر
 جوں شمع تمام شب ہے رونا
 گا ہے جو پلک جھپک گئی ہے
 کیونکر نہ عزیز ہو وہ سینا
 اس وقت نصیب کیوں نہ جائے
 اس آن کے وصل پر سے قرباں
 پھر آنکھ جو کھل گئی ہے ناگاہ !
 تا صبح قرار پھر نہ آیا !
 طوفاں کیا سچ چشم تر نے
 قسمت سے ارنصیب جاگے
 پھر ٹک نہ لگے پلک پلک سے
 ہو جان پر اس قدر تباہی
 تن بہہ کے ہوا ہے مثل دریا
 دیدار کی بس کہ تشنہ لب ہیں
 لازم ہے خبر شتاب لینا
 جاں بخشی اگر کردو بہتر
 اک شمع کہاں ٹکا دول کا
 ہم ہیں اور یاد دہربانی
 سوئے ایمان ہم نگاہ ہے

آنت ہو عذاب ہو غضب ہے
 آنکھوں کی کہوں کیا اشکباری
 ہزار جگر پہ نیست تر ہو
 کھائے جائے ہر حوں پلنگ مجھ کو
 درکار نہیں ہے نرم بستر
 جلتا ہے یہاں کہھر ہے سونا
 تجھ پر ہی نظر اٹک گئی ہے
 جس میں کہ ملے حبیب اپنا
 دلدار گلے سے جب کہ لاگے
 اک جان تو کیا ہے بلکہ سوجاں
 آیا نہ نظر وہ یار دل خواہ
 وہ رشک بہار پھر نہ آیا
 دل غم سے لگا ہے آہ بھرنے
 تب آنکھ اسی طرح سے لاگے
 ترحیب ہو اشک کی ٹھلک سے
 جیسے کہ چراغ صبح گاہی
 آنکھیں ہیں بھر ہی حبیب آسا
 نہاں یہ کوئی دم کی اب ہیں
 مرتے کو جلا ثواب لینا
 بے طرح فراق میں ہو مضطر
 ناسور ہوا ہے گھاؤ دل کا
 کہیو قاصد یہی زبانی
 یہم اگر نیست گاہ گاہے

مثنوی خسرو شیریں

(۲)

جوں ایک گل اود ہزار ہوں خار
جز روز سیہ نہ لائیں سر پر
ہے نقش وفا سے سادہ آئیں
شمشیر کی شکل پر ہیں خوں ریز
پیر اس میں جیا نہیں بحر خشم
خونخواری سے رہیں نہ ملک باز
پر رختہ ہیں کب فغان بیل
کر دے ہے چراغ عقل خاموش
پر حرف گزندہ جوں یہ مار
خود بینی ہے ستم گزینی
پر زریں زباں سوزیاں ہے
الکس سے تیز ہیں دو خداں
دہن تلخ جواب بدتر از زہر
پہچاتے ہے دل کو آہ آسیب
پینا سے خون دل ہے مرغوب
شمشیر بکف ہیں عریذہ جو
دست غریبا کرے ہے رنج

اے دہر خبر و بد اطوار !
گیسو جو ہیں سر بسر مغرب
ہر چند جیں ہے لوح ہمیں
ابرو ہیں اگرچہ وہ دل آویز
نرگس ہے ہمینہ اگر چشم
متر گان جو ہیں مثل تاخن باز
ہیں اگرچہ وہ گوش بہتر از گل
ہے مثل سحر اگر بنا گوش
زلفیں ہیں اگرچہ مشک اتار
چینے کی کلی ہے گرچہ بینی
جوں غم اگرچہ وہ وہاں ہے
ہیں سلک گہرا گرچہ دندان
شیریں لب ہیں پہ پہی قہر
ہے وہ جو ذوق مشابہ سبب
گردن وہ جو ہے مراحم خوب
شمار گل ہیں جو دست و بازو
خوشیہ اگرچہ ہے وہ پنجہ

پر افعیٰ جعد سے ہے پیوند
 دل اس میں ہے سنگریزہ صاف
 گنجائش راہ اس میں کم ہے
 پہنچائے ہے چشم زخم دل کو
 کرتی ہے نگاہ عقل تاریک
 خوشتر ہے نہال موز مانند
 بھاگے گا کافور وہاں سے اکثر
 رقد میں ہے کبھی قیامت
 ہے شام کہیں سحر کہیں ہے
 نقش آفت بلا کا پتلا
 بے شرمی ویلے وفا کی سب ہے
 خانہ خانہ پھر میں ہیں جون نرد
 سفلوں سے رکھے ہیں گو کہ صحبت
 سکھائیں نگاہ کو چہنارا
 دن رات ہے عشق کی حکایت
 زر کی ہے طالب نیک و بد سے
 پھر میں نہ کہجو یہ تمام اسکا
 جس کے کیس میں اشرفی ہے
 ہے اپنے رذالہ پن پہ غرہ
 ہے وہ ہی سے نظارہ بہتر
 معنوں لطیف کی کرباب فکر

ہے بشت بھی برگ موز ہر چند
 سینہ ہے اگرچہ آب شفاف
 قائم سے بھی نرم گر شکم ہے
 گھبیدہ حور ناف ہے وہ
 وہ سوئے میاں ہے گرچہ باریک
 لے ران سے تابہ ساق ہر چند
 پر ختم ہے سرد مہری اس پر
 ہے رات اگرچہ سرد قامت
 بیٹھا ہے کہیں نظر کہیں ہے
 القصہ ہے سہ سے لے کے تا پا
 اس فرقہ میں امتیاز کب ہے
 ہر جلی ہیں اس قدر یہ بے برد
 دراصل ہیں بسکریست طینت
 دیکھیں جس جائے مال والا
 زردارے سے لگ چلیں نہایت
 سو طرح سے اور ہزار کہ سے
 جب مال ہوا تمام اس کا
 اشرف تو ان کے یہاں وہی ہے
 قدراں انہیں ہے ذرہ
 ان سے ہے غرض کنارہ بہتر
 ایمان نہ کریہ بے مزہ ذکر

تھی جن میں وفا و مہربانی
 معشوق یہ ہیں مروت آئیں
 اقبال تھا جسکے بہاں دوزانو
 شمشیر زن و سپاہ پرور
 جیسے کہ نسیم نو بہاری
 ہفتاد پری و شان رد الخواہ
 تیر انداز و سوار چالاک
 تھا برق سے بھی ہر ایک یخز
 صحرا سحر آشکار افکن !
 لیکن قصہ ہے چند در چند
 خروانی شہ دلاور
 پہنچا ارمن کے ملک تنہا
 انواع انواع کی سیافنت
 آواز سرد و چنگ و نئے تھی
 گاہے اشعار و نرد بازی
 اس شوخ غزاں نے کیا رم
 بے عقدہ تہ ہو یہ کام زہار
 ناکام پھر اطف و وطن کے
 لی ہے ناچار روم کی راہ
 خورشید جمال و روشن اختر
 آیا پھر اپنی یہاں بسداوج

یعنی نوجواں پاستانی !
 بلکہ لیلیٰ سے تا بہ سیریں
 ملک ارمن کی ایک بانو
 خورشید افسر ستارہ منظر
 چوگان بازی میں شہ سواری
 رہتی تھی دوام اس کے ہمراہ
 ہر ایک تھی ان میں شوخ دیے باک
 گلگوں ایک اسپ ایک شہ یز
 ہر نسل میں تھی بلکہ ارمن
 شایار! ہمیں اخقار ہر چند
 فرمان فرمائے ہفت کشور
 نادیدہ ہوا وہ عاشق اس کا
 کی ہے شیریں نے چند مدت
 گاہے بزم کباب سے تھی
 گاہے چوگان و ترک تازی
 چاہا خسرو نے وصل جس دم
 کی عرض وہیں کہ اے جہاندار
 خسر و سخت ہی اس سخن کے
 دولت میں غفل ہو ا جو ناگاہ
 تھی قہر روم کی جو دختہ
 وصلت کو اس سے ساتھ لے فوج

اس کہنے بہاں سے کوچ کر گئی
 انبوہ ملال کوہ در کوہ !
 مانند صدف کیا جگر چاک
 تہوں کوہ گر اغم اسکے سر پر
 سب عیش و طرب ہوا فراموش
 ارمن کا ہوا وہ صاحب تاج
 باقی سب ال ساتھ لے کر
 القہ وہاں پہنچ کے ناگاہ
 قصر شیریں سے جو ہے مشہور
 اور اپنے ہی ہمر ہوں صحبت
 بھیجا شاپور بہر خدمت
 کی لاکھ زباں سے عذر خواہی
 حاضر ہوتا وہیں شتابی
 ضابط ہے وہ ملک سلطنت پر
 خاطر کو ادم سے صاف رکھنا
 رکھا دل کو پھر غلط تمام
 شیریں ایسی بھی تو نہیں توار
 لاکھوں عاشق وہیں بناوے
 شیریں سے نہ بات کچھ کہیں آپ
 بہتر ہے جو ہو سکے سرا انجام
 افعی کی گیارہ میں بھی ہے بہر

عمر شیریں کی وہاں گزر گئی
 شیریں کو ہوا نہایت اندوہ
 ناسفۃ تھا بسکہ وہ در پاک
 کوئی نہ عزیز نہ برادر !
 شیریں کے بھی عشق نے کیا جوش
 ناچار غلام کو دیا راج
 جس کا حق تھا اس کو دے کر
 پھر ی خسرو کے شہر کی راہ
 جنگل میں بنا کے ایک محل دور
 کی ہے ناچار وہاں اقامت
 خسرو نے یہ سن نوید فرحت
 با وصف شکوہ باد شاہی
 یعنی یہ سن کے کامیابی
 ہے قیصر روم کی جو دختر
 اس عذر کو اب معاف رکھنا
 شیریں نے نہایہ جب کہ پیغام
 لیکن اتنا کہا ہے ناچار
 جس دم کہ نقاب ٹھک اٹھا وہ
 لازم یہ ہے کہ خوش رہیں آپ
 شاپور سے پھر کہا ایک کام
 اس دشت کا آب صرف ہے بہر

شیر آئے ہے دیر کروہاں سے
 آنے کی شتاب کچھ ہو تدبیر
 کاریگر ہے بڑا ہی استاد
 جس میں جاری ہو شیر کی ہر
 یعنی اس مرد یقینہ زن کو
 تیاری نہریہ بدستور
 نہر نادر کا نقش باندھا
 گھر میں پہنچا بدون تاخیر
 عالم میں ہے جوئے شیر مشہور
 آئی ہے برسر عنایت
 بخشا گوش و گلو کا زبور
 شیریں سختی و قدردانی ॥
 فرہاد گرازیں پر کھا غش
 اس نام سے ہی تھی وہ ممتاز
 انعام نثار کر کے یک سر
 یا اشک رواں و نالہ و آہ
 خار خارا میں دشت گردی
 محرا کے ہر ایک نیک و بد سے
 ڈالا شیریں کے نام کا شور
 شیریں کا ہوا ہے کوئی شیدا
 مشہور ہووے نہ تاکہ یہ ذکر

رکھا ہے دو اب دور یہاں سے
 پیتے ہیں بجائے آب یہاں شیر
 شاہ پور نے یہ کہا کہ فرہاد
 تیار کرے گا اس ملت نہر
 لایا ہے بچا پنچہ کوہ کن کو !
 شیریں نے کیا پھر اس کو ماسد
 فرہاد نے جا جہاں ؟ عطا
 ڈالا گر اس میں قطرہ شیر
 اب تک ہے وہ نہر عشق معور
 شیریں خوش وقت ہونایت
 گھر میں فرہاد کو بل کو ॥
 اور کی ہے نوازش زبانی
 شیریں کی بنے سخن جو دکش
 شیریں از بس تھی اس کی آواز
 آیا تیس دم غش سے باہر
 کوہ و صحرا کی لی ہے پھر راہ
 گاہے بیہودہ رہ نور دی !
 پھر انس کیا ہے رام و ود سے
 مرغ و ماہی سے تا رود مور
 خسرو پہ ہوا یہ جب ہویدا
 کی ہے پہلے تو قتل کی فکر

عارف مشہور نہ ہوے تاکہ یہ ذکر

آخر کوئے کا عدل کر یاد
 اس کو پھر مکر اور فسوں سے
 یعنی کہ تراش کر یہ کھار
 شیریں کے ہوتے ہی وصل سے شاد
 فرہاد نے پھر اٹھا کے تیشہ
 تھا کوہ وہاں سے چنہ فرسنگ
 یک دست اسے تراش ڈالا
 کھودی شیریں کی پھر وہ تصویر
 اس نقش کو دیکھ برسرنگ
 لگگوں پہ کہیں سوار شیریں
 اس کوہ میں بلا تحاشا
 شیریں سے کر یہ صنع کاری
 دیکھا وہ تمام کوہ سنگیں
 دیکھا ہے جو کوہ کن کو دیگر
 اس تلخی ہجر سے مسلم
 گھر کا جسم کیا ارادہ !!
 ناگاہ فرس سکتہ ری کھا
 اس عاشق پیل تن نے وہیں
 جائز نہ رکھا یہ ظلم و سبب
 اٹکایا کوہ بے ستون سے
 کر ڈے ایک شاہ راہ ہموار
 دشت برباد و خانہ آباد
 لی وجہ و طرب سے راہ بیشہ
 جوں چرخ بلند و سنگ درنگ
 لے کر پائیں سے تباہ بالا
 جس میں پرواز دار تحریر
 صورت گرچیں بھی ہو گنگا دنگ
 خسرو سے کہیں دو چار شیریں
 بت خانہ چین کا تماشا
 کی بہر ملاحظہ سواری !!
 ہے نقش و نگار سے ہی رنگیں
 بخشا خاصہ کا ساغر شیر
 شیریں کا می ہوئی ہے اک دم
 فرہاد جلو میں تھا پیادہ
 دونوں زانو پہ آ رہا تھا
 لے دوش پر اسپ اور شیریں

۱۔ الف "کر دے ایک راہ بین و ہموار" ۲۔ ج "دشت خانہ برباد و خانہ آباد"

۳۔ الف "فرسنگ" ۴۔ الف "جس میں پرواز دار تحریر"

لایا تا قصر شاد و خرم
 دانشمندوں کو جمع کرتے
 کیا منع ہے اور صلاح کیا ہے
 اپنے اقرار کو نباہا
 باقی تدبیر ایک ہے اب
 تجھے خانہ خراب وہ جو مکار
 شیریں کی بھی کچھ تجھے خبر ہے
 پہنچی خسرو کو آج اخبار
 سنان ہوا مکان شیریں
 گر کر کہسار سے دیا جان
 جعد و زلفوں کو کھول کر یکسر
 جس جائے پڑی تھی نقش فرہاد
 رکھا اس کو میدان و تہ
 رکھے ہر سو ہوا کے سفد
 سوسن ہے کہیں کہیں ہے نسریں
 ہے رشک ارم تریں ادھر کو
 اس کو بھی دیا کونٹے بھال سم
 مریم کو دیا ہے زہر شیریں
 شادی شانہ تب رچائی
 ہمنوا ہوئے برسم کاہن
 مارا فرزند نے بدر کو ॥

رہ میں نہ لیا کہیں فرہ دم
 پہنچی خسرو کے تیس خبر جب
 پوچھا کہو اب صلاح کیا ہے
 فرہاد تو کر چکا جو چاہا
 دانشمندوں نے یہ کہا تب
 فرہاد کے پاس جا کے دوچار
 یہ اس سے کہا کہ تو کدھر ہے
 تھی کتنے دنوں سے وہ جو بیمار
 مدحیف گئی ہے جان شیریں
 فرہاد نے سنے ہی اس آن
 شیریں نے یہ واقعہ کو سنکر
 پہنچی ہے وہاں بہ آہ و فریاد
 تار کاہش پہ مار زخمہ ॥
 تیار کیا بلند گنبد ॥
 ہر چار طرف گل و ریاہیں
 کہسار پہ لالہ زار ادھر کو
 دخت قیصر وہ تھی جو مریم
 بعض کہتے ہیں بہر شیریں
 جب دونوں طرف ہوئی صفائی
 خسرو پرویز اور شیریں
 آخر پھر چاک کر جگر کو

دیکھی بے جاں جو نقش شوہر شیریں بھی مری کھا کے جوہر
 ہے بیکہ جہاں یہ پیچ در پیچ قصہ اس کے ہیں پیچ در پیچ
 ایمان چل اب یہ وادی غبہ
 تامل کو سرور ہووے اور وجد

قیس و لیلیٰ

(۵) اپنے دل کی تجھ کہوں میں دیوانہ عشق قلیں ہوں میں
 تھا ملک عرب میں اک جواں مرد جوں دختر جہاں کے منتخب فرد
 اللہ نے دیا تھا مال سو فور قہاسید عامری سے مشہور
 خلاق جہاں نے بعد مدت فرزند کیا اسے عنایت
 بیابانی ہمد و خون دل شیر الفت بنیاد و عشق تخمیر
 باغ جاں کا گل شگفتہ برج دل کا مہ دو ہفتہ
 تھا بک قیاس کا معما کیوں کرنے ہو قلیں سے مسما
 جس دم وہ ہوا چہار سالہ بڑھنے لگا عشق کا رسالہ
 یعنی مکتب میں اس کی مائل تھی اک دختر پری شماکل
 زلف اسکی تھی بسکہ لیلۃ القدر لیلیٰ نام و مشابہ بہ بعد
 دونوں ہم درس تھے شب و روز باہم غمخوار اور دل سوز
 یرانس ہوا ہے رفتہ رفتہ رہتے یک جاتھے ہفتہ ہفتہ
 وہ سال ہوا وہ ماہ جس دم مشتاق ہوا تزام عالم
 آئی لیلیٰ کو بھی جوانی جیسے کہ بہار بوستانی

لیلی بھی تھی ایک تذرو خربی
 دونوں جیسے کہ چاند سورج
 گویا کہ ہوا قرآن سعدین
 پڑھتا اشعار عاشقانہ
 قالب دو تھے اور ایک تھی روح
 رونے روتے غرض فنا ہوں
 پوشاک سفید و نیلگوں چہر
 پھینکا ناگاہ سنگ فرقت
 لوگوں نے کیا ہے جا کے آگاہ
 موقوف کیا ہے درس مکتب
 فانوس میں جیسے شمع روشن
 شعلہ کی طرح بے قراری
 پروانہ مثال بلکہ بیتاب
 گلزار جنوں نظر میں پھولا
 پڑھنا عشق و جنوں کے اشعار
 پڑھنا بیت و غزل جگر سوز
 کرنے لگے وجہ ہو کے خوشحال
 لڑکوں نے رکھا ہے نام مجنوں
 بھرتی تھی خموش سرد آہیں
 کر جمع عزیز اپنے یک بار
 اور قیس کی دلت و زبونی

تو ماقیس اگرچہ سرو خوبی
 مل کر بیٹھیں تو ہو یہی سبج
 کچھ فرق نہ تھا انہوں کے مابین
 تھا درس کتاب اک بہانہ
 تھی تیغ و فاکہ بسکہ مجرد
 دو چار گہرائی اگر جہا ہوں
 یہ پیر فلک ہے بسکہ بے ہر
 خوش آئی تہ اسکو ان کی صحبت
 لیلی کے بدر کو طہن کی راہ !
 سنتے ہی یہ بات اس نے بے ڈھب
 رکھا گھر میں کر اس کو قدغن
 لیکن جوں شمع اشک جاری
 یاں قیس ہوا ہے بے خرد و خواب
 پڑھنے لگا عشق کا رسالہ
 ہر اک کو چہ میں اور بازار
 کوئے لیلی میں جاشب و روز
 گرد اس کے ہوں جمع جب اطفال
 دیکھ اس کے تیس کمال مہفتوں
 لیلی غم سے کر نکا ہیں !
 تنب سید عامری ہو تا چار
 اظہار کیا غم درونی !!

پیوند ہو نخل نخل سے یاں
 لیلیٰ کے پدر سے خواستگاری
 راضی ہووے برسم و ملت
 بولا کہ نہ ہوے مجھ سے یہ کام
 ننگ و ناموس دوں میں برباد
 کیجئے نہ خیال خام ہرگز
 کعبہ میں گیا بہ نالہ و آہ
 بیٹے سے کہا کہ ہاتھ اٹھا کر
 سو عجز و نیاز سے دعا میں
 رکھ آفت عشق سے مجھے دور
 دے عشق و مجنون مجھے کاہی
 خالی الفت سے دل نہ کیجو
 آیا نومبید اپنے گھر کو ۱۱
 ڈالی مجنوں کے پائیں زنجیر
 زنجیر توڑ کے گھر سے بھاگا
 کرنے لگا رقص فرحت و وجد
 خود شید فلک کی طرح تنہا
 یک بار کیا ہے شور مریا
 سنگ طفلان غشی سے کھانا
 کانٹے کف پا میں خاک سریں
 تھا صاحب خلق و فیض آمار

یہ سب نے کہا کہ رسم ہے ہاں
 کیجئے اب چل کے ایک باری
 شاید وہ یہی سمجھ غنیمت
 لیلیٰ کے بدر نے سن یہ پیغام
 دیوانہ کو کر کے اپنا داماد
 ہوتا ہی نہیں یہ کام ہرگز
 پھر قیس کو لے پدر نے ہمراہ
 محراب حرم کے پاس جا کر
 کر عرض جناب کبریا میں
 یارب میں ہوں بیٹہ ہی رنجور
 مجنوں نے کہا کہ یا الہی ۱۱
 لیلیٰ سے کبھو نخل نہ کیجو
 پھر باپ نے ساتھ لے پسر کو
 سو بھی ناچار پھر یہ تدبیر
 مجنوں اک شب تمام جاگا
 پہنچا جس دم بہ دادی خبہ
 بیٹھا کوہ بلند پر جبا ۱۱
 زنجیر ہلا ہلا کے اس جا
 کوئے لیلیٰ میں روز جانا
 پھر تا یہودہ دشت و در میں
 نونل نانی کوئی سپہ دار

بر مجنوں میں بھول کر راہ
 با آہ و فغاں و درد و اندوہ
 مضمون جس کا ہو عشق انگیز
 ہر دوا شفاق سے سنا کر
 تجھ سے تیسرا ملاؤں دلدار
 پہنائی ہے پھر لطیف پوشاک
 شربت اقسام کے پلائے
 اشعار کی گفتگو دل افروز
 لکھا وصلت کا پھر تو نامہ
 قاصد سے کہا کہ جلد لے جا
 رہتی ہے کہاں جہاں میں غربت
 پہنائی صبا نے بریں جو شن
 سر جائے کے بعد جائے ناموس
 مجنوں کو بھی ساتھ لے کے اس دم
 پہنچا بسر قبیلہ سے !!
 مجنوں بھی لگا ہے مارنے سنگ
 فوج اپنی کی چاہے ہے نہ لونی
 تیر آفات کا ہدف ہوں
 باقی اب ہم میں کیا رہا ہے
 جیتے ہی تو نہ ہو یہ وصلت
 بھجوں سر بے شعور لیلیٰ

آیا ہے پئے شکار ناگاہ !!
 دیکھا مجنوں کو برسر کوہ !
 پڑھنا وہ شعر درد آسینر
 تنہا مجنوں کے پاس جا کر
 لایا گھر میں یہ کر کے اقرار
 گرم آب سے کر کے منہ پاک
 کھانے الوان کے کھلائے
 محبت مجنوں ہی سے شب و روز
 لیلیٰ کے پدر کو لے کے غامہ
 اس نے یہ جواب صاف بوجھا
 دیوانہ سے کیجھ کیونکہ وصلت
 خورشید ہوا ہے جبکہ روشن
 اپنی ملت میں ہے یہ مانوس
 نوقل نے سپاہ کرفراہم
 اک باریگی کر کے ستریں طے
 نوقل کی سپہ سے جب کہ ہوتی جنگ
 پوچھا یہ کس نے اے جنونی
 "بلو لیلیٰ کی میں طرف ہوں
 لیلیٰ کے پدر نے یہ کہا ہے
 گزرے سرپز اگر قیاست
 غافل ہووے اگر نہ لیلیٰ

کھینچی دل میں کمال نخلت
 وہاں سے اس آن ہی کیا کوچ
 نا چاری سے کیا ہے رخصت
 ایک ابرسیاہ سا گھر آیا
 ہر لمحہ مثال برق بیتاب
 پکڑا ہے غزالہ چسکا را
 یہ بخش مجھے پڑے شامل
 پھر دام سے اس کو کھول لیجئے
 مول اس سے غزالہ کو لیا ہے
 لیلیٰ کی ہے چشم تیری گویا
 لیلیٰ کے سکون میں آہ تو ہے
 نام لیلیٰ پہ اس کو چھوڑا
 پکڑا صیاد نے جو ناگاہ !
 اس کو بھی رہا کیا امانت
 وحشی صحرا کے سب ہو رام
 شیر و آہو پلنگ و روبہا
 اک دن اک باغ میں گیا تھا
 اک سرو کے کانٹے کے درپے
 بیشہ نہ چلائیو خبر دار !
 قد لیلیٰ سے جو ہو مانا
 دیتے قیمت میں زر کہ زلیور

نفل نے یہ سنتے ہی حقیقت
 سمجھا کہ جدال حرف ہے پوچ
 مجنوں کو بھی دے کے اپ خلعت
 مجنوں وادی میں جب پھر آیا
 نالاں گریاں بان سیلاب
 اک دن صیاد نے قضا
 مجنوں جاکر ہوا ہے سائل
 تب اس نے کہا کہ مول لیجئے
 گھوڑا صیاد کو دیا ہے !!
 پھر اس کو نگلے لگا کے رویا
 رفتار بھی ویسی ہو بہو ہے
 سبزہ خاصہ کھلا کے تھوڑا
 پھر ایک دن اک گوزن کو آہ
 اپنی دے کر تمام خلعت
 مارا الفت کا اس قدر دام
 رہتی تھی مدام اس کے ہمراہ
 صحرا سے اداس ہو کے تنہا
 دیکھا یہ وہاں کہ باغبان ہے
 مجنوں نے کہا یہی بہ تکرار
 تیغ ایسے نہال پر چلا نا
 بلا اس وقت پہ کہ لیور

بازو پہ بندھا تھا لعل سنگیں
 وہ لعل گراں بہا دیا کھول
 کر یادو ہیں خرام لیلیٰ !!
 اس دن ہم سے کہتے ہیں استاد
 آیا اک بار موسم گل !!
 دامن جبال و دامن دشت
 لیلیٰ کو ہوتی ہے بے قراری
 زریں جس کا ہر ایک جرس تھا
 ہمراہ تھیں اور بھی پریرا د !
 محل لیلیٰ کا پیش آہنگ !
 آئے جوں فصل نوبہاری
 تھے خوار فقط نہ سرو سبل
 لیلیٰ کو قریب سرو سوزوں
 اک بار اٹھا ہے تالہ درد
 مجنوں کا بندھا غرض تصور
 ایسے میں کوئی جوان قابل !!
 پڑھنے لگا طبع زاد مجنوں
 یہ کہیو صبا شتاب جا کر !
 میں تیکر لیے ہوں سر بے حیا
 معلوم نہیں کہ تو کہہ رہے
 دل کو کب تک کوئی سجالے

دانہ سے انار کے بھی رنگیں
 اس سرو سہی کو پھر لیا مول
 آزاد کیا بنام لیلیٰ !!
 مشہور ہوا ہے سرو آزاد
 تھے نغمہ سرا چمن میں بلبل
 تھا قابل سیر و طیر و گلگشت
 ناقہ پہ کسا کے وہ عماری !
 خوشتر خورشید سے کس کھلا
 ہر ایک تھی ان میں رشک شمشاد
 اور پیچھے شتر قطار خوش رنگ
 اتری اک باغ میں سواری
 پامال ہوئے ہیں لالہ و گل
 آیا نظر ایک بیہ مجنوں
 گلگو نہ چہرہ ہو گیا زرد
 چلکے آنکھوں سے اشک کے در
 ناگاہ ہوا وہاں مقابل !
 جی میں تھی یہ مراد مجنوں !
 اسی شوخ غزال کو جتا کر
 خوار و زار و غریب و تنہا
 اور میری بھلا کچھ خبر ہے
 دیدار کبھو تو ملک دکھالے

سوئے مجنوں خود نگاہی !
لیلیٰ کو ہوتی ہے سن کے وحشت
کیبار کیا ہے جوش خوں نے
اس باغ سے ہر طرح اٹھا کر
تشنہ جنوں ہوا ہے یک بار
تیس و لیلیٰ تھے بسکہ توام
اک زن نے کیا جو قصہ کا قصہ
تھا ابن سلام ایک ذی جاہ
بھیجا بخوشی پیام وصلت
لیلیٰ کے پدر نے مصالحت جان
محل میں بیٹھا عروس کو آہ
گریاں محل میں ہے وہ نومید
جملہ میں گئی ہے جبکہ لیلیٰ
چاہا شوہر نے کامیابی !
ابرو کو چڑھا کے جون کمانچہ
اور اتنا کہا ہے ہو کے میزار
نظارہ پہ خوش رہو تو بہتر
تب اس نے وہ ترک کے قربت
ایک مرد عزیز اور ہشیار !
کہتے تھے جہانیاں اسے زید
مجنوں کے سننے کہیں جو اشعار

پیہم گر نیت گاہ سکا ہی
بھولی خولیش و پدر کی دہشت
گھیرا بے طرح سے جنوں نے
لائے گھر میں خدا خدا کر
تجویز ہوتی ہے قصہ ناچار
قالب دو تھے اور ایک تھا دم
وہاں تیس کے کھل گئے وہیں قصہ
لیلیٰ کے جمال سے ہر آگاہ
چاہا دلخواہ کام وصلت
شادی کا وہیں کیا ہے سامان
داماد کے کر دیا ہمراہ !
برج آبی میں جیسے ناہید
ہر سو ایک روشنی سی پھیلی
لیلیٰ آگاہ ہوش تابانی
مارا اک زور سے ملا پنچہ
یہ سمجھو کہ ہے یہ نقش دیوار
ورنہ یہ گلو ہے اور خنجر
جانہے نظارہ ہی غنیمت
رکھتا تھا نیٹ ہی ذوق اشعار
تھا وہ بھی کند عشق کا صید
آیا مشتاق ہو کے اک بار

مجنوں ان سب درمیاں ہے
 گاہے شیر بزرگ تکیہ !!
 صرف اوقات ہے غزل میں
 کھا جاؤں پہنچ کے اس کو جیتا
 سب کو نزدیک سے ہٹایا
 کہتے مقصد جو ہو تمہارا
 مشتاق ہزار چنہ ہونگا
 اور شعر جنوں اسے سنایا
 سرکار کی ہے کہو غذا کیا
 شیریں صبح مغیبل صحرا
 آیا لیلیٰ کے گھر کے باہر
 مجنوں کا ہر ایک ہے غزلخو
 اشعار وہ مول لے رہی ہے
 لیلیٰ کو ہوا ہے وجد یک بار
 مجنوں سے تمہیں ہے آشنائی
 جان آئی ہے لب پر فرمتوں سے
 خالی کریں اپنے دل کو اکدم
 لایا جانو اسے سفر !!
 پہنچا مجنوں کے پاس ناگاہ

دیکھا تو ہر ایک درندہ واں ہے
 گاہے ہوتا ہے گرگ تکیہ
 بچے ہیں غزال کے بقل میں
 ایک ببر درندہ نے یہ پیتا
 مجنوں نے دو ہیں اسے ڈٹایا
 اور زید کو پھر کیا اشارہ
 بولا کہ نیاز مند ہونگا !!
 تب پاس بلا اسے بیٹھایا !
 پوچھا پھر زید نے کہ اس جا
 م غوب ہے گاہ گاہ اپنا
 رخصت پھر وہاں سے زید ہو کر
 دیکھا تو ہے ایک بھوم طفلان
 لیلیٰ النعام سے رہی ہے
 اس نے بھی پڑھے خزانہ اشعار
 تب زید سے یہ کہا کہ بھائی
 دیکھا نہیں اسکو مدقوں سے
 ایسا ہووے کہ بیٹھ باہم !!
 تب زید نے یہ کہا کہ ہنتر
 لی ہے یہ کہہ کے دشت کی راہ

آئی جنگل میں وہ جمیلہ
 تخلصاں تھا بہت ہی گہرا
 بیٹھی گوشہ میں آپ پنہاں
 محبوں کو بھی اپنے ساتھ لایا
 عالم تھا وہ دیکھنے کے قابل
 زوالہ ابرسیہ سے ادھر
 فریاد میں تھی ادھر کو بلبل
 پروانہ ادھر بہ بقیعاری
 ہر ایک نے درد دل سنایا
 محبوں نے کہا یہ کر کے رقت
 میں نے تم کو خدا کو سوپنا
 لیلیٰ ہو کے سوار محل !
 گزری وہ رات بے خود خواب
 سیلاب بہا دیا ہے رو رو
 ہوش و حرکت کو کچھ نہ تھا دخل
 کر جمع ہزار ہا خس و خوار
 بچوں کو دیا ہے آب و دانہ
 تھی جس کے آبروے لیلیٰ
 ہر چند کئے علاج و تیمار
 صحت نہ ہوئی دوا سے ہرگز
 دوسل رہی ہے سوگواری

مگر کے شوہر سے ایک حیلہ
 رستے سے الگ میان صحرا
 ناقہ جھاڑوں میں باندھکرواں
 اتنے میں ادھر سے زید آیا
 دونوں جس دم ہوئے مقابل
 ٹپکے نرگس سے شبنم ایدھر
 کرتا جو قبا تھا پاک ادھر گل
 تھی شمع ادھر باشک باری
 پھر جب کہ کچھ اک ہوش آیا
 جس دم ہونے لگی ہے رخت
 تم نے مجھ کو بلا کو سوپنا
 ہر چند کہ چاہتا نہ تھا دل
 آئی گھر میں بصد تب و تاب
 محبوں پہنچا جب اپنے برکو
 بیٹھا جس جاتو بن گیا تھل
 آخر کو طیور نے کئی بار !!
 باندھا سر پر ہے آشیانہ
 وہ ابن سلام شوے لیلیٰ
 ناگاہ ہوا وہ سخت بیمار
 چارہ نہ چلا قضا سے ہرگز
 لیلیٰ کو برسم اضطراری !!

باہر نکلی ہے سوگ سے جب
 گھر میں آئی ہے جب پدر کے
 استاد کیا سیاہ خیمہ ॥
 جب دل میں نہ ہو سکی سمائی
 اور زید کو پھر وہاں بلایا
 بولی اب زہرہ اے برادر
 لا کر خزد حریبر و دیبا ॥
 پھر زید کو وہ لباس دے سب
 اور اس کے بدن کو دھو سراپا
 میسر نزدیک لاشتابی
 یہ سن کے توید زید ہشیار
 یہ مردہ جو نہی اسے سنایا
 کھایا پھر چرخ ہفت باری
 پہنا ہے لباس جب ہنا دھو
 جتنے تھے وہاں وحوش صحرا
 سوئے لیلی ہوا روانہ ॥
 شیر و گرگ و پلنگ تھے گرد
 ہو پھر بھی ادا نہ شکر باری
 چل کر القہ اس طرح سے
 نکلی لیلی بھی ہو کے بیتاب
 دونوں باہم لگے لیٹ کر

خرگاہ حجاب دور کر سب
 شوہر کی طرف کے لوگ سر کے
 جیسے جنگل میں گنج ہیمہ
 تب آتش عشق نا چھپائی
 اپنا احوال سب سنایا
 ہے خوف پدر نہ باک مادر
 پوشاک ہو جس کی خوب زیبا
 بولی محضوں کے پاس جا اب
 پوشاک یہی پھر اس کو پہنا
 تا ہووے یہ دور سب خرابی
 پہنچا محضوں کے پاس یکبار
 محضوں وجد و طرب میں آیا
 جوں ہفت خلک بجاں تہدی
 پھیلی جنگل کے بیچ خوشبو
 حاضر ہو کیا ہے سب نے مجھرا
 باشوکت و حشمت شہانہ
 محضوں کو یہی تھا دمدم درد
 گر کیجے صد ہزار باری !
 آیا لیلی کے یہاں قرح سے
 آنکھوں سے بہا لہو کا سیلاب
 میدان میں ہی گر پڑے زمین

مشتاق ہر ایک نیک بہ تھا
 دو چار ہوئے ہلاک انسان
 حیران جسے دیکھ آسمان تھا
 دونوں آئے ہیں ہوش میں تب
 محبتوں تھا اگرچہ نقش دیوار
 لایا خیمہ میں ساتھ اپنے
 برقع عورت کی شکل دونوں
 تھا فرق نہ درمیان حامل
 دل سے دل اور جان سے جان
 تھی ایک صفائی محض حامل
 اور شخص کو بھی نہ تھا گزراں
 اک پوست میں جوں دو مغز بادام
 یک لخت دوئی ہوئی فراموش
 یہ دونوں کینہ میں تھیں بخدمت
 پر مار سکے نہ واں مگس بھی
 اور گرد تھے دام و دود سراسر
 اور چلنے لگی نسیم دلخواہ
 نظارہ سے پھر ہوا سر و کار
 محبتوں خاموشی تھا مقابل
 اے دوست خاموشی تو جواب ہے
 لعل نوشیں سے لذت وصل

اطراف ہجوم رام و د تھا
 چاہا بعضوں نے دخل جب وہاں
 دو پہر تلک یہی سماں تھا
 چمکا ہے گلاب زید نے جب
 لیلی جس دم ہوئی ہے ہشیار
 ڈال اس کے گلے میں ہاتھ اپنے
 بیٹھے آپس میں روبرو ہو
 ازبکہ تھا اتحاد مائل !
 ہوتے ہی دو چار مل گئے واں
 دو آئینہ جیسے ہوں مقابل
 ہوتا تھا نہ عکس جلوہ گرواں
 آخر کو وہ دونوں یار خود کام
 غش کھا کے گرے ہویم آغوش
 عصمت تھی ادھم ادھم کو عفت
 باہر ہی رہا کھڑا جس بھی !!
 بیٹھا تھا خاموش زید باہر
 جس دم کہ ہوئی ہے پھر سحر گاہ
 قیس و لیلی ہمت میں بیدار
 لیلی گفتار کی تھی مائل !!
 پوچھا لیلی نے کیا سبب ہے
 بولا کہ ملی ہے دولت وصل

جس شیشہ میں ہوں شربت قند
 بہوئے جس گھر میں مال اور زر
 جس جائے کہ مختفی ہوا کثر !!
 ہے قیس کہ صم کہ صم ہے محنوں
 پہنچا جب ہر استوا کو !!
 جد صم دیکھو ادھم ہے خورشید
 قمرہ لٹا ہے بحر سے جب
 دیا دیا ہی جو طرف ہے
 یہ کہہ کے کیا ہے چاک جامہ
 دوڑا صحرا کی سمت یکبار !
 پایا صحرا میں کج آخر
 کھتا تھا جو کچھ کہ شعر حالی !!
 منہ اس کا تو چاہیے کہ ہو بند
 لازم کہ ہد قفل اس کے دپر
 کیجئے نہ طلسم کا وہاں طنز !!
 لیل باقی ہے میں کہاں ہوں
 سایہ اک بارگی فنا کو
 سایہ ہستی سے تب ہے نوید
 پھر اس کو کہیں گے بحر باب
 گوہر ہے کہاں کہاں مدفہ ہے
 اور فرق سے بھی اتار عامہ
 پڑھتا ہوا عاشقانہ اشعار
 باقی نہ رہا ہے ربیع آخر
 یا کوئی قصیدہ وصالی !!
 کرتا تھا وہ زید سب قلم بند
 محنوں ہوتا تھا دیکھ خورشید

اشیاق نامہ

[۶]

اے نسیم بہار نوروزی !
 تجھ سوا اس جہاں میں اب تو کہیں
 کون تجھ بن ہے نامہ بر اپنا
 جا کے اس گلقدار سے کہیں
 تجھ سے آتی ہے لب و لہجہ
 کوئی دساز عاشقوں کا نہیں
 یا ہوا خواہ داد گر اپنا
 مونس و نگار سے کہیں

در یکتائے بحر صدق و صفا
 بھولتی نہیں مجھے تمہاری یاد
 چہچہاتے ہیں باغ میں بلبل
 مور پھولا ہے اب ہزار طرف
 اور پرندوں کا جا بجا ہے شور
 نکبتِ گل سے مست نام خدا
 گلشنوں میں چمن چمن ہے بہار
 قمریوں کی ہے جا بجا کوکو
 گل بھی پھولوں سما نہیں سکتے
 اور بھنور ہیں سگند میں غلاب
 اور پروانہ شمع پر ہے نثار
 ابرنسیاں کی یوں جھڑی بر سے
 پاؤں دھرنے خزاں کو جائے نہیں
 دل سے فم کو جہان نے بھولا
 ایک عالم ہے محو عیش و طرب
 یار سے اپنے خوش ہے لام لال
 مجھ سے کیوں دور ہے میرا جانی
 میں بھی یارب جہاں میں ہوں کہ نہیں

اے گل نو بہار باغ وفا !!
 سرورِ سبز بستانِ وقار
 پھر کہ آیا جہاں میں موسمِ گل
 کوئلیں کو کتنی ہیں چار طرف
 روز بن بن کے ناچتے ہیں مور
 غنہ لیبان ہیں باغِ بارغِ جدا
 جھنڈ پھرتے ہیں بلبلوں کے ہزار
 سرد لہرا رہے کنار جو !!
 غنچہ بیٹھے ہیں عیش کو تکتے
 پر کہیں سیزہ ہیں کنول تالاب
 لات ہے چاند سے چکور دو چار ؟
 ہنس مونی چلیں سرور سے
 لال بٹوسی ہوئی تمام زمیں
 غار کی نوک میں سے گل پھولا
 روز آئے بسنت کی عزت اب
 دیکھتا ہوں جسے بقدر حال
 پر ہے ایمان کو یہ حیرانی
 کس سبب آسماں ہے بر سر کہیں

کیا ہوا گر بہار آئی ہے
 کب خوش آتا ہے میر باغ مجھے
 جب نسیم بہار چلتی ہے
 دیکھ شبنم کو، صبح دم گل پر
 دل میں سلتا ہے بار بار مجھے
 دیکھ کیوں کے لال منہ ہر سو
 کب میں گلشن میں باغ باغ پھرا
 دیکھ تالاب میں کنول ہے ہے
 رلبا پروانہ شمع دیکھ ہم !
 دیکھ کر چاندنی کو روتا ہوں
 مور پر جب صدائے کوئل ہو
 راگ سنا ہوں جب کہیں ہنڈول
 کوئی زد ہو اگر بہار کی نان
 راگ بن گرچہ قوت جاں نہیں
 کوئلوں کی سنو ہوں جب کوکلیں
 یا الہی بلا شتابی تو !!
 جسکی زلف رسا کا بندہ ہوں
 جسکی ابرو ہلال عیب مجھے
 اس سوا کب یہ رت سہا قی ہے

بلبلوں کی پکار آئی ہے
 دے ہے لالہ جگر پہ داغ مجھے
 تیر سی دل سے ہو نکلتی ہے
 اشک آتے ہیں آنکھ میں چل کر
 ہر گھر گل ہے خار خار مجھے
 گھوٹتا ہوں میں اپنا آپ لہو
 لالہ و گل سے داغ داغ پھرا
 جی مرا ڈوب جاتا ہے
 جی میں ہوتا ہوں اپنے جل بھسم
 جوں کتاں چاک چاک ہوتا ہوں
 ریشہ ریشہ وہیں مرا دل ہو
 میں ہوں مجلس میں دل ہے ڈالوں ڈول
 در ہوش و خیال ہو غلطان
 دل میرا تو بھی شاد ماں نہیں
 دل سے اٹھتی ہیں دمدم ہو کیں
 اس گل نو بہار سے مجھ کو
 یاد سے اس لبوں کی زندہ ہوں
 مت رکھ اس ہر سے بعید مجھے
 کون کافر کو آہ بھاتی ہے

خار اور زہر ہے مجھے گلِ دل؟
 میں ہوں ساقی ہوا اور گلابی ہو
 دل کو آرام کچھ تبھی ہوتا !!
 ہودہ گلد اگر بغل میں تنگ
 روح بھی خوش دماغ ہو جاوے
 بادۂ عیشِ پی کے مست رہیں
 ہجر کے اس خار سے چھوٹیں
 وصل کے دن سے ہجر کی ہر شب

بر میں جب تک نہ ہو وہ خرمن گل
 اب ہر کیف یہ شتابی ہو
 میرے بر میں وہ سیمبر سوتا
 دیکھئے گا بہار کا پھر رنگ
 دل مرا باغ باغ ہو جاوے
 ہو ہم آغوشِ دل کے راز کہیں
 سختی انتظار سے چھوٹیں !!
 اب کہیں جلد ہو بدل یارب

دوستوں کو سلام پہنچانا
 خیریت کا پیام پہنچانا

مثنوی در تہیہ حاسد

ایک جنگل میں سگِ مردار تھا (۱) شیر کے وہ دریے آزار تھا
 لات دن رو باہ بازی میں ہے
 غائبانہ شیر کے تیش بد ہے
 دوبرو بھی لادے گیدڑ بھکیاں
 بیٹھ کر اپنے سگوں کے درمیاں
 اور پلا آوے گھو ہو چار چشم
 پر اکھاڑے شیر کی ہر گز نہ چشم
 شیر نے پیتا کہاں تک چپ رہوں
 چڑھ کے بھاتی پر کہو اسکا پیوں
 تب اسے اک دوست نے اس وقت آ
 دوست سے بات یہ سمجھا دیا !
 سامنے ہو شیر کے گرفتار مست
 ایک پنجہ میں وہیں ہو جائے پست
 یا تو رہے اگر جنگلی سورا !!
 شیر سے مل جائے ہے دم داب
 دیکھتے ہیں شیر کو جب روکار

شیر کے آویں اگر میدان میں
شیر قالیں یا ہو شیر نیستاں
نام کا ہے شیر کے کیا مرتبا
تو بھی فرما کام خلق و حلم کو !
روسیہ حاسد اگر زردار ہے
آرزو تھی دل میں شاید دیر سے
چسیر ڈالے سینکڑوں یک آن ہی
دونوں صورت میں ہے سگ کا جاتا
سلسلہ پہنچے ہے تا شیر خدا
مت غافل کرسگ بے علم کو
شیر کے آگے سگ مردار ہے
تب تو لا ٹھہراے اپنے شیر سے



۱۔ نامہ منظومہ

اے عاشقِ یادِ وفا، جہاں باز
شہزاد بلند جوئے آنت
موزوں طبع و فصیح گفتار ۱۱
نامہ پہنچا بعدِ فصاحت ۱۱
مصرع تھا ہر ایک سر و موزوں
دلچپ ہر ایک بیت اس کی
ہر سطر تھی زلفِ روئے شیریں
پر نقطِ سیاہِ خالِ خوباں
پیچیدہ معافی غنچہ آہیا
مضوں بہتر از نکبتِ رگل
خطِ رشک خطِ سمنِ عذاراں
یتابی دل تھی بس سراسر
عشاق کی فوج پیچ ممتاز
بیدِ محنوں باغِ رافت ۱۱
شیریں سرو لطیف اشعار
دل کو بخشا عجب ہے راحت
رنگیں تھانیت ہی جسکا مضمون
ہم چشمِ بربروانِ لیلیٰ
یاسنبل پیچ دار و مشکیں
یا گھوہر آبدار نیاں !
مد رنگِ شگفتگی یک جا
تازہ ہو دماغ جس سے جوں مل
سرمبز ہو جس طرح گلستاں
سیاہ ہو جس طرح سے منظر

ہر شعلہ آہ آسماں سا
دیوانگی و ہزار وحشت !
نالہ کو سنے جو تیرے فریاد
میدانِ وفا کا تو ہے رستم
جس میں کہ رنائے یار ہووے
ہے عشق میں گریہ سو سلامت

ہر قطرہ اشکِ دجلہ پیرا
آوے مجھ کو جس سے دہشت
جرات اپنی کو دیوے بر باد
کھسار اٹھالے پر نہ ہو خم
تو اس پہ بدلِ نثار ہووے
اللہ تجھے رکھے سلامت

ہر چیز ہیں بے نظیر آفاق
ہم بھی تیرے بدل ہیں مشاق

۲۔ نامہ منطومہ

تو ہے فرہاد بگ شیریں کار
تیکر تیشہ کی آبداری سے
نہ نظریں تری ہے خسرو عصر
بکہ ہے تکر پاس دولت عشق
آہ و نالے کے صد ہزار نشاں
تجھ سے کس طرح کوئی برآوے
تو وہ رکھتا ہے آج پائے ثبات
جادہ عشق پر قدم قائم
اپنی بجھا ہے یہی پسند مدام
رہے تارِ نظر سے دبستہ
نہ ہو پا بند آشیانے کا
شمع پر جاں نثار پروانہ
کہاں ایسا ہے دہشتہ والا

بے ستوں پر کرے نقش و نگار
کیا تعجب کہ جوئے شیر نہ
نہ خدم نے حشم نہ اسکا قصر
تخت اور تلج تار یا ست عشق
موج در موج فوج اشکِ رواں
منہ پہ رستم بھی بے سپر آوے
کہ نہ لغزش میں آوے تاجیات
حق تعالیٰ تیرا رکھے دائم
صید اس کا ہی آوے بدام
نہ کمند و فاسے برجستہ !!
نہ گرفتار آب و دانے کا
گل پہ ہو غنڈیلب دیوانہ
زندگی تک بنا ہے والا

تم میں سب خوبیاں یہ پلاتے ہیں اس لئے ہم بھی دل لگاتے ہیں



۳۔ نامہ منظومہ

اے سرو باغ عز و شرافت
فرہاد شیریں گفتار تجھ سا
اشعار تیکر گویا نہیں گوہر
موزوں تمہارا پہنچا ہے نامہ
شاید سیاہی تھی مشک ازفر
خوشبو دماغ اب ایسا کیا ہے
مضمون تازہ اس میں تھے مرقوم
نغیں تو سوار تلکے زباں سے
تھی نثر میں یہ ترقیم نادر
یعنی کہ اپنی خط و کتابت !
یہ صرف صاحب فہم غلط ہے
ایسا ہی ہوتا ہم کو جو منظور
اپنی نہیں ہے ایسی تو الفت
خاطر کو اپنی سرور رکھے
کچھ ایک اپنے ہیں گے شرار ط
منظور ہو تو اظہار ہوویں !
کیجئے انہیں غور فہم رسا سے

پاکیزہ در بحر لطافت
عالم میں اب تک ہم نے نہ دیکھا
ہے نثر کا بھی سب تجھ میں جوہر
شرکان آہو حسین کا تھا خانہ
تھا آب گوہر محفوظ تس پر
نکبت سے گل کے برہم ہوا ہے
دقت سے معنی ہوتے تھے معلوم
غوش رکھے اللہ اسن داماں سے
حک ایک شکوہ ہوتا تھا ماد
خاطر یہ لائے شاید کدورت
ہم کو حجت تم سے نقطہ ہے
نامہ کا ارسال پھر کیا ہے مذکور
دو چار دن میں ہو جائے کلفت
الفت ہمدی منظور رکھے
کتے ہیں درکار ان کو مصایط
افشا سرا سر اسرار ہوویں
تا صبح سوار وقت ساسے

ہویں پذیرہ گر وہ موافق
پھر ہے ملاقات بے فصل و لغویق
ہم نابہ مقدور حاضر ہیں صاحب
لطف و کرم کے تیکر ہیں طالب
اللہ تجھ کو رکھے سلامت
بازوق و انت با شوق و الفت

۴۔ نامہ منظومہ

مہرباں بدل صاحب کرم
عاشقی تری ہے نیٹ غضب
قیس گرچہ تھا شہرہ جہاں
میچلا کوئی اس قدر نہ ہو
نام سے ترے باندھے ہے کمر
بلبل چین دیکھ کر تجھے !
رستمِ زماں تو ہے اب بجا
عشق کو ہوئے تجھ سے آبرو
نثر میں تجھے دسترس کمال
شنوی نمط نامہ جو لکھا !!
خاطر شریف ہم کہ ہے عزیز
دوستی تری بکہ ہے پسند
جذبہ عشق کا اسقدر ہوا !
جب تلک نہیں آوے ہے پیام
ہم تو ب طرح تجھ سے خوش ہوئے

ناظم سخن فطرت اتم !!
دیکھ کر جسے بولیے عجب
یہ طیش غرض اسکو تھی ہی کہاں
کو ہلکن سے بھی یہ جگر نہ ہو
رزم عشق پر جسکی ہو نظر
نام عاشقی پھر سمجھو نہ لے
بولیے اگر کوہ لے اٹھا
نام ہو ترا کیوں نہ چار سو
نظم میں رہا ہے تیرا خیال
دیکھ آسے دل تو خوش ہوا
بکہ تم نیٹ ہو گے باتمیز
شوق ایک سے ہو گیا دو چہ
دل تیری طرف منت رہے گا
یاد کے سوا کچھ نہیں ہے کام
نامہ اس لیے بار بار لکھ !!

ہو گئی ادا محنت و تعب
 فرصت اس گھڑی ہے بہت ہی کم
 غور سے نیٹ کیجئے و نظر
 دفع کیوں نہ ہو ہجر کا مرض
 خوش رکھے خدا آپ کو سدا

امتحان غرض ہو چکا بس اب
 عہد جتنے تھے ہونے کے رقم
 بھیجیں گے غرض لکھ کے تا سحر
 وصل اک دن ہووے ہے غرض
 مدعا جو تھا سو ہوا ادا !!



رُبَاعِیَاں

دل اپنا نہ تجھ سوا کسو سے پر چا
کھیا مال ہے دل کا کہ نقدِ جاں بھی خرچا
ہے حسن کا ادروں کے بھی گرچہ چر چا
تسکِ سودے میں یہ تو گزری ہم پر

دل کچھ بھی بلا خصوص شب کی شدت
ہے آتشِ حشر میں غلب کی شدت
کیا کہئے فراقِ پیچ شب کی شدت
کاؤر بھی فائدہ نہ بخشے جوں شمع

لیکن پرہیز صرف فائدہ ہے گا
ہمارے دل سے ایک علامت ہے گا
سابق سے مزاج کو افادہ ہیگا
صحت نے کیا ہے قطع سب درد بدن

سینہ میں قلم کی طرح شق ہو پیدا
خورشید کے ڈوبتے شفق ہو پیدا
ایامِ فراق میں تعلق ہو پیدا
جاری ہے تسک بھی خون آنکھوں سے

آتا ہے نظر میں گھر بھی اک کام ہنگ
کاٹے ہے پنگ بھی مجھے مثلِ پنگ
جب سے کہ فراق مجھ سے برسرِ جنگ
آرام ہو کیوں نہ اسکو اب خواب و خیال

دشوار ہے جھکو تجھ سے ملنا لیکن
یکبار ہے جھکو تجھ سے ملنا لیکن
دہار ہے جھکو تجھ سے ملنا لیکن
بیتاب ہے دل نہ مل تو مجھ سے ہر چند

لہو بھی ہے بے شبہ بجائے روغن
اود روح رواں ہے جیسے شعلہ روغن

جوں ظرف چراغ بجھے یہ ترکیب بدن
مانندِ فیتلہ ہے رگ و پے ہر یک

اک بات پہ دشنام سنانا ہے ہزار
مرے ہی ہوا گلے کا وہ آخر ہار

کیا اپنے نصیب کی کہوں تجھ سے یار
کل باغ میں گرچہ گھورتا تھا عالم

اور تلخ لگیں تمہیں ہملی باتیں
ہم خوب سمجھتے ہیں تمہاری باتیں

غیروں کی صنومزہ سے ساری باتیں
اڑتے ہو یہ کس سے باز آو صاحب

بلبل ہی نہ وہ، نہ اب وہ گلزار بہا
خالی باتوں سے ٹک سروکار رہا

نئے ہم وہ رہے ہیں اب نہ وہ یار رہا
گاہے ماہے کہیں جومل جاتے ہیں

شیشہ میں شراب پرنگالی ہووے
آغوش میں یارِ لاابالی ہووے

جس دم کٹ ہوائے برشنگالی ہووے
اللہ ہی اللہ ہے اس وقت اگر

شمعِ کافور یا بلوریں فانوس
کچھ اپنے نہ ساتھ لے گیا دقِ فانوس

دنیا کے نہ مال و زر سے ہو تو مانوس
قارون کی طرح سوائے گنجِ حسرت

تا حورو پری حسن سے جیکے ہیں بخل
دندانِ گھر و لعل لب و سنگیں دل

وہ غنچہ دہن ہے یابتِ چہیں و چکل
رخِ شعلہ طردِ دودھے زلفِ سیاہ

لالہ کو ہے داغِ بندگی مادرِ زاد
رنگِ مہ و نورِ شید ہے وہ حورِ نثار

اس فچہ دہن کا سردِ دھندہ آزاد
بے داغ و زوال بسکہ اسکا ہے حسن

اور سب کی نظر سے تو ہو پنہاں اور میں
منہ پر تو لے کے سووے داماں اور میں

جہں رات تو ہو دے مت آجاں اور میں
پہر تھ کو پلنگ پر ٹاؤں بخوشی

ہم نے یہ سجا دامِ پسندِ آخر کار
فریاد کیا مثلِ پسندِ آخر کار
بے چینی گئی مجھے کل آئی شب کو
مڑتے دیکھی جو وہ سلائی شب کو

گردن میں ہونے نہ لے کندِ آخر کار
دل جبکہ ہوا سوزِ دروں سے بیتاب
گھر سے جو وہ بری کل آئی شب کو
پھر بخش شاخِ گل نہ بجائے نہ نہار

خلوت میں بھی آہِ باریابی معلوم
ایسا تو کوئی یارِ ثوابی معلوم !!

جلس میں تو ہم سے بے حجابی معلوم
حوال ہمارا جو کبھی عرض کرے !!

قرآن تجھے عزیز ہووے پیارے
ایمان تجھے عزیز ہووے پیارے

گر جان تجھے عزیز ہووے پیارے
نوگند دروغ تو نہ گھایا کر اگر !!

کرتا ہے جو تلخِ خوابِ شیریں ناگوار
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

کیوں کر ہو کسی کو اب مؤذنِ دل خواہ
وہ جتنی علی الصلوٰۃ بلوے اور میں

میخانہ میں کلی شیخ جو آیا ناگاہ
میں دیکھتے ہی طلعت میمون کو کہا
گم کر کے ہمیں تار میں تسبیح کی
لا حول ولا قوت الا باللہ

وہ سیم بدن ہے یا کہ ہے دردانہ
جوں شمع عرق ریز ہو وہ سیمیں تن
مڑسکاں پہ ہے زلف کا جس کے تڑ
دیکھے جو نگاہ کرم سے پردہ

وہ ماہ جیس ہے بسکہ زیبا منظر
نقشہ کے لیے مصور قدرت نے
ہوتا ہے نخل رنگ سے لعل را
یا قوت کو حل کیا یہ آبِ گو

وہ ماہ جیس ہے غنچ لب گل اندام
اعجاز ہے عیسیٰ کا سخن میں جس کے
ہے آفت جاں و فتنہ دین را
قامت سے قیامت ہو بہ ہنگامِ خ

اس ماہ جیس کا بسکہ روشن ہے جمال
گل پھول گیا ہے نسبت عارض سے
ابرو کو ہوا دیکھ کے شرمندہ ہلال
تشبیہ سے قامت کے ہوا سرو نہا

وہ سیمیں تن فرنگ کا غنچہ دہن
کیوں کر عالم نہ مت ہو دیکھ اُسے
مشکیں گیسو ہے رشکِ خوبانِ ختم
آنکھیں ساغر ہیں اور مراچی گرد

گلرِیز شبِ برات تیرے گھر آئے
ہفتابِ رطب دیکھ تیرے یاں روشن
دشمن جو تیرا ہو یک قلم ٹوٹا پائے
چہرہ پہ حوروں کے ہوائی چھٹ پائے

خوں دل کا برنگ غنچہ پینا ہے عبت
سونا ہی بھلا ہے اب تو جینا ہے عبت

جوں لگی یہ چاکر جیب پینا ہے عبت
مائل نہیں تدبیر سے کچھ اے ناصح

ہے نورِ مہ نو کی طرح لیل و نہار
تصویرِ مصور سے بھی کھینچنا دشوار

ہے جھلک جوانی کی ترقی اے یار
ازبکہ تراصن ہے ہر آن فزوں

ملک بھی نہ بنا ہی آشنائی تو نے
اک جھ سے ہی کی نبیے دوائی تو نے

اپنے ہی طرف سے کی جدائی تو نے
عالم ہے تیری دضیع کا ظالم شاکی

بس دل کی طیش نہ بال و پر کا محتاج
فریاد و فغاں کے ہے اثر کا محتاج

ہو عاشق صادق نہ عسبر کا محتاج
جس کو کہ نہیں عشق ہے کامل حاصل

نہ مال و منال و سیرِ گلزارِ امید
یہ ایک امید بس نہ دوچارِ امید

عاشق تو رکھے ہے وصلِ دلدارِ امید
معتوق کا درکار ہے اور سرِ عجز و نیاز

برداشت کرے ہے جو سدا طیشِ حبیب
پھر اس کے ہے فرمان میں بھی خبشِ حبیب

باتا ہے وہی نشاط اور عیشِ حبیب
باندھا ہے مگر کو بندگی میں جس نے

پیغامِ سلام و شعرِ خوانی کب تک
آخر ہووے گی یہ کہانی کب تک

جھوٹے اخلاص یہ زبانی کب تک
ہو وصل کہ فصلِ خیر اتنا کہہ دو !!

اقبال تجھے ہے بزمِ افروری کو نیرہ بھی ہے روزن کی جگر دوزی
اکرام سے سیتا ہے قدر کا خیال قامت پہ تیکر قبلے فیر دوزی

ہو عشق کے ہمسرہ کبھو حرص و ہوس پروانہ کے منصب کو نہ پہنچے ہے مگس
معتوق کا دراصل تغافل ہے محک ہو جس سے کہ دریافت ہر اک ناکس

قصہ خسرو کا بارہا ہم نے سنا مریمؑ سے شکر سے ضد سے شیریں کے
تدبیر ہزار کی اگر چہ اس نے بے مرض دوست وصل حاصل نہ ہوا

خسرو کی نہ شیریں سے چلی کچھ تدبیر فرہاد نے بھی کی نہ سرِ مو تقصیر
منزل کو نہ پہنچے بے رضاے معتوق اس راہ میں یکساں ہیں امیر اور فقیر

سو بار اگر روٹھ گیا ہے مجھ سے پھر آپ سے ہی آن ملا ہے مجھ سے
ہیں ناز کے انداز ہزاروں اس میں کہتا ہے یہ کون ؟ " وہ غفلت ہے مجھ سے

آنا کہ ہے وقت مہربانی جانی یا بھیس دے کچھ اپنی نشانی جانی
کہیو قاصد کہ ہے جو عاشق تیرا دیتا ہے وہ جان کہہ کے "جانی جانی"

ایک آنکھ لگی شب کو روتے روتے
پھر آنکھ جو کل گئی یکا یک ہوں شمع
دیکھا سپنے میں تجھ کو سوتے سوتے
جاں آئی لبوں پہ صبح ہوتے ہوتے

کرتی تھی وہی سلوک اکثر میلی
یہ محض غلط ہے جو ستم کی اسکے
مجنوں کی نہ ہووے جس میں خاطر میلی
آفاق میں چو طرف کھائی پھیلی !!

آنے کی جو گھبہن کے پائی آہٹ
شمشاد نے سرو قد غرض دی تعظیم !
نرگس کی گئی حین میں جھٹ بینہ اُچٹ
غنجے لینے لگے بلاتیں چٹ چٹ !!

کل پائے گا تو یوں ہی جہاں میں ظالم
بے چین کسی کو جب رکھا تو کیوں کر
کل پائے گا تو یوں ہی جہاں میں ظالم
کل پائے گا تو یوں ہی جہاں میں ظالم

ہو لے گا کو کرے ہے آج ساتی سرواہ
گالی سے کیجئے نہ بھڑکیوں سے کافر
گلگوں صہبا سے خم کے خم ہی بھر دیا
از ہے بدست نہیں کچھ پروا

کسریٰ سے ہے بس نسبِ نبی تجھ کو
چمن نوروز میں مبارک ہووے
اسکندر سے (ہے حب) گزینی تجھ کو
شاہاں سحیاں کی جانشینی تجھ کو

تو وہ ہے چراغِ دود مانِ کسریٰ
یارب اقبال و قتیق و نفرت سے مدام
روشن ہوا جس سے فائدہ ان کسریٰ
قائم رہے جگ میں یہ نشانِ کسریٰ

ماتم میں شہید کربلا کے واللہ
تشریف وہ لائے کلبہ احزاں میں
پہنا ہے لباس آسماں نے بھی،
رونا جسے منظور ہو اور نالہ و آہ

اس بزم میں ہے تعز یہ شاہِ شہاں
تشریف وہ یاں شب کے تیں لاوے آج
ہر چشم ہے اب شمعِ تلک گرہ کنا
جو شخص کہ بشیر کا ہو مرثیہ خوا

اس بزم میں جوں شمع فقط رونا ہے
تشریف اگر لائیے مداحِ امام
اور نامہ اعمالِ سیہ دھوتا ہے
ضائع یہ نہیں اجر کہیں ہوتا ہے

ہے مجلسِ ماتم شہیدِ اکبر
تشریف لے آئیں کہ اس ماتم میں
سرگرم ہے جوں شمع ہر اک رونے
ہر دانہ اشک ہے بہ از گو ہر تر

ماتم میں حسین کے جو رو دیں احباب
رودے کہ رُلا دے جو کوئی آج محب
ہر قطرہ اشک ہے بہ از گو ہر ناب
واجب ہے بہشت اس پہ از روئے قتاد

امت پہ شفاعت کا ہے احسانِ حسین
واجب ہے کہ تشریف وہ لاؤ شب کو
کیونکر نہ دل دجاں سے ہو قربانِ حسیں
جو شخص کہ ہووے مرثیہ خوانِ حسیں

ہے مجلسِ ماتم و عزائے حسین
تشریف لے آئیں کہ یہاں چار طرف
جوں شعلہ شمع دل ہیں لاکھوں بچین
آنسو کے چراغاں ہیں بلا شبہ و شین

اب شام بھی کھولے بال اڑاتی ہے خاک
ماتم میں حسین کے ہے گریاں افلاک

کچھ صبح کا اس غم سے گریباں نہیں چاک
شبنم کے برسنے سے یہ ہوتا ہے یقیں

جو چشم ہے سو وہ ابر نیسانی ہے
ماتم ہے بکا ہے مرثیہ خوانی ہے

اب غم سے حسین کے جگر پانی ہے
لانا تشریف آج شب کو کہ یہاں

تشریف لے آئیں کہیاں ہیگا دنگل
روتے ہیں بشر خاک بسر ہے جنگل

عشرہ کے دنوں میں آج ہیگا منگل
اس شاہ کا ماتم ہے کہ جس کے غم میں

ہوتی ہے سرود سے وہ جس دم دمساز
زہار نہ کر سکے پرندہ پرواز !!

ہے رام کنور زبکہ شیریں آواز !!
انسان تو کیا ہے بلکہ سن کر اس کو

ہے دور میں تیکر مست ہر اک دلشاد
غم خانہ تمرا مدام رہیو آباد !!

اے ساقی بزم عیش و عشرت بنیاد
ایک شیشہ ادھر بھی بھجھ دیکھو لگا ہے

درکار نہ مندل کی نہ قندہ منظر
ہو جس سے کہ آب آب آب انگور

مطلوب ہے وہ شراب اے اہل شعور
کیفیت نشہ میں ہو ایسی لذت

پر شرط ہے یہ کہ انتخابی بھجھو !
اک ایسی شراب کا گلابی بھجھو !

وعدہ ہو کیا ہے سوشتابی بھجھو !
دیکھ سے ہونشہ و مسرت جس کے

پھر دلیا ہی بھینچو اک مل کا شیشہ
توں غنچہ گل، بہار گل کا شیشہ
منظور ہے یہ کہ شکر جامر جمشید
رکھے احوال، جزو گل کا شیشہ

جب سے کہ گیا ہے وہ صنوبر بالا !
ہر صبح قیامت سے پڑا ہے پالا
کب تلک دیکھوں غم و مصیبت
ہو شام فراق کا کہیں منہ کالا !!

از بسکہ رقیب سے پنٹ ڈرتا ہوں
کوچہ میں تکر قدم نہیں دھرتا ہوں
ناچار کیا ہوں ضبط دل کا اپنے
ہر چند کہ ملنے کے لیے مرتا ہوں

ہر دم ہوشہ شاہ کو مولا کی مدد
اور زندگی خنجر و نشاط سرمد
یوں سالگرہ سے ہوسے نت عمر فزوں
جوں صفر کے دینے سے ہودہ چند عدد

تو وہ ہے امیر اعظم و بندہ نواز
کہے جسے انا سے زماں میں ممتاز
سالگرہ سے عمر یارب ہو فزوں
جیسے کہ گرہ سے نیشکر ہووے دراز

طرح سے خورشید سعادت کا ہے ۔۔۔
اور پشانی سستی نور عبادت ساطع
تہنیت کے لیے یہ سمرقہ تاریخ لکھا
نیک ہو سالگرہ تمکو مبارک طالع

۱۱۶۹ھ

مبارک ہوئے تجھ کو عیدِ بہارِ خوشانی
رہے فکر میں نت عیش و عشرتِ کافروانی
مجھے اے قبلہ عالم ثواب حج اکبر ہے
کروں دشمن کو تیرے آج کے دن تجھ پہ قربانی
ع، ۲ "مجموعہ فصاحت" (تلمی) ہفتہ تانہ سالار جنگ عید آباد۔

مستزاد رباعیاں

کب بحر سخن کا آشنا ہے یہ غریب
جلسہ بھی کیا نہ کوئی کامل کے قریب
ہے طے طریق شعر میں جو کہ خفیف
کب فاصلہ اس سبب نہ ہو لاکھ جریب

○

کیا جھکو شعور کیا ہیں سرے اشعار
معلوم نہ شاعری کے نقش و نگار
اس فن میں ذلیل کیونکر ہو دے وہ مجہول
سمجھے جو نہ قافیہ رویت تک ز نہار

○

جھکو تو صیل میں نہیں راہ ہنوز
تشبیہ سے مطلق نہیں آگاہ ہنوز
کیونکر نہ ہو ابتدا کا یہاں عجیبہ رکن
تقطیع بھی آئی نہیں دل خواہ ہنوز

○

دیکھا ہے جو حسن بے نقاب شیریں
یہ جاتے کبھو اس کو خواب شیریں
جان شیریں ہی جسکو ہنوز ہر سے تلخ
کیونکر خوش آئے اس کو آب شیریں

شاعر ہے جدید
واقعہ نہ مزید
کیونکر ہو بسیط
عرصہ ہے ندید

معنی ہے کہ صبر
مضمون کے ہنر
توجہ یہ ہیں
اے اہل خبر

تفسیر یہ بس
توضیح ہو بس
ایصد رکمال
گذریں ہیں برس

فرما د مثال
بے دہم خیال
دور کے سبب
ہو گرچہ زلال

ہے شاہ کو تجھ سے چشم دولت خواہی
 درویش کو امید ہے لطف شاہی
 اے فخرِ زماں اور شوکتِ و شاں
 حاصل کہ تیری ذات ہے اب مرجع کل
 کیا شاہ و گدا
 روشن یہ سخن ہے نہ سے لے تا یا ہی
 بے ریب و گماں
 صد شکر کہ ہے راست مری معنی گفتار
 از لطف قدیر
 احمد کا وصی جب کہ ہو احیدر کر آر
 در نعم غایب
 ہو نام خدا متناہر جہاں رستم دوراں
 مشہور بعالم
 باللہ وزارت کو ہے سہرا بہ سزاوار
 یے مثل و نظیر عا



رباعی ۲

نواب تکر و لطف پہنچے یہ نوید !!
 دولت ہو تیری روزِ فزون عمرِ مزید
 جتنا کہ ہو اعیانہ سے عالم خوش وقت
 مسرور تیری ذات سے ہے عیدِ سعید



مثلاً

اے صنم بلند اختر، سرو قد چمن پیکر
 غنچہ لب دہن کوثر، زلف درخشمہ وغیر
 یہ نہیں تجھے بہتر میں رہوں نہ امضطر
 کیا کہوں تری خوبی یا وہ قدبہ از طربی
 وہ ادا وہ محبوبی نقش ہے مرے دل پر
 رخ ترا رنگ گل اور بنفشہ ہے کاشکل
 ہے چمن میں شور و غل بونقشبہ میں یوں بلبل
 زلف ہے اگر سنبل چشم ہے گل عبہر
 کیا کہوں تجھے جانی تو ہے یوسف ثانی
 پر تری ستم رانی ہے فقط یہ نادانی
 میں ترا ہوں قمر بانی کچھوا سے باور
 وہ خفا ترا ہونا عیش کا سر ۱۰ کھونا
 یا کہوں عبث رونا آنسوؤں گمنہ دھونا
 پھر گلے لیٹ سونا بے طرح سے اے دلبر
 صاف وہ ترا سینہ حسن کا ہے گنجینہ
 یا حلیب کا آئینہ عاشقوں سے یہ کینہ
 الفیتس وہ دیرینہ یاد کرستم گستر
 گھر ترا پری خانہ میں ہوا ہوں دیوانہ
 تو پھر ہے مستانہ ہاتھوں ہر پیانہ
 ساقیا خرامانہ تو مجھے پلاسکا عر
 سرو قد بدن گل گوں دیکھ کر تجھے موزوں
 بید بھی ہوا جنوں جو کہ ہے ترا عشقوں
 غنچہ ساں جگر پر خوں کیوں نہ ہو بھلا کیمر
 جو سخن کے ہوشایاں، بہتر از در و مر جاں
 طرزیہ نہیں آساں طبع ہے کہ ہے نیساں
 شعر کا ترے ایمان لفظ ہے ہر اک گوہر

مسدس*

جسکا ہے نام ماہ جہیں جگ میں آشکار (۱) شیریں سے بہتر اُس کی کینز میں ہیں گنگد
باد بہار کسی وہ کرے ہے جد ہم گزار اُس کی سواری دیکھ کے خلقت کے پکار

محل نشین کتنے ہیں خدام یار میں
میلے کا ایک زاقہ و ماں کس قطار میں

جب لعل لب اس کی ہو گوہر فتانیاں مثل صدف ہو گوش سراپا میانیاں
طہی کہے سنے ہے جو یہ خوش بیانیان جس میں کہ جا افزائی کی ہوئے نشانیاں

انجماز منہ تک ہے ترے لیے کام کا

کیا ذکر واں یسح علیہ السلام کا

گلگشت کو جو آئے چمن میں وہ رشک ماہ نرگس سے متا بہ شبنم اُسی کی طرف نگاہ
جب اٹھ کے ہے بلخ سے دولت لڑکی لالہ بلبل یہ بیکلی سے پکاری کہ واہ واہ

غخے سے مسکرا کے اُسے زار کر چلی

نرگس کو آنکھ مار کے بیمار کر چلی

نوشیں دہن ہے اُسکا بہ از چشمہ حیات ہر ایک بات کیوں نہ ہو شیریں بہ از نبات
مانی کہے ہے دیکھ کے ہنر اد سے یہ بات نقشہ یہ کیسے کچھ کے غیر از خدا کی ذات

نازک ادا کے ساتھ وہ دلبر شکیل ہے

تصویر ہیں بھی روبرو اُس کے ذیل ہے

مسد نشین بزم ہو جس دم وہ شمع رو مست شراب عیش ہے سراغ سے سبزو
آہنگ انتاب ہے چنگ ریاب کو زہرا ترانہ ساز ہو یہ اس کے روبرو

عاج "طہی کہے سننے ی جو یہ خوش بیانیان عاج" ناز و اد عاج "انبساط
* دیوان ایمان "ذہلی" کراچی میں اس مسدس کا عنوان "در تعریف ماہ نقاباکی" ہے

تجھ سا کوئی وجیہ نہیں آسماں پر
کیوں کر کرے نہ ناز میں آسماں پر

ترتیب پہ جب کرے ہے توجہ وہ دلبر
منظور دیکھ سر پہ کو غارہ ہو جبہ سا
شانہ بعد زبان ہے وصف نصف کا
ہو یک زبان ہر ایک سے کہتی یہ فنا
عشرت سے دو جہاں کی یہ دل ہاتھ دھو
انہ کے قدم کو چھڑ سکے یہ نہ ہو سکے

مشاطہ دیکھ آئینہ رخ کرے خیال
ہے عکس ہر دمک یہ نہیں سیاہ خال
بل بل ہو جائے زلفوں کی گٹھڑ پہ بال بال
اپنہ دل سے وار کے لئے ہر ایک بال
سینے کو ریتوں کے نگاہ اس کی توڑ دے
آنکھوں کی ہر ایک صف غم کو توڑ دے

بیدار جب کہ خوابے ہوتی ہو صبح گاہ
پلے کرے تو آئینہ پہ اس میں سے نگاہ
پھر صحن باغ پر خراماں ہو رشک ماہ
چلتے ہیں گلبدن کریں آنکھوں کو فرش راہ
رکھے ہے کس ادا سے وہ عالی دماغ پا
رنگ خلتے بلکہ ہوا رشک باغ پا

جوں سر و سہ پوش ہو شیریں روزگار
گنگلوں صبا خرام پہ جس وقت ہو سوار
محرکے بیچ دل میں یہ چیتے کروں شکار
آہو تو کیا چکار اہیں سیر بھی پکار
مکمل ہے تیر خوردہ تڑپ کر سبھل کر
مارا تری نگاہ کا ہر گز نہ چیل سکے

ابر دھماں دل ترے قربان کیوں جائے
تیر نگاہ جب کہ تو یوں بیدہم پاک چلا
ہوئے حرم کا بھی جو کبوتر نہ باز آئے
پرواز کیوں نہ طائر غرتی بھی کرنے پائے

ع "الف" پلے کرے ہے آئینہ پر رسم سے نگاہ ع "ب" مثل ماہ

ناوک نے تیرے صید نہ چوڑے زبا نہیں

تڑپے ہم مرغ قبلہ نما آشیانے میں

شہرہ سے ترے حسن کے روشن ہو سب جہاں لے کر زمیں کی سطح سے ناہنم آسماں
پہنچیں ترے جال کو حور و پری کہاں ہے گا ہر ایک فذہ کی چشمک سے یہ عیاں

منہ دیکھ آئینہ کا تری تاب لاسکے

خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

کیا نقش مارتا ہے ترا عشقِ آجیب پہلو سے ترے جو کہ ہوا ایک دم قریب

بھر عمر اسکو پھر طیش دل رہے نصیب ہوا علاج کرتے ہیں افراسب طیب

والد کو ترے چشم کے آزار ہی رہا

عیسیٰ وقت تھا وہ تو بیمار ہی رہا

مستانہ تری چشم کا ہر اک ایام ہے تیرا ہی منتِ سحر کو سراغ ہے

بلبل کو بے گل کا رہا گب داغ ہے کس کس کا ذکر کیجئے تاکہ اک خلقِ داغ ہے

سبیل تمہارے گیسوؤں کے غم میں لٹ گیا

ابر کی تیغ دیکھ مہ نو وہ کٹ گیا

اس رشک نو بہار کے بلبل میں صد ہزار غنچے پیٹے ہیں خونِ دل و گل جگر و کار

سودائے رلف و گیسو میں سبیل ہیں تازہ دار قیامت کا اس کے سر و بھی جنوں بھی سیدوار

اے لاکھ گو فلک نے دیے تجھ کو چار داغ

پھاتی تیری سراہ کر اک دل ہزار داغ

میں جب سے اسکے حسن کا دیوانہ ہو گیا ویرانہ دل کا رشکِ پری خانہ ہو گیا

از بس شراب شوق سے مستانہ ہو گیا عالم کے بیچ قہقہہ و مہمانہ ہو گیا

چرچا جو میرے عشق کا جنگل میں چل پڑا

زانو پہ ہاتھ مار کے جنوں اُبھل پڑا

شکرِ خدا کہ اب تو مرے حال پر مدام
 مجبت میں زلف و رخ کی گذر فی صبح و شام
 ہم بزم، ہم پیالہ دہم راز، ہم سہم کلام
 تب اُس بہشتِ روس سے بظلمت ہم گیا
 برسوں ہی ہم نے سورہ یوسف کو دم کیا
 ان کا ہی عشق ہے مجھے بہ و شعور سے
 جو خبر و ہو دیکھ لیتا ہوں دور سے
 رکھتا نہیں ہوں کام پری سے نہ حور سے
 کہتا نہیں یہ بات میں ہر گز غور سے
 تجھ کو دماغ و صفت و گل و یاسمن نہیں
 میں جوں نسیم بادہ فروش چمن نہیں
 ہر گز نہ ہوئے عشق سے ہمسر کبھی ہوس
 فریادِ غنڈ لیب کہاں اور کہاں جوس
 پہنچے نہ سوز کو دل پر دانہ کے گس
 بے درد کے لیے ہے یہی شعر دروس
 افزار وہ ہی سمجھے مرے دل کی آہ کا
 زخمی کوئی ہوا ہو کسو کی نگاہ کا
 ایمان آدمی کو کچھ اک دردِ خوب ہے
 یعنی سرِ شکِ سرخ رخ زردِ خوب ہے
 لب پر برنگِ صبح دمِ سرِ خوب ہے
 پیدا کرے جو سوز دہی مردِ خوب ہے
 ہوئے نہ ملکِ عشق سے کم رسمِ دل
 روشن رہے ہمیشہ الہی چراغِ دل

مسدس

(۲)

کیا کروں اب فلک گرگ خصال کا بیاں یا کہوں قصہ بے ہری اخوانِ زماں
گم ہوا تھا جو شب ہند میں خورشید جہاں چشم یعقوب کے مانند تھے انجم نگران
یوسف اب مصر سے آیا جو کنعان کے بیچ
جان آیا ہے گویا قالبِ بیجان کے بیچ

یعنی نوابِ فلک قدرِ وزیرِ اعظم شاہ کا نورِ بصرِ جانِ جہاںِ زیبِ چشم
حاتم گنج و عطا صاحبِ اقبال دہمسم جلوہ فرما وہ ہوا شکرِ خدا نیک شمیم
یوسف اب مصر سے آیا جو کنعان کے بیچ
جان آیا ہے گویا قالبِ بیجان کے بیچ

کشتیِ خلق جو ہونے لگی یکبارِ تباہ دلِ عالم سے اٹھا شعورِ نغانِ وادِ پلا
دیکھ اس حال کو یونس کی طرح وہ ناکاہ آپ سے بحرِ حوادث میں گرا تھا واللہ
یوسف اب مصر سے آیا جو کنعان کے بیچ
جان آیا ہے گویا قالبِ بیجان کے بیچ

استدارِ تھانق ملک و مالی بر ختم کہ نہ آمد تھی خزانہ میں کبھو دامِ درم
شہر کے بیچ نہ روتی تھی نہ دیہات میں دم اٹھ گیا تھا مزہ خواب و خورش ایک قلم
یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کنعان کے بیچ
جان آیا ہے گویا قالبِ بے جان کے بیچ

عرصہ دہر میں ناسازِ عجب باد بھی کہ نہ افسردہ دلیِ خلق کی جاوے کبھی
سردِ دہری لگی بھلا سے یہاں تک ہے سہی شمع و پروانے کی محبت میں بھی گرتی نہ رہی
خواجہ مخدوم صاحب (قلمی) کتب خانہ لاریجنگ

یوسف اب مہر سے آیا ہے جو کھنغان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بے جان کے بیچ

ست میخانہ میں کرتے تھے گریبان کو چاک اشک حسرت سے ہے دیدہ ساغر نمناک
ہچکیاں لے لے کیا آپ کوشیشہ نے ہلاک آتش ہجر میں جلتی ہی رہی دختر تناک

یوسف اب مہر سے آیا ہے جو کھنغان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بے جان کے بیچ

نوبرہ یوں کے بھی اوقات کا تھا یہ دستور نہ سروکار تھا شانہ سے نہ سرمہ منظور
شل شمع سحری نہ پہ نہ تھا ذرہ نور غنچہ ساں تنگ دلی گلبدنوں کی تھی ضرور

یوسف اب مہر سے آیا ہے جو کھنغان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

بلبل و قمری بھی نالاں تھے تہن میں یکسر غنچہ دل تنگ تھا اور گل کا بھی ٹکڑا تھا
اور دم سرد ہی بھرتی تھی سدا باو سحر اشک حسرت سے تھے ت دیدہ شبنم بھرتی

یوسف اب مہر سے آیا ہے جو کھنغان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

دلبروں میں نہ رہی ذرہ ز بس عشوہ گری رنگ رخسار کے ہمراہ اڑا تازہ پری
غیر خورشید نہ دیکھا کہیں پلوشاک نری اپنی رفتار کو بھولا تھا سمجھی کبک دری

یوسف اب مہر سے آیا ہے جو کھنغان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

چاہ میں اسکی گرفتار تھا ہر پیر و جواں برہم از بسکہ ہوا سلسلہ کار جہاں
کارواں تھے غم و اندوہ کے ہر سمت رواں شل خورشید ہوا شکر خرا جلوہ کنان

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کنعان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

دلتی افزا جودہ تھا مصر میں جوں باد بہار مصر کا اُس کے قدم سے ہوا زمان گلزار
غچہ سالاد ہاں کی ریاست کے کھلے عقدہ کار گلشن دہر میں اب تک یہی بلبل کی پکار

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کنعان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

سرو و شمشاد کو پھر آئے طراوت تازہ گلر خون نے ہے طاعیش کا منہ پر غمازہ
جام عشرت ہے بلبل آج ہر ایک خمیازہ شش جہت میں طرب و جشن کا ہے آوازہ

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کنعان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

شہر سے دشت تلک روئے زمیں رشک تین آب و رنگ آیا ہے پھر تازہ برود گلشن
سبز شاداب و شگفتہ ہیں گل و سرو و سمن گل کے مانند ہوئے خندہ زنان غنچہ دہن

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کنعان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

اب جہاں دیکھو وہاں جوش مبارکبادی اور ہر یک بزم میں ہے جشن و نشاط و شادی
ہر مکان بیچ سرفروسی ہوئی آبادی ! دل زندانی ہجراں کو ملی آزادی ۱۱

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کنعان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

ساز عشرت تو ہر ایک بزم میں موجود ہے جا بجا جشن کا آئین ہے قانونِ طرب
کثرتِ عیش ہے ہر شام و سحر و غد و شب جشنِ جمشید ہی اس جشن کو پہنچے ہے کب

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کفنان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

زال دنیا کے تئیں پیر کے جوانی آئی ہے
لوے پیراھن دلدار صبا ہے لائی ہے
جلوہ گر کیوں نہ ہو آنکھوں میں بعد زیبائی
پیر کفنان کے بھی آنکھوں کو ملی بینائی

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کفنان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

شکر مد شکر کہ امید بر آئی دلخواہ !!
شب عشرت سے ہوا ہے بدل ابرق سیاہ
دلق افزا ہوا اس طور سے وہ نور نگاہ
ابر کو ہیر کے جس طرح نکل آوے ماہ

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کفنان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ

بسکہ ایمان ہنر کا تھا کساد بازار ؟
کاسہ سدر میں اسافل کے بھرا تھا پندار
جنس جو ہر کا خریدار نہیں تھا زہار
شکر ہے اہل ہنر کے ہوئے طالع بیدار

یوسف اب مصر سے آیا ہے جو کفنان کے بیچ

جان آیا ہے گویا قالب بیجان کے بیچ



مخمس (نعت و منقبت)

(۱)

دیکھ لے ہیں عیسا نبی و علیؑ جون مہ دہر ہاں نبی و علیؑ
 پر جدے ہوں کہاں نبی و علیؑ یک دل و یک زباں نبی و علیؑ
 گھر تو اماں نبی و علیؑ؟

انہی نظروں سے کب رہا ہے چھپا عالم غیب بھی شہود ہوا
 شہب معراج اٹھ گیا پروا آنچہ باید بکند ذات خدا
 واقف و رازداں نبی و علیؑ

بسکہ یہ دونوں ہیں گے نیک شیم نرق نہ کہتے توں فدا بھی ہم
 حشر کے روز ہیں شفیع ائم حکمران از طریق عدل و کرم
 در زمین و زماں نبی و علیؑ

ان کے عارض یہ عنبریں کا کل دیکھ شرماتے خلد کا سبل
 خذ لیسوں نے یہ کیا ہے عل فی الحقیقت برنگ غنچہ و گل
 دونوں ویک روزاں نبی و علیؑ

اس طرح ان میں ہے خدا کا ظہور دونوں آنکھوں میں جس طرح ایک نور
 اتمیت ہے یہاں تہاں قصور اسے سخن رسا بیس بعین شعور
 کعبہ قدسیاں نبی و علیؑ

اس قدر ہیں بہ اتحاد و شعار جوں بہم موج و آب کا اظہار
ہیں ازل سے ابد تک درکار خضر و الیاس می کند اقرار
زندہ جاوداں نبی و علیؑ

کون اسکندر و کہاں کا جم ! ہو گئے ایسے سینکڑوں ہی عدم
یہ عرب کے ہیں شاہ ماہ عجم بسر لوح پر نگاشت قلم
افسر فقدان نبی و علیؑ

ہیں گئے ظاہریں یہ جدے ہر چند پر ہیں باطن میں اتحاد پسند
انکے رتبہ کی عرش پر ہے کمند ہر دمہ راہ ذرہ کی سنجند
نور نہ آسمان نبی و علیؑ

کون سی چینر کا ہے پیاں اخفا سارے اسرار ہو گئے افشا
ان سے باہر نہیں ہے علم خدا رمز عرش است بابہ ادنیٰ
محرم لا مکان نبی و علیؑ

ہیں یہ از بسک باعث دو جہاں ان سے ظاہر ہوئے ہیں کون مکا
انکے محکوم ہیں زمیں و زماں گفت پر در دکار عالمیاں
سید انس و جاں نبی و علیؑ

رنگ ہے یہ وہ لبو سے دیکھتے نشان ہو دیں جوں غیجہ و گلستاں
فرق ان میں نہ ہو کسی سے بیاں روشنی بخش محفل ردو جہاں
شمع یک دودمان نبی و علیؑ

ایک ہیں ایک یہ بزرگ نہاد یہاں خیال دوئی بھی بے بنیاد

مطلق اس قید سے ہیں یہ آزاد سرور عنائی گلشنِ اربحاد
بے شک دیے گماں نبیؐ و علیؑ

معجزے ان کے بسکہ ہیں انھیں ابنِ جابر کی ہے جہاں کو خبر
رکھ نصیری کے حال پر بھی نظر رُبعتِ شمس ہیں و شوقِ قمر
بر فلک حکمراں نبیؐ و علیؑ

کوئی ہو شاہ یا کوئی دولیش کوئی صانع ہو یا کوئی مبدِ کیش
کوئی خوش دل ہو یا کوئی دلریش در دو عالم بحال امتِ نعوش
مشفق و مہرباں نبیؐ و علیؑ

خوش ہو ایمانِ فکر و غم سے نکل نہ کر اپنے حواس کو مختل
مہمواتج سے گو کہ نیک عمل در حضورِ خدا کے عز و جل
شافعِ عامیاں نبیؐ و علیؑ

غزل (۲) منقبت

مداحِ ترا جا بجا ہے گما خدا مولا علیؑ نازلِ تبری ہی شان میں ہے انہا مولا علیؑ
تو ہے انہی مصطفیٰ اور رہتا مولا علیؑ دونوں جہاں کے سیح میں ہے یہ بعد مولا علیؑ
بدر الدجی مولا علیؑ شمس الضحیٰ مولا علیؑ

دوبار تیکر واسطے شاہِ پھر اسے آفتاب روشنِ نبیؐ پر وہ قدم چمکا بتوں کو کز خراب
جو کچھ زمین پر حادثہ گزرے سدا یا بوتراب کرتے ہیں خدمت میں تبری وہ عرضِ ہر وقت تھا

تابع ہیں تیسرے حکم کے ارض و سما مولا علیؑ

قرآن کے آیات ہیں ناطق تیری تفضیل پر چتندین احادیث نبیؐ وار ہیں اس تفضیل پر
قادر ہے تو ہر علم کی توجیہ پر تاویل پر قدرت ہے تجھ کو معنی توریت اور انجیل پر
کس سے ادا ہووے تیری مدح و ثنا مولا علیؑ

شاہا تیری مدح و ثنا ہے بیشتر قرآن میں حاضر ہیں تیسرے روز و شب جن و ملک فرمان میں
نانی تیرا دیکھا نہیں ہرگز کوئی انسان میں کر دے گدا کو بادشہ تیرا کرم یک آن میں
سایہ تیرا ہے بہتر از عل ہما مولا علیؑ

گاڑھا ہے نیزہ آہنی کے تو نے سنگ میں دروازہ سنگیں سپر لے کر گیا ہے جنگ میں
بدرو حنین و تا احد با شاہ ہر اک جنگ میں تو قاتل کفار ہے یکتا ہے نام و ننگ میں
ہاتھ سے تیری شان میں ہے لافتا مولا علیؑ

تو نے بچا یا ہے شہا سلاں کو جا کر شیر سے عمرو سے لے غتر تلک کٹ گئے تیری شمشیر سے
سافر نہاروں قتل کر تو نے کئے ہیں ڈبیر سے کرتا ہوں خدمت میں تیری یہ عرض میں تو میرے
آسان کر مشکل میری اب جلدیا مولا علیؑ

افلاس کا جبکہ تیس ایک عمر سے آزار ہے اس کی دوا مغز فلوس اور شربت دینار ہے
کوئی کسو بھی طرح کا شاہا اگر بیمار ہے ! تجھ در کی خاک اس کو ہے بس اکیر کی درکار ہے
یشک ہے تیرا استہارا الشفاء مولا علیؑ

منہ سے کہا ہے آپ کو جب احمد مختار نے ہارون کا رتبہ لیا تب حیدر کرار نے
فرمایا نور احمد اس صاحب اسرار نے اور لمحک لمحی کہا اس دین کے سردار نے
من کنت مولا کو سمجھ ہے پیشوا مولا علیؑ

شمس و قمر ترہہ سے لے نافر قداں یہ با ستے حسین و احمد اور علی خیر النساء کی ذات ہے
جلد اوہنوں کے نور میں واجب ہمیں رات ہے یہ ہے صراط المستقیم اس میں نہیں آفت ہے
ہے بعد احمد ہادی راہ ہدی مولا علیؑ

بندوں کا تیرے کمتریں بندہ ہوں میں آباد شاہ جرم و خطا کے بیش سے گرچہ کیا نامہ سیا
یا فی الحقیقت سر بسر ہوں غرق دریاے گناہ پر چار موج حشر کے طوفان میں آدیں پنا
بیشک ہے کشتی نوح کی تیسری ولا مولا علیؑ

تجھ آستان پر ہم و مہ دن رات گھستے ہیں جیسے ایمان صدق جان سے ہے کا غلام کمتر
تیکر سوا اس کا کوئی کونین میں حاوی نہیں ہر ایک دم صبح و سایہ ورد ہے یا شاہ دیو
حاجت روا مولا علی مشکل کشا مولا علیؑ



نہ یادے رنگ بولگی جہاں میں غار خوش ناصح
نہ پوچھے منقب پروانہ کو ہر گز گس ناصح
جباب سحر کو دیکھا ہے تو نے ہی تو بس ناصح
دل بے عشق کے دشمن بہ شریک نفس ناصح

کسے ہے کام پتھر کا ہوا مینائے حنالی سے

کیا ایمان سے اقرار ہر مضمون پر آنے
بھٹکا یا اپنا سر قوس نقرح کے قد بالانے
نجلت کا عرق لایا ہے منہ پر مویح دریائے
کبھی تعریف میں جو بیت تھ ابرو کی سودا
خراج دبا جیتے ہیں وہ دیوانِ ہلالی سے

محس

(۲) ابرغم ایسا فراواں نہ ہوا تھا سو ہوا
ناوداں بر سرِ مژگاں نہ ہوا تھا سو ہوا
کبھی اس طرح کا باراں نہ ہوا تھا سو ہوا
اب تلک اشک کا طوفان نہ ہوا تھا سو ہوا
تجھ سے اے دیدہ گریاں نہ ہوا تھا سو ہوا

اے صنم حسن ترا بسکے ہے خورشیدِ پناہ
چشم و آبرو کی کہوں کیا کہ ہر اک ہی دلخواہ
کف آلودہ ترے ردِ برد ہے چہرہ ماہ
جس نے دیکھا تری صورت کہا سبحان اللہ

قدت حق سے غایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

گلشنِ رخ تو ترا سبز ہوا اب تو زور
حسن کا تیرے پرستاں میں پرا اب تو شور
دل عشاق کا ہے خال سیاہ کا فر حور
خطا کی خوبی ترے مارض پہ یہ کہتی ہر کور
رونی ملک سلیمان نہ ہوا تھا سو ہوا

حسن تیرا ہے زلیں فتنہ مشرور سن سے
یہی سنا ہوں جہاں بیچ پری و جن سے
ظاہر آستوب ہی ہوتے ہیں ترے باطن سے
قابلِ شانہ ہوئی زلف تری جس دن سے
کبھی جو دل کہ پریشاں نہ ہوا تھا سو ہوا

گو کہ شریف نہ لایا تو مرے مسکن تک
نفس سرد نہ گذارتا کبھو شیون تک
پینٹ پہونچی نہ کسی اور کے پیرہن تک
خون دل چشم سے بہتا تھا مرے دامن تک
موجزن تابہ گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا
بلوہ گر حسن ترا جب سے ہے محفل کے بیچ !
مردمک سلا ہے بحر انور ہر اک تل کے بیچ
پہلی آتا ہے نظر دیدہ کمال کے بیچ
داغ تجھ عشق کا چمکے ہر مرے دل کے بیچ
ہر ذرے میں درخشاں نہ ہوا تھا سو ہوا
سن لے ایساں سے اے عاشق صحرایا
تیری وادی کی ہے جہان شغیب ہوا
شرق سے غرب تلک میں نیلہ دیکھا ہر جا
ابر ترگاں کے تصدق سے ترے اے سودا
سیرِ محرم جو بیا باں نہ ہوا تھا سو ہوا

محسوس

تری نگاہِ کرم مجھ پہ شمعِ رُوم معلوم (۵) براؤے تجھ سے مرے دل کی آرزو معلوم
لگے لگوں ترے پروانہ طور سو معلوم اب اس طرف تری دل گرنی شعلہ سو معلوم
تپاکِ غیر سے جو ہوں گے ہم سے جو معلوم
ردا نہیں ہے تجھ سے اس قدر ابیر کیا نہ یاد مجھے تو نے ایک روز بخیر
کرے ہوا دروں ہی کے ساتھ نت چمن کی سیر بھری ہے دل میں ترے باں تلکِ محبت غیر
کہ جا نہیں مرے کینے کو ہر تو معلوم
خدا خواستہ کوئی تری نظر سے گرے ترا مزاج پھر اس کی طرف کبھو نہ بھرے
نہ نہ زور نہ طالع نہ رحم دل میں ترے نہ نہ زور نہ طالع نہ رحم دل میں ترے
جو چاہے تجھ سے یہ دل کامیاب ہو معلوم

دیا و فائے قدیمانہ کو مرے برباد !
 کیا نہ ذرہ میکا دل کو ایک نہ بھی نہ
 پھر اس پہ دیکھو تو یہ جور تازہ ہے ایجاد
 کلاہیں غیر کے میری وفا کرے ہر یا
 سو غائبانہ گم جو اس کے روبرو معلوم
 ترا نظیر جہاں میں کوئی نہیں نہ رو
 جمال زہرہ جیسے مشتری ہلال اُبرو
 رکھے ہے فرق زمین آسمان مجھ سے تو
 عبت ہے ہر کی منت اٹھ تلاش بے دکو
 ہے وصل دور ترا میری جستجو معلوم

یہ لٹ دھوئیں کے ہے مانند اس کی سلسلہ دار
 یہ اس کے روبرو غنیم کی گرمی بازار
 یہ پیچ و تاب میں رکھے نہ سنبل زار
 خطا ہے زلف کو تیری کہوں جو خشک تار
 سیاہ قام تو وہ ہے پر ایسی بو معلوم
 اگرچہ شعر کے کہنے میں چپ نہیں رہتے
 پھر ہیں ہیں شرم کے پانی میں آخرت پتے
 کہو جو بات کچھ ایمان کی نہیں ہوتے
 سخن تو یار بھی سودا برا نہیں کہتے
 دے جو چاہیے انداز گفتگو معلوم

مخمس

تیرے لئے سو میں بہن کر گیا (۶) خرچ فقط زور نہ زکر گیا
ایک بھی ذرہ نہ اثر کر گیا دل میں ترے جو کوئی گھر کر گیا

سخت ہم تھی کہ وہ سر کر گیا
چشم تو نحو نثار میں وہ روز و شب
تس پہ گینچی تیغ نگہ ہے غضب
جان سے بچتا ہر کوئی واں تو کب
جای بھڑا اُس صف مڑ گاں کب
دل تو بڑا سا ہی جگر کر گیا

شہر سے تادشت میں پھر تارہا
اُس کی تمنا ہی میں صبح و مسا
کل جو سہراہ مجھے مل گیا
دہم غلط کار نے دل خوش کیا
کس پہ نہ جانے وہ نظر کر گیا

تجھ سا نہیں آج کوئی دلربا
لب کا ترے لعل ہلک بے بہا
کون سی خوبی کی کروں میں ثنا
فیض ترے وصف بنا گوش کا
اپنے سخن کو تو گھر کر گیا

بسکہ ہو س دھڑ رز کی بھی تھی
کون سی خدمت کہ نہیں ہم نے کی
آشنا پانا ہوا وہ دلی ؟
دیکھ لی ساتی کی بھی دیا دلی
لب نہ ہمارے کہو تر کر گیا

سینویہ اک نقل عجیب و غریب
جھوٹ نہ میں تجھ سے کہوں عجیب
برسر امدارتھے اس کے نصیب
رات ملا تھا مجھے تہناریتب
یار خدا کلمہ ہے ایں ڈر کر گیا

چلتے ہی جی کے تھے یہ سب اقربا
بعد کسی کا نہیں کوئی آشنا
اپنی کہیں بیکسی ہم آہ کیا
خاک ہماری پہ بجز نقش پا
کوئی نہ آخاک بسر کر گیا

کس نے نہ دیکھا ہے جوانی کا سن
عشق بھی ہے انس سے لے تا برجن
یوں جو تو گریاں ہے سدا یا ربن
میں نے یہ سودا سے کہا ایک دن
غم ترے کیا سینہ میں گھر کر گیا

تجھ سے نہ دیکھا میں کوئی اسے جواں
رات دن آنکھوں سے رہے خون رواں
عشق کی شدت سے ترے الاماں
سن کہ کہا جو کوئی آیا سوایاں
سیر بہ اندازِ دگر کر گیا

خصلت بلبل ہے کہاں زارغ میں
رونق گلزار نہیں راغ میں
خوبی لالہ تو نہیں داغ میں
ایک جو مانند گل اس بلغ میں
حسرم و خداں ہو گزر کر گیا

بس کہ ہے مقسوم ہر اک کا جدا
کوئی ہے خوش کوئی ہے غمگین سدا
ایک جب اس باغ سے لٹا لگا
آن کے شبنم کی طرح دوسرا
شام سے رو رو کے سحر کر گیا

اپنی تو ایمان غمناک راہ لے
پھیر کسی کو نہ متا جاتے دے
کوئی مرے پا کوئی اب بھی رہے
اب تجھے کیا تلافی اس ذکر سے
ہر کوئی اک طرح بسر کر گیا

محسن

ہم تو واقف ہی نہ تھے عشق کی بیماری سے (۸)
 اور نہ اس تیرہ شب ہجر کی بیداری سے
 کچھ سروکار نہیں تھا کسی دشواری سے
 شکوہ اغیار سے نہ بار کی بیزاری سے
 جو ہوا ہم پہ سو اس کی گرفتاری سے

بعد اک عمر جو لایا تھا تجھے جرخ کمن
 میرے اس کلبہ احزاں میں بعد حیدرین
 شمع رو لگ گئی پر وہ صفت تجھ سے لگن
 وقت رخصت کے فرے اس سر بھی کے دشمن

تھام تھام اپنے رکھادل کو میں کس خواری سے
 تھام تھام اپنے رکھادل کو میں کس خواری سے
 ٹلک بھی مڑ گاں نہ جھپک چشم اگر مینا ہے
 کہ نظم سے بھی ٹلک سیریاں جیلا ہے
 ساغر گل سے مے رنگ اگر پیتا ہے
 ہر قدم کوئے بتاں کا رگہ مینا ہے
 دیکھیو ریح کے سنبھلے ہوئے ہنسیاری سے

مشتری دل سے ہی کیونکہ نہ ہوں اک زہرہ
 پایہ قدر ترا پینچا ہے تاعرش بریں
 نور سے چہرے کے روشن ہو کر روتے زلیں
 شہنہ تجھ حسن کا شکر عالم علوی میں اپیں
 ہر دم جھانکے ہے کیوں پردہ زنگاری سے

موسے ہر چند نزاکت میں کرتا ہے بہتر
 اور بنا گوش سے کب آب گہر ہے بہتر
 حسن جاسوز سے ہر ترک نظم ہے بہتر
 دل یہ کہتا ہے کہ اس لب حذر ہے بہتر
 گھر اک عالم کا جلا ہے کسی چنگاری سے

تجھ سے یہ عرض ہے آسمان کی آغوشِ املن
 ہیگا رندی کے سزاوار جوانی کا سن
 لہذا زیادہ نہ خرابات کا اب ہوساکن
 واہ قام نہ تری آنکھ جھپکی اک دن
 ابرو ناپا ہے سدا خوف سببہ کاری سے

مخمس

تا چند مری جان دل آزار رہو گے (۹) ہر بات پہ کھینچے ہو سے تلوار رہو گے
 فونخوار و جفا کار دستم گار رہو گے عاشق کے کسی روز بھی غنخوار رہو گے

یا یوں ہی سدا بر سر انکار رہو گے

یہ گرم نگہ قہر ہے جل جاؤں گا پیار سے کیا آنکھ دکھانے سے نہ گہرا دکھا پیار
 جیتا ہوں کوئی روز تو بتلاؤں گا پیار سے پر سامنے ہر گز نہ کجھو آؤں گا پیار سے
 گریوں ہی مری شکل سے بزار رہو گے

خوشید جیب آنکھوں میں تمہاری ہوا درہ کیا چیر ہیں پھر سامنے پرویں و مجرہ
 اس حسن و جو اتنی پہ یہ اندر سے غرہ کیوں کر نہ رکھو گے سر عشاق پہ ارہ
 جب شانہ کش طرہ طرار رہو گے

کوچہ میں تر پتے ہیں کئی آہ دل انگار اور کھینچے ہیں نالہ جانکاہ ہر اک بار
 اُن کے بھی کجھو ہو کے خدا کے لئے غم خوار یا آئینہ خانے ہی سے رکھو گے سرو کار
 سائل ہی کے بچوں میں گر قرار رہو گے

بھٹکاو تو ملاقات کی تم سے ضرورت دن رات سے منظور مجھے نیک صورت
 پر میری طرف سے تمہیں اتنی ہے کہورت غرہ سے نہ دکھلاو گے اک روز بھی صورت

ہر چہ نہ کہ دیوار بہ دیوار رہو گے

بر وادائیں ہم کو بجا کرتے نہیں تم بات اور یوں ہی اگر ہم سے ہے انکار ملاقات
 لیکن پس دیوار ہی اور ہم میں ہر اک رات آجائے گی اس ہاتھ آلودن تو کوئی گھات
 تا چند بھلا دیکھیں خبہ دار رہو گے

ہر چند مرے یاں سے تھا ہمو کے سدھار
اغیار خوشامد تو لگے کرنے ہوں سارے
پر چار ہی دن میں بزمے لوٹ تمہارے
جب کوئی بھی ٹک جا کہیں دینے کا پیارے
تب میرے ہی گھر آن کے تاجدار رہو گے

اے جان تمہارا تو کیا ہے کہ ہم اب ہوش
رہتا ہے کسو پر بھی جوانی کا سدھار ہوش
یہ یاد کے قابل ہے نہ کیجے گا قرا موش
قر یاد پہ بلبیل کے رکھو گے تم اگر گوش
تو لاکھ برس غیرت گلزار رہو گے

ہر چند کہ جوں سم وہود راصل سرفراز
اور جو ہر ذاتی ہے تمہیں دلیری و تاز
پرفستہ دوران کا نرالا ہے کچھ انداز
خوبوں میں زمانے کے تو ہو جاد گئے ممتاز
دو چار برس ہم سے اگر یار ہو گے

ہر چند چمن میں تو ہیں خورشید سے تابدار
پراس کی نظر میں چمن میں ہر زیب دہ صد
درپے ہے اسے رشتہ سے صیاد کے سوغدار
بلبل کی گلو! ہو گی اسی روز تمہیں قدر
جب باغ سے آکر سر ہزار رہو گے

اس غرقہ عشاق کہ ہوش کہ صر ہے
اس آہ میں کیا خامہ جس میں زار ہے
ہر انگ کے ہمراہ رواں لخت جگر ہے
کچھ حال یہ اپنے بھی کبھو تم کو نظر ہے
آنکھوں سے بھلا کب تیں خوبا رہو گے

یہ وہ ہیں جفا کار و دل آزار و ستگر
شمیر سے بیدار کی کاٹے پہا کی سر
گمراہ ہیں اتنے کہ خدا کا بھی نہیں ڈر
تم یار و جلاتے تو ہو دل اپنا بتوں پر
لاچار ہو پھر آپ ہی من مار رہو گے

ہے گرم مجھے تب سے یہ اخلاص تو جتب
رہتی ہے مری جان ہر اک آن ہی بر لب
موشن یہ مراد نجدائی ہو تمہیں جب
یا لیں یہ مری شمع کے مانند کس شب
تا صبح اگر شام سے بیدار نہ ہو گے

وچشم کہ ہے فرقہ عشاق کی آفت
 وچشم کہ ہے فرقہ عشاق کی آفت
 اور اس کے تصور سے نہیں ٹلکتے ہیں فزیت
 اے حضرت دل کا ہے کو پھر یا ہو گسخت
 اس نرگس قنار کے بوجہ بار بار ہو گئے

اے ساکن فرہوس غیث تم کو ہر بیدار
 اے ساکن فرہوس غیث تم کو ہر بیدار
 اس بات کا والد کہ شاہد نہیں درکار
 ایسے تو ہزاروں یہاں دلچسپ ہیں گلزار
 دیکھو گے تم اک بار اگر شوچہ دلدار
 حیران ہی جوں عہدوت دیوار رہو گے

وہ احسن تقویم سزاوار تیار رک
 دیوانہ بنے دیکھ ملک جسکو یکا یک
 یہ بات تو ہر صاف نہیں اس میں ہر کچھ شک
 پرواہ ہے کہاں حسن کو ایمان کی جوبک
 آئینہ صفت طالب دیدار رہو گے

محکم

[۱۰]

بیزار رات دن ہیں ہر چند اپنے جی سے
 ہم بھی اگر جہاں میں ہیں قسم آدمی سے
 تو کس طرح خفا ہوں اب حرف واجبی سے
 واقف جو ہم نہیں ہیں اس بزم میں کسی سے
 ہیں کیا غریب بیٹھے چپ چاپ اجنبی سے

تم بھی تو جانتے ہو میں بھی تو ایک ہو ننگا
 کب مانتا ہوں پیار جب تک منزئہ نونگا
 بس چپ رہو نہیں تو کچھ اور میں کہوں گے
 کہتے ہو نیند آئی ہاں کیوں نہ سونے دوں گے
 حد کرم تو ایسی کیا ختب جی ابھی سے

کہ صرگئی تمہاری اے جان چل بلا ہٹ وہ دھوم دھام شوخی وہ چہل اچھلاہٹ
ہر بات ہر ادا میں وہ ایک نئی لگاؤٹ کیا منہ تیار ہے ہو اللہ رے لگاؤٹ
گویا کہ آشنائی کا ہے نہ بھی ہنسی سے

مشاید کسی سے پیارے دل تیرا لڑ گیا ہے تیرے نگاہ اس کا سینہ میں گر گیا ہے
ایک بات جو ناتی تو ہم سے اڑ گیا ہے کیا قحط خبر ویاں عالم میں پر گیا ہے
گٹھ جائینگے ابھی ہم اک اور ہی پری سے

سچ مجھ تیری پیارے وہ شوخ ہے نیکٹی ہرگز نہیں پہنچی کوئی پری چھبیلی
زرگس سے تباہ سو سن صورت ہے نیلی پیلی ہندی کی ٹیٹوں کی آڑ ہے سخت سیلی
ادرخوں ٹپک رہا ہے لالہ کی ہرکلی سے

ہر چند دشت میں ہیں اکثر پہاڑ خاصے باہم کسی جگہ پر ہیں سبز تار خاصے
میدان بھی کئی ہیں گرچہ اجاڑ خاصے اس بات کے لئے چین کے جھاڑ خاصے
ستھری بڑے مزے کی پاکیزہ اچھی جی سے

ایمان سے ہمیشہ آگاہ تجھ کو رکھے دولت سے دو جہاں کی دلخواہ تجھ کو رکھے
آرام و عافیت سے ہر ماہ تجھ کو رکھے تو اور شی ہے النساء اللہ تجھ کو رکھے
مسرور و شاد و فرحان ہر دم ہنسی خوشی سے

قطعہ

شمع محفل نے ایک رات کہا .. دیکھ پروانے کو یہ سوز و گداز
وہ جو ہے عندلیب عاشقِ گل .. آہ و نالہ سے ہے سدا دساز
چپ ہی چپ تو جو ہے جان عزیز .. ہم پر اب تک کھلا نہیں یہ راز

سن کے پروانہ نے پڑھا ایمان .. آہ یہ شعر سہمی شیراز
عاشقان کشکاش معشوق اند
برینا یز کشکاش آواز

قطعہ

اے فخر جہاں صاحب احسان و کرم
عالم تجھے دیتا ہے مبارکبادی !
مسند پہ وزارت کے بفرحیدر !
فرختہ تھے ہوئے یہ عید نوروز
ایمان بھی ہوتا ہے سعادت اندوز
جیوں شمع تری ذات رہے ہرم افروز

۰

زمین و آسمان جب تیس رہیں ہم جم
شب قدر و نوروز ہر روز و ہر شب
تجھے عیش اس طرح نت بہتہ ہو جم
سہ و ہر جب تک نکلتے ہو باجم

مسترق اشعار و قریات

مل نہ کھو رقیب سے تجھ سے کہا بھلا کہا
کاہے کو جا کے باغ کو دیکھو
دیکھا نہیں مدت سے اس یار سخن داں کو
تمازت تیرا پہلے سے اگر سرد سہی ہے
چمن میں بہار آئی خبر ہے سونو سے
میرا سخن نہیں غلط اگر کہا بجا کہا
ینہ کے اپنے داغ کو دیکھو
اس سرو خراماں کو اس غنچہ خنداں کو
پر باغ کو تجھ حسن کی اب آئندہ بھی ہے
رگ گل ہوا سنبل رخ گل کے پر تو سے



ضمیمہ غزلیں

[۱]

نہ رکھ تو دل شہرگاں سے ذرا غبارِ شیخ
کہ یہ گرمہ جہاں میں ہے خاکسارِ شیخ

سوائے شاہدِ ساقی نہیں کچھ اور وہاں
نہ جاتا مجلسِ رنداں میں تازینہارِ شیخ

ہمارا منکا تو پھر تاپے تارِ زلف کے بیخ
تو اپنے دانہ تبیح کا کر شمارِ شیخ

کچھ ایسی ۔ ۔ ۔ ۔ تو ٹھیرے کہ جملہ آپہنچے
کسی کا چھ کہے اس وقت انتظارِ شیخ

ہزار طرح کی سستا ہوں ۔ ۔ ۔ اس کے
نہیں ہے دل پہ مرا اعلیٰ اختیارِ شیخ

یہ شیخی جیہ و دستار کی رکھ تہہ کر
پری رنوں سے جو تو ہوے رو بہ کارِ شیخ

جو کوئی یار کے دل کو مری طرف پھیرے
اوسکی بات کر دی میں تو اختیارِ شیخ

تراویح (قلمی) اکتب خانہ سالار جنگ جیہ آباد

ہائے واسطے ہی رحمت الہی ہے
 اگرچہ ہم ہیں سراپا گناہ گارے شیخ
 طوافِ دل کا ہے ایمان کی قسم اولی
 نہ جی... یہ ہو کعبہ کو سوارے شیخ

[۲]

کیونکر نہ گمے خاک یہ اب آبروے شیر
مفتاب نے بہائی ہے گلیوں میں جوے شیر
گلرو سے کیا جلال اسے شبنم ہو روبرو
غنیجہ کے صفحہ سے آتی ہے اتنا بھی کو بیشیر

اے سرو نازات کو پاشوب کو تیری
 جہتات سر پہ لاوے ہے اپنے سب سے شیر
 مجلس سے یوں ہوا ہے بدرودِ سیمِ رقیب
 جس طرح سے نکال کے پھینکے ہیں موئے شیر

ایمان ایک بھی نہیں مخلوق بے طمع
گوارہ میں ہے طفل کو ہی سچے شیر

[۳]

جھکے تو اس قدر ہے وہ دل دار کی ہوس
 بلبل کو حسیں طرح سے ہو گلزار کی ہوس
 دل کو تو اپنے زنگ و کدورت سے پاک کرے
 رکھ آئینہ کی شکل میں دیدار کی ہوس

سوس نہیں یہ کرنے کو جو ہر ترے نثار
خنجر کشیدہ ہاتھ میں لے کھ رہا ہے باغ
ایمان تھا کون سیر چین کو اے عندلب
ہر صیغہ دم دریائے - رہا ہے باغ
ایمان مجھ سے بولا کہ اس شاہ حسن کے
شریف روزانے سے آگ رہا ہے باغ

[۶]

دیکھ اور نگ چین پر خسر و گل کا دماغ
کیوں نہ ہو وے تازہ و تراب تو بلبل کا دماغ
نواب میں دیکھا ہے کس رو کی زلف مشکبار
ہو گیا یکسر پریشاں اب جو سنیل کا دماغ
دخت زہر نما زہرست کر بگرائی پیر قفاں؟
خوشنما چشم پری رویاں میں ہے مل کا دماغ
بزم سے شیشہ دلوں کے بول تک بلبل پری
مت کہیں ہووے پریشاں شور و قفل کا دماغ
یار نے سر میں رکھا ہے باندھ گیسو کو راز
کب نہ پہنچے عالم بالا پہ کاکل کا دماغ

[۷]

نہ پائے کوئی اس سے داد مطلق
کہ سنتا ہی نہیں فریاد مطلق
مقیہ اور ہیں اب بندگی پر
دیا خدمت مری برباد و مطلق
نہ کیے حرف اس پر اس پر
ہو وے جس کو استعداد مطلق
رگ جوش محبت سے قسم ہے
خبر رکھتا نہیں فساد مطلق
خرابے سے جہاں کے پیچ ہے ایمان
نہیں آگاہ تھا شداد مطلق

[۸]

حق نے بخشا ہے اسے تاج درگل بلبل
 عین عصمت ہے وہ دامن ترگل بلبل
 ٹکڑے ٹکڑے ہو گرا اب جگر گل بلبل
 پھر غزاں میں یہ کہاں کروں گل بلبل
 جب سے لائی ہے مہمانے خبر گل بلبل
 کیوں کہ فریاد سنے گوش گھر گل بلبل
 جلوہ فریب سے شہ بخت در گل بلبل

لوے نخت سے ہے معمور سر گل بلبل
 مختلط ہونے سے شبنم کے نہ کر شور و فغاں
 مثل الماس تھا ہر قطرہ شبنم از بس
 رزتا لیوے کوئی روز کہ ہے فضل بہار؟
 سراٹھا دیکھے ہے ہر سرو چمن سے پیچ
 رحم و انعام اسے جب کہ خدا داد نہ ہو
 تو بھی ایمان چل ساتھ چمن میں جلدی

[۹]

چمکیں نے صحن باغ میں کاٹا ہے ڈال گل
 غنچہ کی لے کتاب کو کھولے ہے نال گل
 دیکھا تھا صبح اٹھتے ہی سبیل کے بال گل
 بلبل جو ناچتی ہے تو دیتا ہے تال گل
 غنچہ کی طرح سر کو رکھے زیر بال گل
 آخر کو ہار ہار کے پایا حسدال گل

سوسن سے اب ٹانگے ہارک جاے نال گل
 ہر جمع ترے شوق میں شبنم سے کروں نال گل
 آخر کو تری رخصت نے کی اس کو تار
 گلشن میں زور راگ نے باندھا ہے سبیل
 جاوے اگر تو باغ میں اسے رشک تو بہار
 گنجھ خراں سے چلتے ہی جھڑکے تمام برگ

ایمان غنچہ لب سے کہہ دے بہار میں
 دو چار دن میں دیکھ ہے خواب و خیال گل

[۱۰]

جدا ہوتے ہیں تجھ سے اسلئے اے جان ملتے ہیں
 اگر باقی ہے کوئی دن زندگی پھر آں ملتے ہیں^۹
 بزرگ بوے گل ہمکو نہ دے برباد اے پیارے
 جہاں میں جاں نثاروں سے کہیں انسان ملتے ہیں۔
 پس ہے سبزہ خطیمہ گھر رنگ پر اس کے
 سپاہ حسن کو رخصت کے اب کے پان ملتے ہیں
 تو تو ہے پاس میں پیارے تو دوزخ کے برابر ہے
 اگر باغ جہاں میں حور اور غلمان ملتے ہیں

صبا کے ساتھ چل ایمان تو بھی ملک جاناں کو
 ہزاروں راہ میں گلزار اور بہستان ملتے ہیں

[۱۱]

ساتی مجھے نہ رکھ جدا اب خمار میں
 بلبل سیاہ مست پھرے ہے بہار میں^۹
 مریباؤں تو بلا سیتے پہنچوں قدم تلک
 فولاد کے اگر چہ تو ہو دے حصار میں -
 دل کو ٹٹا ہے شاد ہوا آتی ہے جس گھر
 جھکا رکھ گنگروں کی شب انتظار میں
 ڈھونڈا نسیم ہو کے عطا و خشن کے بیچ
 پایا نہ ہوے زلف کو مشک تدار میں
 ایمان جو اس کے دانتوں کی دیکھا ہوا ہے تاب
 ویسی جگہ کہاں ہے دُور آبدار میں

[۱۲]

سپر کے اوٹ میں شمشیر ظالم یوں چمکتی ہے
 کہ جیسے کالے بادل میں کبھو بجلی دھکتی ہے^{۱۰}
 خدا اب کسے یار دکر پیارا آئے آج
 ہماری آنکھ سیدھی کئی دنوں سیتے پھر کتی ہے
 یہ آب گریہ تپسیر تیل کتے تیش اور چھڑکے ہے
 پڑی ہوئی تن بدن میں آتش ہجر اں دہکتی ہے
 میاں چل باغ میں اب تو بسنتی پہن کے کپڑے
 ادھر کو مور پھولا ہے ادھر کو مل کھکتی ہے
 صنم کی زلف مشک کی عجیب دھکارا ایمان
 کہ جیوں شب کو بگوش میں راتوں کو کھلتی ہے

عزیز مراد بیاضی و کتاب غزلہ سالار جنگ

[۱۳]

خدا کے واسطے بلبل کومت ستا صیاد
 ہیں تیسرے دام میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پیچھے
 پلنگ و آہو کو یکجہاں کیا جھلا تا ہے
 ثواب رزق تو اکشت پر نہیں ملتا؟
 گلے سے نکلے ہے نچھیکر کی مٹا ہر دم
 کبھو تو آپ بھی ہو جہاں شیر کا لقمہ
 بڑا یہ شور ہے ایمان مرغ و باہی تک
 چمن میں ۔ ۔ ۔ دی پاک ۔ ۔ ۔ صیاد
 ہے بے تر بالوں کی فریاد کونہ اسیاد؟
 نزار آفریں شاہش مر جبا صیاد
 اگرچہ دام پہنچتا ہے جا جبا صیاد !!
 کہ نسیم جان تڑپتا نہ جھوڑ جا صیاد !!
 اگرچہ دشت میں پھرتا ہے بارہا صیاد
 کہ صبح دیوے ہے کل سب کا خون بہا صیاد

ایک دن میں نے کہا ایمان سے
 جہان دینا ایسے کافر کے لئے
 رات جب تو بزم سے اٹھ کر چلا
 اے میاں یہ کونسی دانائی ہے
 دیکھ تو بارے یہ کیا رسوائی ہے
 بول اٹھا جانے بھی دوسو دانائی ہے

مرشد اے ۔ ۔ ۔ تم کو ہوا گلزار سرخ
 یہ غلط ہیگا کہ لالی ہے حنا کی ذات میں
 خوں کے پیاسے ہیں یہ سارے سرکشاں
 دامن صحرا زمرہ گوں ہے اور کہار سرخ
 گلاب کے ہاتھ میں آکر ہوا رنگارنگ سرخ
 تب تو ہوئی منصور کے لوہو سے ۔ ۔ ۔ سرخ



ثلث

اے غنچہ دہن گل خوش چشم ہلال ابرو شمشاد قدود لجو پر پیچ سیہ گیسو دا
 باتیں ہیں تری بادوا شفق نہ کر مجھ کو
 اے شوخ نگہ اپیل ماتھے پہ نگا صندل جب چشم میں دے کابل کھڑے کتے ترے بلبل
 جاتا ہے ہر اک بلبل زلفوں کا ترے ہر سو
 اے دلبر بانا اب بھڑکے کا شانہ جاتا ہے یہ دیوانہ گردش میں ہے پیما نہ
 کتنا ہے یہ مستانہ ہمراہ مرے چل تو
 جب باندھ کے تودامن ہو تا ہے جو صید افکن تجھ کو اے مہ روشن خوش چشم گل گلشن
 دیکھے ہے اٹھا گردن صحر اکا ہر اک ہو
 وہ غنچہ دہن اٹھ کر گلشن سے گیا جب گھر شمشاد ہوا مضطر لے یاس کی خاکستر
 قمری نے اوڑا سر پر بھرتے ہیں سدا کو کو
 لے مرغ سینہ شب تک بیمار ترا کب تک پہنچاؤں فغان رب تک جاں آن رہا لب تک
 عالم کے حکیم اب تک کرتے ہیں دوا دارد
 اے چشم گہریزاں تعلیم دیا نیاں کہتا ہے ہی ایماں یہ ابر ہے یا شکر گان
 یوں مجھ پہ ہے یہ طوقاں تھمتے ہی نہیں آنسو



پہلے مصرعوں کا اشاریہ

غزلیں

- ۱۔ الہی شکر جاری ہے زباں پر دم بمدم تیرا ۱۲۱
- ۲۔ کب مجھ سے شکر ہوئے بیاں اس کریم کا ۱۲۱
- ۳۔ کچھ نہیں درکار مجھ کو اب بدلیاں راہ کا ۱۲۱
- ۴۔ کون دلِ تفتہ چمن میں صبح گرم نالہ تھا ۱۲۲
- ۵۔ بتا لے باغباں میکش تخر جانا نہ کس کا تھا ۱۲۲
- ۶۔ عاشق ہوں تیرا تب سے میں جب کوئی دیوانہ نہ تھا ۱۲۳
- ۷۔ گدشتہ شمع کے مانند جوازِ سر نہیں ہوتا ۱۲۳
- ۸۔ ہر چند میسر گھر وہ ظنار نہیں آتا ۱۲۴
- ۹۔ نہیں، پیچ عالم دوستی بہم اب ہے کھانا قسم بھلا ۱۲۴
- ۱۰۔ ہر گز نہ مژگاں کا بہم دامن سے پھر دامن ملا ۱۲۵
- ۱۱۔ بلبل کا تجھ بغیر نہ اک دم الٹ گیا ۱۲۶
- ۱۲۔ سب کو سے گل رنگ پلانا مزہ لانا ۱۲۷
- ۱۳۔ کیا یہ تماشائے اللہ دیکھا ۱۲۷
- ۱۴۔ یہاں نہ ذہنِ رنگتے موس فکرِ دہاں میں رہ گیا ۱۲۸
- ۱۵۔ زباںِ گلبرگ ہے پروردہ شہدِ تاب میں گویا ۱۲۸
- ۱۶۔ ایدھر تو ایک ہاتھ میں لسل نے غش کیا ۱۲۹

- ۱۷۔ یوسف ہی زر خریدوں میں فیروز بخت تھا ۱۲۹
- ۱۸۔ تجھ بن اے شمعِ رو میں جو رونا تھا رو چکا ۱۳۰
- ۱۹۔ رکھتا ہے کس ادا سے وہ عالی دماغ پا ۱۳۰
- ۲۰۔ کون کہے تجھ کو میری جان جا ۱۳۱
- ۲۱۔ تکر خوابِ ناز میں رات کو جو مرے سے رنگِ دغا ہوا ۱۳۱
- ۲۲۔ کیوں نہ ہر سرکش ہو اب پامال سرِ جنگِ حنا ۱۳۲
- ۲۳۔ دھپکا کے مجھ کو بوسے سے وہ جب سرک گیا ۱۳۲
- ۲۴۔ رات دیکھا میں ایک کوچے میں (مطلع نہیں ہے) ۱۳۳
- ۲۵۔ شکر اللہ کہ ہاتھ دل آیا ۱۳۴
- ۲۶۔ الٹی کر موثر اس قدر شور و فغاں میرا ۱۳۴
- ۲۷۔ دیت اس قاتل بے رحم سے کیا لیجے گا ۱۳۵
- ۲۸۔ کام عاشق کا تری بلکوں نے فیصل کر دیا ۱۳۶
- ۲۹۔ نشہ ہو اور رات ہو اور بامِ دہشتاب دہوا ۱۳۶
- ۳۰۔ دلبری کی رسم غروں سے کرے ہے تو ادا ۱۳۷
- ۳۱۔ سیکھا ہے کس سے تو نے قانونِ تان لینا ۱۳۸
- ۳۲۔ آنکھوں سے ہاتھ دھو کر جتارہا تو پھر کیا ۱۳۸
- ۳۳۔ بلبل کا آشیاں تو ہے گلزار میں بندھا ۱۳۹
- ۳۴۔ کچھ سرخ جو ہے رنگِ مرے اشکِ رواں کا ۱۴۰
- ۳۵۔ ایک شب وہ دلبر با اس دلیگر تک نہ پہنچا ۱۴۱
- ۳۶۔ جب چمن کی سیم کو میرا وہ رشک نہ گیا ۱۴۱
- ۳۷۔ جب اسے کہ میرے دل میں محبت ہوئی پیدا ۱۴۲
- ۳۸۔ تجھ بن اے شمعِ رو بند جو رونا تھا رو چکا ۱۴۷

- ۳۸۔ نہ شبہم کی طرح نگہش میں ہر گز چشم تر لے جا ۱۴۳
- ۳۹۔ جو اہر خانہ دکھا دے اگر یہ چشم تراپنا ۱۴۳
- ۴۰۔ فردوں ہر دم جو دیکھا حسن اس کی نو جوانی کا ۱۴۴
- ۴۱۔ جو تخت جگہ دیدہ تر میں نہیں بھرتا ۱۴۶
- ۴۲۔ سلاسل کا قیدی بھی کیسا رچھوٹا ۱۴۹
- ۴۳۔ عقبہ میں زلف صبا کون چمن سے گذرا ۱۴۷
- ۴۴۔ سیر چمن کو جب کہ وہ سرورِ رواں چلا ۱۴۷
- ۴۵۔ پایا نہ وہ مزاج کبھو برسرِ وفا ۱۴۷
- ۴۶۔ سو جزن تھا آب جس دم خجبرِ علاء کا ۱۴۸
- ۴۷۔ کس روز الہی وہ مایا رٹے سکا ۱۴۸
- ۴۸۔ گرچہ ہے شہرِ برجک میں شاہِ باورِ آفتاب ۱۴۹
- ۴۹۔ سیرِ اول بیتاب کہاں ہوئے گایا رب ۱۵۰
- ۵۰۔ گھر سے جانے کا میسرِ عزم نہ کر آخر شب ۱۵۰
- ۵۱۔ دلدار کا کیوں کر نہ ہوا غیارِ معاصب ۱۵۰
- ۵۲۔ تمہیں تو کام نہ تعارات کچھ سولے شراب ۱۵۵
- ۵۳۔ کٹی فصل ہے نو جوانی کی اب ۱۵۲
- ۵۴۔ بندش نہ ایک ہر طرہ طرار کی غیب ۱۵۲
- ۵۵۔ تجھ سے صنم دل کی بحث رکھتے ہیں عشاقِ طلب ۱۵۳
- ۵۶۔ مجھ کو دے اپنے عشق کی ہر دم شایب ۱۵۴
- ۵۷۔ خوشنما رخسار سے ہوتا ہے کامل کا ملاپ ۱۵۵
- ۵۸۔ ہے چادرِ دن ہی میں کلفت جہاں تہاں الفت ۱۵۶

- ۵۹۔ کس کس طرح سے چلتی ہے یادِ بیمارست ۱۵۶
- ۶۰۔ چھپتے نہیں ہر چند کہ آثارِ محبت ۱۵۷
- ۶۱۔ یہ بہارِ نوجوانی سمجھا ے صنمِ غنیمت ۱۵۸
- ۶۲۔ یوں سما یا رہوں یا لبِ نذرِ جاناں سے لپٹ ۱۵۸
- ۶۳۔ عاشق کے قتل کے لیے تدبیر ہے عبث ۱۵۹
- ۶۴۔ نہیں ہے گل کہ ہو بلبل ہزار کی سیراٹ ۱۶۰
- ۶۵۔ میکربن اور کبِ وحشت کے ساماں کا ہوا وارث ۱۶۱
- ۶۶۔ نیمہ ترا تکمہ دارا یا ہے چسپاں تن سے آج ۱۶۲
- ۶۷۔ یار کے ابرو کی اے دل کیوں نہ ہو تصویرِ کج ۱۶۲
- ۶۸۔ محنت کے ہاتھ سے جاتی ہے مینا نے کی لاج ۱۶۳
- ۶۹۔ دیکھ تیکرِ عہد میں ہنر و محنت کا رواج ۱۶۴
- ۷۰۔ کون جز چشمِ جناب اب جانے ہے تحریرِ موج ۱۶۵
- ۷۱۔ سخت یاروں میں تمہارے ہاتھ سے ہوں لاعلاج ۱۶۶
- ۷۲۔ اے آہ گو کہ ہے تجھے افلاک تک پہنچ ۱۶۷
- ۷۳۔ یہ حسنِ عارضِ جاناں سے ہے عوق کے پیچ ۱۶۷
- ۷۴۔ اے شعلہ خورِ لانا عبث دود کی طرح ۱۶۸
- ۷۵۔ اس بے دفا پر جان کا دنیائے کیا صلاح ۱۶۸
- ۷۶۔ تجھ سے اے خورشیدِ روزاں کہ شرماتی ہے صبح ۱۶۹
- ۷۷۔ چہرہ نور سے اٹھے ہے جوں نقابِ شام صبح ۱۶۹
- ۷۸۔ ازبکہ ہے نظارہ گل پیرِ منی میں شاخ ۱۷۰
- ۷۹۔ بحرِ دیدوں کے نہیں صرف جگر میں سوراخ ۱۷۱

- ۸۰۔ نہ رکھ تو دل شد گال سے ذرا غبار شیخ ۴۵۲
- ۸۱۔ منزہ تم کو ہوا گلزار سرخ ۴۵۸
- ۸۲۔ ناصح سے ہو وہاں کیوں کہ گریبان کا بیوند ۱۷۲
- ۸۳۔ ہر ایک دم ہے مجھے اپنے دلبر کی یاد ۱۷۲
- ۸۴۔ نہ آدے بریں میسر گلزار سے ہے اجید ۱۷۳
- ۸۵۔ غم نہ کھار نہار تو ہونے سے اپنے موسفید ۱۷۴
- ۸۶۔ خدا کے واسطے بلبل کو مت متاھیاد ۴۵۸
- ۸۷۔ خط آنے سے گیا نہیں رخا کا گھمنڈ ۱۷۵
- ۸۸۔ زبانِ خلق پہ ہر چند ہے نبات لذیر ۱۷۵
- ۸۹۔ صبا کے ہاتھ میں بھیجا ہوں یار کو کاغذ ۱۷۶
- ۹۰۔ تیسرے گلشنِ خوبی ہوا تازہ اے دلبر ۱۷۶
- ۹۱۔ از بس ہے جوں نسیم مجھے جستجوے یار ۱۷۷
- ۹۲۔ اے مرغِ دل اب جمع ہو ہی شامِ قفس پر ۱۷۸
- ۹۳۔ سمجھے ہے کب منادیں اسی کو ہزار چار ۱۷۸
- ۹۴۔ کو دک اشک نہ ہو جو رہے گھر سے باہر ۱۷۹
- ۹۵۔ پھر تاتھا سلیمان اگر شاد ہو ابر ۱۷۹
- ۹۶۔ ملک تو ادھر بھی نگاہ ساقی گلگوں غدار ۱۸۰
- ۹۷۔ گلابی لے کے اے ساقی شراب ارغوانی بھر ۱۸۰
- ۹۸۔ بس کہ ہے طوبی سے بہتر ہر نہال کوے یار ۱۸۲
- ۹۹۔ سرِ مو بھی نام بغیر ہاں نہیں رکھتے جب کہ نشاں کمر ۱۸۳
- ۱۰۰۔ یہ دردِ نفس نہیں دل بیتاب میں زنجیر ۱۸۴

- ۱۰۱۔ تجھ سا کوئی وجہ نہیں آسمان پر ۱۸۴
- ۱۰۲۔ جس گھڑی آغوش سے میری ہوا دلدار دور ۱۸۵
- ۱۰۳۔ آتی مین میں فصل بہار ۱۸۶
- ۱۰۴۔ گلبدن غنچہ وہاں سے بہتر ۱۸۶
- ۱۰۵۔ سوتا ہے جب پری روئے کر نقاب منہ پر ۱۸۷
- ۱۰۶۔ نکلے جب تیر دکھاں وہ حیدر نگیں باندھ کر ۱۸۸
- ۱۰۷۔ ہوئے بے وجہ و سبب ہیں بہ جیوں میں کیر ۱۸۹
- ۱۰۸۔ نقاش سپر کو اندیشہ تصدیق ۱۹۰
- ۱۰۹۔ کیوں کر گرے نہ چاک پر اب آبروے شیر ۴۵۳
- ۱۱۰۔ جادوں کہ مصر میں کوچہ گل سپر ہن کو چھوڑ ۱۸۷
- ۱۱۱۔ نہ ہے شوق غم اس کو نہ ہواے بام ہرگز ۱۹۰
- ۱۱۲۔ اشک ٹپکے نہ کبھو دیدہ تر سے ہرگز ۱۹۱
- ۱۱۳۔ عارض جاناں پہ اب یوں ہے خط خوش آب بئر ۱۹۱
- ۱۱۴۔ نقطہ ایک خط سے ہوا تھا رقم ہنوز ۱۹۲
- ۱۱۵۔ مجھ کو خوش آتی ہے ترے بزم میں آنے کی طرز ۱۹۳
- ۱۱۶۔ جو داغ ہے دل کا سو ب رنگ پر طاووس ۱۹۳
- ۱۱۷۔ قیس کو ہے کارواں کی اور نہ منزل کی ہوس ۱۹۴
- ۱۱۸۔ کیوں نہ ایسا ہو وہ اب شوخ گلو گر کہ بس ۱۹۴
- ۱۱۹۔ مجھ کو تو اس قدر ہے وہ دلدار کی ہوس ۴۵۳
- ۱۲۰۔ زباں پر شعلہ زن پایا لب تقریر سے آتش ۱۹۵
- ۱۲۱۔ یہ جو رطلیم ہمیں پرے بے وفا شاہ اش ۱۹۵
- ۱۲۱/۱۔ کیوں کر ہو گئے کھکشاں گلشن میں ہر رنگ روش ۱۹۶

- ۱۲۲۔ اے دل اس نحوں ریز کے شر جگان ہیں گر بخیر فرموش ۱۹۵
- ۱۲۳۔ پیچھے ہے وصف لب کوئی یاں سخن ترا بش ۴۵۴
- ۱۲۴۔ رقیب سے نہیں چھتا ہے یار کا اخلاص ۱۹۶
- ۱۲۵۔ آنکھیں تو دل فریب ہیں کاکل علی الخصوص ۱۹۷
- ۱۲۶۔ بس ہے قصور اب میں، دلدار کے غموش ۱۹۷
- ۱۲۷۔ اے طیسونہ ہووے کسویا کی نبض ۱۹۸
- ۱۲۸۔ پیچھے اگر نہ ان کو کسی چشم تیرے فیض ۱۹۸
- ۱۲۹۔ تجھ کو تو یار شام و سحر سے نہیں غرض ۱۹۹
- ۱۳۰۔ دنیا بھی دل کا خوف ہے دلدار ہو بشروط ۲۰۰
- ۱۳۱۔ ملنے کا تجھ سے وعدہ ذکر اے صنم غلط ۲۰۰
- ۱۳۲۔ کمر تارہا میں آہ نیتاں کی احتیاط ۲۰۰
- ۱۳۳۔ آرام عشق میں تو مری جان نہیں بے شرط ۲۰۱
- ۱۳۴۔ شمع ساں مجھ کو نہیں سر سے گزرنے کا لحاظ ۲۰۲
- ۱۳۵۔ نگاہ بدست صنم کو خدا رکھے محفوظا ۲۰۳
- ۱۳۶۔ عارض و روئے و قن ہے لالہ، گراب و شمع ۱۰۳
- ۱۳۷۔ آہ ہر چند کہ ہے پردہ فالوس میں شمع ۲۰۴
- ۱۳۸۔ گر نہیں ہو محبت سے دل لیلیٰ وسیع ۲۰۴
- ۱۳۹۔ جو تیرا اے نگار ہے بچھ ۲۰۵
- ۱۴۰۔ شام سے بچھ تک کس لیے رونی ہے شمع ۲۰۵
- ۱۴۱۔ بھل رو بہ لالہ زار نہیں کہہ رہا ہے بلغ ۴۵۴
- ۱۴۲۔ دیکھ اور تک چمن پر سرو گل کا دماغ ۴۵۴

- ۱۴۳۔ یہی چاہتے ہیں ساقی مست نگاہ رہے دور دور چہار طرف ۲۰۶
- ۱۴۴۔ تم پرری زاد ہو یا حور ہو تعصیر معاف ۲۰۷
- ۱۴۵۔ جاتا رہا بعل سے مرے گھٹا رچیف ۲۰۷
- ۱۴۶۔ اشک سایا کیزہ گوہر ک رکھے بریں صدف ۲۰۸
- ۱۴۷۔ ہے مرے دل میں گرہ گلگوں قبا کا اشتیاق ۲۰۸
- ۱۴۸۔ ہوتا تھا گرچہ نامہ سے فی الجہ کم فراق ۲۰۹
- ۱۴۹۔ تیرے جناب میں یہ ہے التجا قدق ۲۱۰
- ۱۵۰۔ نہ پاوے اُسے کوئی زاد مطلق ۲۵۵
- ۱۵۱۔ ساقی بھلا کباب سرا دل ہو کب تلک ۲۱۰
- ۱۵۲۔ منظم چشم میں شاید تو نہ ٹہرے اے اشک ۲۱۱
- ۱۵۳۔ مجلس میں دلبروں کی نہ جاؤں کہاں تلک ۲۱۲
- ۱۵۴۔ ہے وصل و ہجر میں اپنا دماغ تازہ و خشک ۲۱۲
- ۱۵۵۔ اے نظر باز نہ چاہ سیدہ خاک میں بھانک ۲۱۳
- ۱۵۶۔ دل سے نہیں گئی ہو س دید اب تلک ۲۱۴
- ۱۵۷۔ کون دل سوختہ بادیدہ نم ہے تہہ خاک ۲۱۴
- ۱۵۸۔ خورشید نکل شرق سے جس طور ہو گلزنگ ۲۱۵
- ۱۵۹۔ رکھے نہ فقط جام سے یاں دیدہ ترل ۲۱۶
- ۱۶۰۔ باغ میں چل اے نکار آیا ہنگام گل ۲۱۶
- ۱۶۱۔ طمک دیکھ تو نہ بچا ہے کہاں سلسلہ دل ۲۱۷
- ۱۶۲۔ وہ سرو قد جو گھر کو چلا اٹھ چمن سے کل ۲۱۸
- ۱۶۳۔ دشت و وحشت میں نکل جاتے ہیں سب قاتل کے بل ۲۱۹

- ۱۶۴۔ جسے کھینچے جامِ جہاں ناسو، نہیں جہاں میں سواے دل ۲۱۹
- ۱۶۵۔ دیکھانہ میں نے کدھر گیا دل ۲۲۰
- ۱۶۶۔ سوسن سے اب ملا کے ہر اک جہاں ڈال گل ۲۵۶
- ۱۶۷۔ بڑے نخوت سے ہے معمور گل بلبل ۲۵۶
- ۱۶۸۔ ہر بال پاتے نہیں تیرے تئیں یک آن ہم ۲۲۰
- ۱۶۹۔ راضی ہے ہم سے اب وہ صنم اور صنم سے ہم ۲۲۱
- ۱۷۰۔ یہ وہبدم کہے ہے بگر اور بگر سے ہم ۲۲۲
- ۱۷۱۔ نظریں لڑا چکے ہیں اگرچہ پری سے ہم ۲۲۳
- ۱۷۲۔ آپ کا الطاف اگر پائیں ہم ۲۲۴
- ۱۷۳۔ فقط تیرا ہی ذریعہ سر کھٹے ہے آہ قلم ۲۲۵
- ۱۷۴۔ سبیری نہ ہوے تب بھی اگر ہوا میں یار چشم ۲۲۵
- ۱۷۵۔ کرے کہو تو یہ کس سنہ سے خاکسار سلام ۲۲۶
- ۱۷۶۔ گل کھلے باغ میں تو بھی چلے بے صنم ۲۲۶
- ۱۷۷۔ اے خدایب از بس ہیں دل فکار ہم تم ۲۲۷
- ۱۷۸۔ عزمہ ہستی میں کچھ مختار ہوں بھی اور نہیں ۲۲۷
- ۱۷۹۔ شب کو تجھ بن جوینٹ داغِ جگر جلتے ہیں ۲۲۸
- ۱۸۰۔ میں اس کا قدیم بیٹلا ہوں ۲۲۹
- ۱۸۱۔ سری روعا شوق کو بیچ دیوانے بناتے ہیں ۲۲۹
- ۱۸۲۔ گو کہ ہم ذائقِ لغز پر دگنہ نگار تو ہیں ۲۳۰
- ۱۸۳۔ ناتوانی کے سبب اب لب سے دم بڑھتا نہیں ۲۳۱
- ۱۸۴۔ گزرتی ہو تری زلف کی زنجیر میں جان ۲۳۲
- ۱۸۵۔ ساتی مجھ نہ رکھ بجھ اب خمار میں ۲۵۷

- ۱۸۵۔ آنکھوں کے ترے ویسے ہی بیمار ہیں سو ہیں ۲۳۲
- ۱۸۶۔ یاں آج اگر یار و بیاد ہے اور میں ہوں ۲۳۳
- ۱۸۷۔ تری زلف نے بسایا ہے عجب ختن چین میں ۲۳۴
- ۱۸۸۔ دم غنیمت ہے مل لے زندگانی پھر کہاں ۲۳۵
- ۱۸۹۔ ہر پلک ہے تیری اے لال زباں آنکھوں میں ۲۳۵
- ۱۹۰۔ پریتاں ہوج رہے اب صورت سبیل ہے شیشے میں ۲۳۶
- ۱۹۱۔ آرام جاں و راحت دل کم بہت ہے یاں ۲۳۶
- ۱۹۲۔ عالم میں حسن تیرا مشہور جانتے ہیں ۲۳۷
- ۱۹۳۔ اے پری رو اس طرف ایک دن تو آ کہیں ۲۳۸
- ۱۹۴۔ کہاں قدر داں جو ہنر آزمایں ۲۳۹
- ۱۹۵۔ آب شمشیر ہے اس بن مجھے آب باراں ۲۳۹
- ۱۹۶۔ توجو قدم رنجہ کرے ہودے پری خانہ چین ۲۴۰
- ۱۹۷۔ قیامت کچھ تجھے آتی ہے میری جان دلبریاں ۲۴۱
- ۱۹۸۔ تم ہوا دلکش ہر اور نرگس کی تیر مٹی کیا ریاں ۲۴۱
- ۱۹۹۔ مجنوں کی بھی اگر حیرت ہے تصویر ناقواں ۲۴۲
- ۲۰۰۔ جانتے ہم نہیں کہ ہے دیر کدھر حرم کہاں ۲۴۳
- ۲۰۱۔ کاو کاو مژہ شاید ہے جگر کی تہ میں ۲۴۴
- ۲۰۲۔ سنا ہے گایاں جس دم تو اے دل ہم بھی سنتے ہیں ۲۴۶
- ۲۰۳۔ رکھتا نہیں کچھ دیدہ نناک گرہ میں ۲۴۶
- ۲۰۴۔ تھا ہمیں دم کہ یہاں دیر و حرم بھی کچھ ہیں ۲۴۷
- ۲۰۵۔ قدم رکھے ہے وہ جس دم رکاب کے گھر میں ۲۴۸

- ۲۰۶ - گو کہ چاہیں نہ بتاں ، ہم نہیں چاہیں لیکن ۲۴۹
- ۲۰۷ - درد و غم ہجر کا تذکرہ کروں یا نہ کروں - ۲۵۰
- ۲۰۸ - جب سے ہم ہیں دیدہ تریاں دہستیں ۲۵۱
- ۲۰۹ - ہے بسکہ فضل گل میں سب اسباب جوشِ خوں ۲۵۱
- ۲۱۰ - بتانِ رشید رو اپنی جھمکڑی جب دکھاتے ہیں ۲۵۲
- ۲۱۱ - تجھ سے ظاہر ہم تو اپنا راز کر سکتے نہیں ۲۵۳
- ۲۱۲ - ہم تو مقدرِ خدا یا یہ کہاں سے لاویں ۲۵۴
- ۲۱۳ - تو دل بہا رہا نہ ہوئے کیوں کر تلف ہدف میں ۲۵۵
- ۲۱۴ - ہو دے جس کی سیر بر عرشِ بریں و آسماں ۲۵۶
- ۲۱۵ - نہیں ہے میکہ میں فقط پیمانہ گردش میں ۲۵۷
- ۲۱۶ - تیرا جب سے میں محو دیدار ہوں ۲۵۸
- ۲۱۷ - نہوے تجھ سے جدائی اس لیے انجان ملتے ہیں (قصیدہ) ۲۵۸
- ۲۱۸ - سدا خفگی رہی صنایعِ نجوشی ملا نہ کبھو ۲۵۹
- ۲۱۹ - اک بات ہی کر مجھ سے بھلا اور نہیں تو ۲۵۹
- ۲۲۰ - ایک دم ہی میں نکل گئی بسمل کی آرزو ۲۶۰
- ۲۲۱ - نہ شوقِ معشوق ہے نہ گلزارِ ہودہ نہ ہو ۲۶۰
- ۲۲۲ - پہنچے نہ تیرے قدم کتے تیں زہارِ سرو ۲۶۱
- ۲۲۳ - جانِ نثار اپنے کو ہر وقت جو تم ایذا دو ۲۶۲
- ۲۲۴ - جانِ نیچے یا ابھی جاے یہ سر ہو سو ہو ۲۶۳
- ۲۲۵ - دل لگے نہ ٹلک جب صنم نہ ہو ۲۶۳
- ۲۲۶ - تجھت بعد مرنے کے بھی یوں لازم ہے افروں ہو ۲۶۴

- ۲۲۷۔ ترے دیدار کی رستی ہے ہر شب آرزو مجھ کو ۲۶۵
- ۲۲۸۔ دل خوش آتا نہیں اے جان بھائی پہلو کو ۲۶۵
- ۲۲۹۔ سدا نصیب تماشا ہے گلزار سے مجھ کو ۲۶۶
- ۲۳۰۔ غنچہ لب یا کہ گل بدن ہے تو ۲۶۷
- ۲۳۱۔ نہ کیوں کر قابلِ نظارہ ہو چین میں سرو ۲۶۷
- ۲۳۲۔ ظاہر میں ہم کنار اگرچہ نہیں بھی ہو ۲۶۸
- ۲۳۳۔ ہم بیخ اے نالہ شباب اس کو خبر کر خے کو ۲۶۹
- ۲۳۴۔ کبھو ہو ہر باں مجھ پر کبھو ناحق غضب کچھ ہو ۲۷۰
- ۲۳۵۔ نہ تنگ دل ہے جنت صحنِ باغ میں غنچہ ۲۷۱
- ۲۳۶۔ میں غنچہ لب سے نہ لوں کیوں کہ باغ میں بوسہ ۲۷۱
- ۲۳۷۔ گر تو ظاہر میں بہت دور ہے اللہ اللہ ۲۷۲
- ۲۳۸۔ تھی رسن آہ زلیخا کی مگر دلو کے ساتھ ۲۷۳
- ۲۳۹۔ چار آنکھیں مجھ سے کچھ ہوتے ہی شرماتا ہے وہ ۲۷۳
- ۲۴۰۔ نہیں جز خاک اری آب و تاب چشمِ آئینہ ۲۷۴
- ۲۴۱۔ کھائے جب تک نہ نفیس خونِ جگر میں غوطہ ۲۷۶
- ۲۴۲۔ نہیں درکار مجھ کو چترِ زرین کار کا سایہ ۲۷۷
- ۲۴۳۔ کرے ہے ریشمِ سنبل کے تیس نہال گرہ ۲۷۸
- ۲۴۴۔ پشت لب کا نہ خط عیاں ہے یہ ۲۷۸
- ۲۴۵۔ اپنے سے کیجئے گا وفا کیا مضافۃ ۲۷۹
- ۲۴۶۔ مجھ سے برعکس ہو گر آئینہ ۲۷۹
- ۲۴۷۔ بل اس زلف کے توڑے ہے کبھو شافے ۲۸۰

۲۴۸. پایا ہے از بس کہ لطف پیچہ دہن سے ۲۸۱
۲۴۹. ز بس دیوانہ ہے تجھ عشق کی تاثیر سے پانی ۲۸۱
۲۵۰. برباد آہ جاوے تاثیر ہے تو یہ ہے ۲۸۲
۲۵۱. کس کے ہاتھوں ہولنشتہ میں بلکے ۱۳
۲۵۲. کافر بتوں کا دل نہیں پیہر سنگ ۱۸۴
۲۵۳. دل ہمارا خانہ دلبر بنے اور ٹوٹ جائے ۲۸۲
۲۵۴. چین میں گل بدن بند قبا یکدم اگر کھولے ۲۸۵
۲۵۵. ہر ایک شے کو جہاں میں نہ سرسری جانے ۲۸۶
۲۵۶. نظر گر ماہ رو کے چہرہ نگنار کی ڈوری ۲۸۷
۲۵۷. رنج کے ہم ہی نہیں آب و رنگ میں ڈوبے ۲۸۸
۲۵۸. سندریش نہ قصر لا جور دی چاہیے ۲۸۸
۲۵۹. پریشان رخ پہ جب وہ زلفِ معتبر خام ہو جاوے ۲۸۹
۲۶۰. کہاں تک میاں خفا دیکھیے ۲۸۹
۲۶۱. سخی جب پیچہ بڈل دے عطا کو باندھ کر کھولے ۲۹۰
۲۶۲. وہ توڑے سرو گل رخ گر پر بلبل دلِ حمزہ ۲۹۰
۲۶۳. نہیں موج تبسم سے وہ لعل تر چمکتا ہے ۲۹۱
۲۶۴. چشم کو دیکھو آ جاوے نہ طوفان کے تلے ۲۹۲
۲۶۵. اس شمع رو کے حسن کا بازار گرم ہے ۲۹۲
۲۶۶. حیا و شرم سے جس روز ہاتھ اپنا اٹھالیں گے ۲۹۳
۲۶۷. یوں تو جہاں میں ہیں بیتِ خود کام ادھی ۲۹۴
۲۶۸. خطا میں ہے رخ جانانِ سبزی میں نہاں سرتی ۲۹۶

- ۲۶۹۔ سا قیام صبح سے پیغام مباتا ہے ۲۹۶
- ۲۷۰۔ برسرِ مرگال سے جاری سیلِ خونِ زباب ہے ۲۹۷
- ۲۷۱۔ چہرے سے جب نقابِ تراے صم اٹھے ۲۹۸
- ۲۷۲۔ تمہارے اتلیم حسن میں اب یہ زلفِ ورخ کی خانہ جنگی ۲۹۹
- ۲۷۳۔ نہ کیوں ناچار ہو شاعر کرے جب قافیہ تنگی ۲۹۹
- ۲۷۴۔ اس طرح بیتابِ تراے صم بیٹھے اٹھے ۳۰۰
- ۲۷۵۔ فقط نہ باد بہار سے اب لگے ہیں گلشن میں پھول ہنسنے ۳۰۱
- ۲۷۶۔ وہ بدلے رشتہ جہاں سے کہاں پوشاک کی ڈوری ۳۰۲
- ۲۷۷۔ تری آہ دامنِ زلف کی میسر دل کو جیت ہو اگلی ۳۰۳
- ۲۷۸۔ ذردختِ سمجھ کے پکڑے بس مجھے ۳۰۳
- ۲۷۹۔ ہے کامِ تائے نوش سے شام و سحر تجھے ۳۰۴
- ۲۸۰۔ حواسِ جمع نہ ہوں سیرِ باغ سے میسر ۳۰۵
- ۲۸۱۔ تجھ حسن کی خوبی کو یہ چشم کہاں پاوے ۳۰۵
- ۲۸۲۔ قد یا قوت نہیں تختِ جگر کے آگے ۳۰۶
- ۲۸۳۔ دل کے آئینہ میں نت جلوہ کناں رہتا ہے ۳۰۶
- ۲۸۴۔ نکلے نہ دل سے نادرِ مرگال لگے ہوئے ۳۰۷
- ۲۸۵۔ آنکھ سے رو سے لڑائے آئی ہے ۳۰۸
- ۲۸۶۔ یہ انجمِ شب تجھ بنائے جانِ دلاویزی ۳۰۸
- ۲۸۷۔ تیغِ ابرو سے ہزاروں دم گئے ۳۰۹
- ۲۸۸۔ مشاطہ کے وہ طرہ جو سلجھانہ ہاتھ سے ۳۱۰
- ۲۸۹۔ خلعتِ ہستی ہی جس کو ننگ ہے ۳۱۱
- ۲۸۹/۱۔ سیر کے اوٹ میں شمشیرِ ظالم یوں چمکتی ہے ۴۵۷

۲۹۰۔ زندگی شکل خواب کی سی ہے ۳۱۱

۲۹۱۔ بلبلی بغیر کوئی کب گل کے زرد کو پرکھے ۳۱۲

۲۹۲۔ کوئی بھی ان دنوں کی تجھے ات یاد ہے ۳۱۲

۲۹۳۔ کیوں اب بل کھلے منہ پر زلف کی کیا بات ہے ۳۱۲

۲۹۴۔ صرف مجنوں کے نہیں زنجیر دامن گیر ہے ۳۱۳

۲۹۵۔ شب اس کو جو رخ گاہ میں خوش انجمنی تھی ۳۱۴

۲۹۶۔ عشق کی راہ ہزار آفت نہ چلا کاش کے ۳۱۴

۲۹۷۔ قاصد آیا اور خط لایا بھی ہے ۳۱۵

۲۹۸۔ ایمان چلیے آپ بھی کیا انتظار ہے ۳۱۶

۲۹۹۔ تجھ میں اے ساقی تجھے موج ہمیشہ ۳۱۶

۳۰۰۔ ہر رات آجھ کو سنا ہے چاندنی ۳۱۶

۳۰۱۔ ملک دیکھ آجمن کو بر سے ہے یار پانی ۳۱۷

۳۰۲۔ جس کے ہم عاشق وہ جاناں اور ہے ۳۱۷

۳۰۳۔ سر مرا جبکہ ملے اس کے سر زانو سے ۳۱۸

۳۰۴۔ میری آنکھوں میں آکر دیکھ شکل شرکاء ہے ۳۱۸

۳۰۵۔ ہے آج وصل کی شب مت کہیں عیش نکے ۳۱۹

۳۰۶۔ سوائے آبِ گہر کب وہ پاؤں دھوتا ہے ۳۱۹

۳۰۷۔ کہاں اپنی غلامی سے ہمیں وہ شاد کرتا ہے ۳۲۰

۳۰۸۔ صنم کی جیب کہ وہ چشمِ سیاہ پھرتی ہے ۳۲۱

۳۰۹۔ کہیو مبارک بلبلی گلشن میں گھر نہ باندھے ۳۲۱

۳۱۰۔ شرمندہ کب ہوں عالم تیری جفا کے آگے ۳۲۲

- ۳۱۱۔ نہیں ہے آج کی شب آسماں تاروں سے نورانی ۳۲۲
- ۳۱۲۔ آہ وکیہ معرگئی نعل بہارِ دوستی ۳۲۳
- ۳۱۳۔ ایک ہم بھی جاں نثار ہیں والدیار کے ۳۲۴
- ۳۱۴۔ نہ لعل کا صنم کے جو کبھی تارا لچھ جائے ۳۲۴
- ۳۱۵۔ کفر ہمیں ہے اے صنم ہم سے جو تو ملا کرے ۳۲۵
- ۳۱۶۔ خدا کرے نہ تجھے کوئی مجھ سوا چاہے ۳۲۵
- ۳۱۷۔ پہنچا ہے آج قلیں کا یہاں سلسلہ مجھے ۳۲۶
- ۳۱۸۔ روتے روتے نہ فقط دیدہ تر بیٹھ گئے۔ ۳۲۷
- ۳۱۹۔ قامت کو تری دیکھو کے شمشاد گر پڑے ۳۲۷
- ۳۲۰۔ حسن تیرا ہے شمع مجلس کی ۳۲۷
- ۳۲۱۔ مری امید بھی یارب برآوے ۳۲۸
- ۳۲۲۔ جب آنکھیں ہو گئیں چار میاں کچھ تم سمجھے کچھ ہم سمجھے ۳۲۸
- ۳۲۳۔ قصہ تو زلف یار کا طول و طویل ہے ۳۲۹
- ۳۲۴۔ نقش پذیر سنگ ہے صورتِ جاں خراش سے ۳۲۹
- ۳۲۵۔ جوں زلفی اس قدر اب کے صبا بے باک ہے ۳۳۰
- ۳۲۶۔ سرمہ گر چشم سے اپنے وہ خوش ابرو پوچھے ۳۳۱
- ۳۲۷۔ منزل کو پہنچے وہ جو سحر قافلے چلے ۳۳۲
- ۳۲۸۔ وہ صنم کے دامن زلف کی مرے دل کو جب سے ہو لگی ۳۳۳
- ۳۲۹۔ کبھو دوانہ ترا ۔۔۔ صداے رباب اچھلے ۳۳۴
- ۳۳۰۔ جس کے ہم عاشق وہ جانناں اور ہے ۳۳۵
- ۳۳۱۔ سالہا گزرے کہ یہ چرخ کہن پھرتا ہے ۳۳۶
- ۳۳۲۔ ایک دن میں نے کہا ایمان سے ۳۳۷

۲۔ قصائد

- ۱۔ ہر چند غرق ہم رہے جوں گوہر آب میں ۳۳۳
- ۲۔ ساقی پلا شراب کہ ہے موسم بہار ۳۳۵
- ۳۔ شکر اللہ اب سعادت پر ہے دورِ آسمان ۳۳۸
- ۴۔ جہاں کے بیچ ہے اب یہ قویہ شہرہ عام ۳۴۲
- ۵۔ عجب بہار سے آبلہ ہے اب کے خرّم سال ۳۴۶
- ۶۔ ہوا ہے آج کی شب ماہتاب کا یہ وفور ۳۴۹
- ۷۔ نسیم کے سریر اد پر بیٹھا جوشہ خاور ۳۵۲
- ۸۔ جہاں کے بیچ وہ آتی ہے اب کے فصل بہار ۳۵۶
- ۹۔ شکر خدا بہار ہے ، عہد شباب ہے ۳۵۹
- ۱۰۔ ہے بسکہ مہر گیلی کی آج سال گرہ ۳۶۱
- ۱۱۔ بحمد اللہ مجھ تک صبح دم بیک صبا پہنچا ۳۶۲
- ۱۲۔ بحمد اللہ زمانہ میں ہوا امن و امان پیدا ۳۶۷
- ۱۳۔ سید اہمے تیرے چہرہ سے یہ نشان وزارت ۳۷۱
- ۱۴۔ شکر خدا جہاں ہے سراسر سرور میں ۳۷۴
- ۱۵۔ ہزار غنیمت دل میں ہے آب و رنگِ نشاط (مطلع نہیں ہے) ۳۷۷

۳۔ مثنویاں

- ۱۔ عجب برسات کی ہے فصل پیاری (بق تا بباراں) ۳۷۹
- ۲۔ سراپا کرم گستر و مہرباں (فراق نامہ) ۳۸۳
- ۳۔ سر و گلزار آشنائی (بجہ تا ب نامہ) ۳۸۴

- ۱۱۔ جس دم کہ ہواے برہنگائی ہوے ۱۲۱۔
 ۱۲۔ دنیا کے نہ مال و زر سے ہو تو مانوس
 ۱۳۔ وہ غنچہ دہن ہے یا بستہ چین و چکل
 ۱۴۔ اس غنچہ دہن کا سر دہندہ آزاد ۱۵۱۔
 ۱۵۔ جس رات تو ہوے مست اے جال اور میں
 ۱۶۔ گردن میں ہو کد زلف کندہ آخر کار

- ۱۷۔ گھر میں جو کھل آئی شب کو ۱۸۱۔
 ۱۸۔ مجلس میں تو ہم سے بے حجابی معلوم
 ۱۹۔ گر جان تجھے عزیز ہو دے پیار سے
 ۲۰۔ کیوں کر ہو کسی کو اب موزن دل خواہ
 ۲۱۔ میخانہ میں کل شیخ جو آیا ناکاہ ۲۱۶۔
 ۲۲۔ وہ سیم بدن ہے یا کہ ہے دروانہ
 ۲۳۔ وہ لہو جیسے ہے بسکہ زیبا منظر
 ۲۴۔ وہ ماہ جیسے ہے غنچہ لب گل اندام

۴۔ اے نسیم بہار تو روزی ۴۰۲۔

۵۔ اے دبیر خوب رو بہ اطرار ۳۸۶۔

۶۔ ایساں چل اب بہ وادی نجد ۳۹۳۔

۷۔ ایک جنگل میں سنگ مر در آٹھا ۴۰۷۔

۴۔ نامہ منظوم۔

۱۔ اے عاشق بادشاہ جاں باز ۴۰۸۔

۲۔ تو ہے فرہاد بک شیریں کار ۴۰۹۔

۳۔ اے سرو باغ عز و شرافت ۴۱۰۔

۴۔ جہاں بدل صاحب کرم ۴۱۱۔

رباعیاں

۱۔ ہے حسن کا اوروں کے گریہ چرچا ۴۱۳۔

۲۔ کیا کہے فراقِ پیچ شب کی شدت ۴۱۳۔

۳۔ سابق سے مزاج کو افتادہ ہیکا ۴۱۳۔

۴۔ ایامِ فراق میں خلق ہو پیدا ۴۱۳۔

۵۔ جب سے کہ فراق مجھ سے چہرہ سر جنگ ۴۱۳۔

۶۔ درکار ہے مجھ کو تجھ سے ملنا لیکن ۴۱۳۔

۷۔ جوں ظرف چراغ ہے یہ ترکیب بدن ۴۱۳۔

۸۔ کراہیے نصیب کی کہو تجھ سے بہار ۴۱۳۔

۹۔ غیوں کی سنو مہ سے ساری بائیں ۴۱۳۔

۱۰۔ نے ہم وہ رہے ہیں اب تہہ یار رہا

- ۱۵۔ اس ماہ تیس کا بسکہ روشن ہے جمال
۱۶۔ وہ سیس تن فرنگ کا غنچہ دہن
۱۷۔ گلریز شب برات ترے گھر آئے
۱۸۔ جون گل یہ چاک جیب سینا ہے غبت
۱۹۔ ہے تجھ کو جوانی کی ترقی اے یار
۲۰۔ اپنے ہی طرف سے کی جدائی تو نے
۲۱۔ ہو عاشق صادق نہ خیر کا محتاج
۲۲۔ عاشقی تو رکھے ہے وصل و لہذا امید
۲۳۔ پاتا ہے وہی نشاط اور عیش جیب
۲۴۔ جھوٹے اخلاص یہ زبانی کب تک
۲۵۔ اقبال تجھے ہے بزم افزوی کو
۲۶۔ بوجہ عشق کے ہمسرہ کچھ حرم و ہوس
۲۷۔ قصہ خسرو کا بارہا ہم نے سنا
۲۸۔ خسرو کی نہ شیریں سے چلی کچھ نہ بیر
۲۹۔ سربار اگر روٹھ گیا ہے تجھ سے
۳۰۔ آنکھ ہے دقت ہر بانی جانی
۳۱۔ ہانک آنکھ لگی شب کو روتے روتے
۳۲۔ کرتی تھی وہی سلوک اکثر میلی
۳۳۔ آنے کی جو گلدن کے پانی آہٹ
۳۴۔ کل پائے گالیوں ہی جہاں میں ظالم
۳۵۔ ہولے گا کرے ہے آج ساتی سروا
۳۶۔ کسری سے ہے سن سب قمر مینی تجھ کو
۳۷۔ تو وہ ہے چراغ و دمان کسری
۳۸۔ ماتم میں شہید کر بلا کے واللہ
۳۹۔ اس بزم میں ہے غریب شاہ شہاں
۴۰۔ اس بزم میں جوں شمع فقط روزا ہے
۴۱۔ ہے مجلس ماتم شہید اکبر
۴۲۔ ماتم میں حسین کے جو رویں احباب
۴۳۔ امت پر شفاعت کا ہے احسان حسین
۴۴۔ ہے مجلس ماتم وغر۔ اے حسین
۴۵۔ کچھ صبح کا اس غم سے گریبان نہیں چاک
۴۶۔ اب غم سے حسین کے جگر پانی ہے
۴۷۔ عشرہ کے دفن میں آج ہیگا منگل
۴۸۔ ہے رام کنور بسکہ شیریں آواز
۴۹۔ اے ساتی بزم عیش و عشرت بنیاد
۵۰۔ مطلوب ہے وہ شہاب اے اہل سعد
۵۱۔ وعدہ جو کیلے سو شتابانی بھجو
۵۲۔ پھر زلیسا ہی بھجو اک مل کا شیشہ
۵۳۔ جب سے کہ گیا ہے وہ صنوبر بالا
۵۴۔ از بسکہ رقیب سے پٹ ڈرتا ہوں
۵۵۔ ہر دم ہو شہنشاہ کو سولا کی مدد
۵۶۔ تو وہ ہے امیر اعظم و بندہ نواز

۶۷۔ طرح سے خوار شدہ ۔۔۔ لازم ۶۸۔ مبارک ہوئے تجھ کو عید اے ہر درختی ۲۲

۶۹۔ کب بحر سخن کا آشنایے یہ غریب ۲۳

۷۰۔ کیا تجھ کو شعور کیا ہیں مرے اشعار ۷۱۔ ہم تو واقف ہی نہ تھے عشق کی بیماری سے ۲۴

۷۲۔ مجھ کو تو میل میں نہیں راہ ہنوز ۷۳۔ دیکھا ہے جو حسن بے نقاب شیریں ۲۵

۷۴۔ ہے تہا کو تجھ سے چشم دولت خواہی ۲۶

۷۵۔ صد شکر کہ ہے راست مری معنی گفتار ۷۶۔ نواب نے واسطے پہنچے یہ نوبہ ۲۷

۷۷۔ قطعاً : ۷۸۔ شمع محفل نے ایک رات کہا ۵۰

۷۹۔ اے خروہاں صاحب احسان و کرم ۵۱

۸۰۔ متفرق اشعار و فرویات ۵۱

ضمیمہ :

۱۔ اے صنم بلند اختر نہم و قدیم پیکر ۲۵

۲۔ اے غنچہ دہن مگر و خوش چشم ہلال ابرو ۵۹

۳۔ تجھ کو تو اس قدر ہے وہ دلدار کی ہوس ۵۳

۴۔ پہنچے ہے وصف لب کو کوئی یاں سخن تر اس ۵۲

۵۔ گل رویہ لالہ زار نہیں کہہ دیا ہے باغ ۵۰

۶۔ دیکھ اورنگ چمن پر خسر و گل کا دماغ ۵۵

۷۔ نہ پاوے کوئی اس سے داد سلطان ۳۴

۸۔ بولے تخت سے ہے معمور سر گل بلب ۵۲

۹۔ سو سن سے اب ملے کہ ہر ایک بلے لال گل ۵۶

۱۰۔ اجداد ہوتے ہیں تجھ سے ایسے لے جان ملتے ہیں ۵۷

۱۱۔ اس ساقی مجھ نہ رکھ بخدا اب خار میں ۱۱

تمثیل :

مہر :

چشم :

۱۔ دیکھ لے ہیں عیاں بنی و علی ۳۴

۲۔ راج ترا جا بجا ہو گا خدا مولا علی ۳۶

۳۔ نہ دل مکتا ہے گلشن میں کیمو بولوں کی دلی ۳۹

۴۔ ابرغم ایسا فرداں نہ ہوا تھا سو ہوا ۴۰

۵۔ تری نگاہ گرم مجھ پر شمع رو معلوم ۴۱

ضمیمہ (۳)

[۱]

جس کے ہم عاشق وہ جاناں اور ہے
 ناخدا سے آشنا ہرگز نہیں
 جو ہیں بسمل، خنجر تسلیم کے
 دیکھو ہونا نہیں بر خود غلط
 کب میحاسبے ہمیں ہے التجا
 دو جہاں دیوانہ جس کے حسن کا
 حشر برپا جس کی ہو رفتار سے
 --- سربازار راہ عشق میں
 یہ کہ اپنی گستاخاں اور ہے
 اپنی کشتی کا نگہیاں اور ہے
 ان کو ہر دم عیدِ قریاں اور ہے
 دل میں تیرے کوئی پیناں اور ہے
 درد کا اپنے تودہ ماں اور ہے
 وہ ہمارا ماہ کنعاں اور ہے
 وہ غرض سرور خراماں اور ہے
 ان کی جولانی کا میدان اور ہے

دیر سے مطلب نہ کعبہ سے غرض

عاشقوں کا دہن و ایماں اور ہے

[۲]

سالمہا گزرے کہ یہ چرخ کہیں پھرتا ہے
 فوجِ خواباں میں وہ یوں شاہ امن پھرتا ہے
 سیرِ گلشن سے مراد دل نہیں کھلتا بلبل !
 نہیں لالہ کے تماشے کو وہ آیا خوں ریز !
 شیشہ ہی منہ کو لگا دے کہ نہیں درختِ عشق
 صحنِ گلشن میں خراماں ہے عجب باد بہار
 اس کے سایہ سے ہو ایماں ---
 --- بے ہر ادھر عہد شکن پھرتا ہے
 ساتھ لے بطنِ خورشید کرن پھرتا ہے
 سری آنکھوں میں وہی غنچہ دہن پھرتا ہے
 دیکھتا اپنے شہیدوں کا یہ ان پھرتا ہے
 گردِ شبنم جام میں یہ رنگِ چمن پھرتا ہے
 جیسا میدان میں گلگون یمن پھرتا ہے
 شبِ ہفتاب میں جب بیم بدن پھرتا ہے

[۳]

کبھو دوانہ تل پری رو جو سن اداے رباب اچھے
 ہر ایک شیشہ سے میکدہ میں بھی جوش کھا کر شراب اچھلے
 کنار دریا پہ سرو قامت اگر تو ہوے تو ہے قیامت
 غریق بجز فنا نہیں ہے عجب کہ شل رباب اچھلے
 نہامے آکر جو عرض میں تو کبھو اے گلر و نہیں تعجب
 ہر ایک فوالہ میں سے وہیں بجائے پانی گلاب اچھلے
 یہ چرخ کچ رو عجب طرح کی کرے ہے ہر بار مہم نہ بخنی
 کہ جیسا گھوڑا سوار ہونیکے وقت . . . رکاب اچھلے
 غزل تو ایسی کہہا ہے ایمان . . . رنگیں و وجد افزا
 نہیں تعجب ہے جو سنے سول بغل ہیں دل داب داب اچھلے

- ۱۳۔ خزینہ سخن ۱۶۱۹ " " " " " "
- ۱۵۔ مجموعہ فصاحت ۱۶۹ " " " " " "
- ۱۶۔ اسٹیٹ آرکائوز حیدرآباد ۹۳ " " " " " "
- ۱۷۔ تنزک آصفیہ ۳۶۸ " " " " " "
- ۱۸۔ اوپنل میٹریکٹ لائبریری ۵۲۶ " " " " " "
- حیدرآباد
- ۱۹۔ تمنا میر اسد علی خاں کلیات تمنا ۱۲۲۸ " " " " " "
- ۲۰۔ شاہ کمال۔ مجمع الانتخاب ۶/۱ " " " " " "
- ۲۱۔ ضیغم تذکرہ ضیغم ۶۹۶ " " " " " "
- ۲۲۔ قیس۔ محمد صدیق قیس۔ دیوان قیس۔ م نمبر ۱۱۲۹ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد

۲۔ مطبوعات

- ۱۔ اردو میں قصیدہ نگاری ابو محمد سحر نسیم بکڈیو لکھنؤ ۱۹۷۹ء
- ۲۔ اردو شنوی کا ارتقا پروفیسر سروری ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۱۹۶۸ء
- ۳۔ اردو کی ادبی تاریخ " جمال پریس دہلی ۱۹۸۱ء
- ۴۔ ارباب شہ اردو پروفیسر سید محمد " " " " " "
- ۵۔ اردو غزل ڈاکٹر یوسف حسین خاں آغظم گڑھ ۱۹۷۳ء
- ۶۔ اردو غزل ڈاکٹر کامل قریشی دہلی اردو اکیڈمی دہلی ۱۹۸۷ء
- ۷۔ اردو میں قصیدہ نگاری ڈاکٹر محمود الہی مکتبہ جامعہ دہلی ۱۹۷۲ء
- کامتقدی جائزہ

- ۸۔ ارسلطجاء عبد المجید صدیقی ۱۹۳۹ء مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن
- ۹۔ ارغوان عرفانی شیخ یعقوب علی عرفانی ۱۹۳۶ء اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن
- ۱۰۔ آصفیہ ثنائی میر محمود علی ۱۹۳۸ء شمس المطابع پریس
- ۱۱۔ ایمان سخن مولوی سید محمود صاحب مرحوم ۱۹۳۰ء نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن
- ۱۲۔ بوستان سخن میر ابو القاسم ۱۹۰۰ء مخطوط
- ۱۳۔ تاریخ دکن ڈاکٹر یوسف حسین خاں دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۴۲ء دکن
- (نہم حالیہ)
- ۱۴۔ تاریخ ادب اردو ڈاکٹر جمیل جالبی حصہ دوم (جلد دوم) ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی
- ۱۵۔ تاریخ نظام اردو خاں عبد الرحیم ۱۹۳۱ء حیدرآباد
- ۱۶۔ تاریخ ادب اردو ڈاکٹر نور ۱۹۳۰ء اعظم پریس حیدرآباد
- ۱۷۔ تہ کرہ شعراء سردار علی خاں شمس الاسلام پریس حیدرآباد ۱۹۳۴ء
- اورنگ آباد
- ۱۸۔ تاریخ دکن عبد المجید صدیقی ادارہ ادبیات السنو حیدرآباد ۱۹۴۰ء
- ۲۰۔ تنقید نازادیہ ڈاکٹر عبادت بریلوی
- ۲۱۔ تنقید پیرا۔ ڈاکٹر عنودان چشتی ۱۹۶۹ء دہلی
- ۲۲۔ سید کریموئے الانتخاب شاہ جمال الدین ۱۹۳۱ء مخطوط
- ۳۳۔ شریک آصفیہ شاہ تجلی علی تجلی ۱۹۰۸ء
- ۳۴۔ جشن عثمانی (جلد اول) محمد فاضل تاج پریس حیدرآباد دکن

- ۲۵۔ حقیقتہ العالم (جلد دوم) میر ابو القاسم النخاطب مطبع سیدی حیدر آباد دکن ۱۳۰۹
- ۲۶۔ داستان ادب حیدرآباد ڈاکٹر سید محمد الین قادری طارق برقی پریس حیدرآباد دکن ۱۹۵۱
- ۲۷۔ دربار آصف غلام صدیقی خاں گوہر افضل المطابع حیدرآباد دکن (ص ۱ تا ۱۰۰)
- ۲۸۔ دکن میں اردو نصیر الدین مائشی مکتبہ ابراہیم حیدرآباد دکن ۱۹۳۶
- ۲۹۔ دکن کی تاریخ ڈاکٹر سید محمد الین قادری میٹر و آفسٹ پریس دہلی ۱۹۵۸
- ۳۰۔ عہد ارسطو جاہ ڈاکٹر لیتھ صلاح حیدرآباد ۱۹۸۶
- ۳۱۔ گلزار آصفیہ غلام حسین خاں درمطبع محمدی طبع شد
- ۳۲۔ عبید۔ ب۔ الزمین عبد الجبار خاں صوفی مطبع رحمانی حیدرآباد دکن ۱۳۳۹
- (حصہ اول) ملکالپوری
- ۳۳۔ مرزا علی لطف حیات ڈاکٹر اکبر علی بیگ حیدرآباد ۱۹۷۹
- اور کارنامے
- ۳۴۔ متنہ تاریخ دکن عبد المجید صدیقی آغظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن ۱۹۴۵
- ۳۵۔ مرقع سخن (جلد اول) ڈاکٹر سید محمد الین قادری زور
- ۳۶۔ مرقع سخن (جلد دوم) " " " " " "
- ۳۷۔ یورپ دکنی محظوظات نصیر الدین مائشی
- ۳۸۔ مقایم
- ۱۔ اشفاق حسین۔ شیر عمر خاں ایمان۔ مرقع سخن (جلد دوم) ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد۔ ۱۹۳۵
- ۲۔ برویہ سروری۔ شاہ تجلی علی تجلی " " " "
- ۳۔ محمد عمر یانقی۔ بادہ کہن۔ مجلہ مکتبہ۔ اپریل۔ مئی ۱۹۲۸۔ حیدرآباد۔

○ درج ذیل الفاظ 'نُونِ رَعْتِ' کی بجائے 'نُونِ رَعْلَتِ' کے ساتھ نقل ہوئے ہیں۔

○ تدوینِ متن کے دوران "دیوانِ ایمان" کے ایک زیادہ قلمی نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ جن کی تفصیل مقدمہ میں پیش کی گئی ہے۔ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں بھی "دیوانِ ایمان" کے دو نسخے موجود ہیں جن سے راقم السطور کو استفادہ کرنے کا موقع پیش ملا۔ علامۃ تعبیر آباد کے کتب خانوں کے نام قلمی نسخے پیش نظر آ رہے ہیں۔ ارادہ ادبیات اردو کا نسخہ۔

"کلیاتِ ایمان" انتہائی کمزور نسخہ ہے۔ جس کی اوراق گردانی ہی ممکن نہیں۔ ماسالاجنگ اور جامعہ خزانہ کے نسخے آپ زندہ ہو گئے ہیں، صرف اور نیٹل ملیکریٹ لائبریری کا نسخہ خوش خط اور بہتر حالت میں ہے لیکن اس کا کاتب انتہائی غلط نویسی کا شکار ہے۔ اس نسخہ میں اکثر اشعار خارج از وزن ہیں اور ساتھ ہی ساتھ الاملا کی بھی بے شمار غلطیاں موجود ہیں جس کے باعث بعض شعر مرے/اشعار نہیں کھل سکے۔ "معت نامہ" (نصیحت) میں ایسا اشعار کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔

مقدمہ صفحہ / سطر - غلط / صحیح ۱۲/۲۰ سائل / حاصل ۱۱/۲۶ جانے / رہے ۱۶/۲۶ ستر وک / ستر وک
۱/۲۸ اسرار / علی سر ۳۳/۱۶ تالیف / ۱۲۲۱ ۹/۳۳/۱۳ نہیں / انھیں ۵۵/۳۱ امن / مونی ۱۲/۳۵
الساد / اظہار ۳۹/۱۶ تعلی / تعلی نے ۴۰/۱۱ سید / سید ۴۲/۱۸ حالات / حالات ۲۶/۱۹ یورپ / یورپ
۵۸/۱۹ بلار / بلگر ۶۱/۱۳ مدات / مدات ۶۵/۲۰ اشکار / اشعار ۶۷/۱۳ یگر / غرات ۶۸/۲
کر کو ۶۸/۱۶ دیگر / دیگر ۶۸/۱۴ سعاد / بیجا ۷۰/۱۳ دیار / دیا ۷۰/۱۲ دود / دودم ۸۲/۱۱ شاہ / شادی
۸۵/۱۳ میں / ہیں ۸۵/۱۵ پور / ہر ۹۴/۲۱ دقل / دقل ۱۰۵/۶۶ شان / شان ۱۰۵/۲۱ مر / مر ۱۰۵/۲۱
۱۰۵/۱۵ آخری / آخری بند ۱۰۶/۱۱ آشیان / آشیان ۱۰۶/۱۰ قمین / قمین ۱۰۶/۱۲ فکرو / فکرو
۱۰۶/۱۱ سوار / سو ۱۰۶/۱۴ ایان / کی ۱۰۶/۱۹ ہے / ہے ۱۰۶/۱۹ ہے / ہے ۱۰۶/۱۹ ہے / ہے ۱۰۶/۱۹ ہے / ہے
۱۰۶/۱۵ مختص / مختص ۱۰۶/۲۱ ریں / ریں ۱۰۶/۱۰ فضائ / فضائ ۱۰۶/۱۹ آیا / آیا ۱۰۶/۱۹
شخص / شخص ۱۱/۱۴ منز / منز ۱۱۲/۵ صوبہ / صوبہ ۱۱۲/۱۰ شروع / شروع ۱۱۲/۵
امید / ابتدا ۱۱۹/۱۵ سولات / سولات

مشق : ۱۲۲ فقط نقطه ۱۲۳/۱۹ میں / میں ۱۲۴/۱۰ پائیس / پائیس ۱۲۵/۱۱ جاں / بخش / جاں بخش
 ۱۲۶/۱۲ دوار خدا ۱۲۷/۲ شہید شہید ۱۲۸/۲۰ سکن / سکن ۱۲۹/۱۹ غلطیں / غلطیں ۱۳۰/۲۲
 پہاں / پہاں ۱۳۱/۲۱ کنگڑا ۱۳۲/۱۰ کنگڑا ۱۳۳/۱۲ کنگڑا ۱۳۴/۱۱ دہی / دہی ۱۳۵/۳ دیکھو / دیکھو
 ۱۳۶/۱۱ کنگڑا ۱۳۷/۱۱ کنگڑا ۱۳۸/۱۱ کنگڑا ۱۳۹/۲ کنگڑا ۱۴۰/۱۱ کنگڑا ۱۴۱/۱۱ کنگڑا
 ۱۴۲/۳ کنگڑا ۱۴۳/۱۱ کنگڑا ۱۴۴/۱۱ کنگڑا ۱۴۵/۱۱ کنگڑا ۱۴۶/۱۱ کنگڑا ۱۴۷/۱۱ کنگڑا ۱۴۸/۱۱ کنگڑا ۱۴۹/۱۱ کنگڑا ۱۵۰/۱۱ کنگڑا

[illegible]

